فقیہ اسلام

ڈاکٹر حسن رضا

ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی

العطایا الرضویہ فی المسائل الشرعیہ

فقیہ اسلام

ڈاکٹر حسن رضا اعظمی

(ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

ادارہ تصنیفات امام احمد رضا اخوند مسجد کھارادر

کراچی

نام کتاب	فقیہہ اسلام
مصنف	مولانا حسن رضا اعظمی
مطبوعہ	مشہور آفسٹ پریس
طابع	محمد الطاف ضیائی - محمد ریاض ضیائی
پیشکش	سید ریاست علی قادری
صفحات	۴۹۶
قیمت	45/-

ملنے کا پتہ

مدرسہ انوار القرآن
میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کراچی ۲

رابطہ کیلئے فون ۲۲۶۵۶۸

ناشر

ادارہ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی

فہرست مندرجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت علامہ شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان مسلک اہلسنت کے ایک عظیم شارح، ایک دردمند مصلح اور مسلمانوں کے ایک مقتدر امام کی حیثیت سے ہمیشہ ہماری فکر ونظر کے مرکز رہے لیکن ان کی علمی اور فقہی حیثیت پر تحقیقی کام کرنے کا خیال اس وقت پیدا ہوا جب آج سے چند سال بیشتر جمشید پور میں امام احمد رضا کانفرنس کے نام ان کے علمی اور دینی کارناموں پر ایک مذاکرۂ علمیہ منعقد ہوا تھا۔ اس موقعہ پر اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام سے متعلق ایک وقیع اور معلوماتی خطبہ کی فرمائش مجھ سے کی گئی تھی ــــ

ذمہ داران کانفرنس کی فرمائش کے بموجب اس موضوع پر تیاری کے سلسلے میں مجھے بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا۔

اعلیٰ حضرت پر جتنی کتابیں اب تک ہند و پاک میں لکھی جاچکی ہیں ان میں بیشتر کتابیں میرے مطالعہ میں آئیں ان کتابوں کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کے متعلق میری معلومات میں جو اضافہ ہوا وہ تو مسلم ہے لیکن ایک عظیم فائدہ یہ حاصل ہوا کہ

اعلیٰ حضرت کو سمجھنے کے لئے براہ راست ان کی تصانیف کے مطالعہ کا اشتیاق میرے دل میں پوری شدت سے پیدا ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں گراں قدر تصنیف "فتاویٰ رضویہ" ہے۔ جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ حسن اتفاق سے اس کی پہلی جلد میرے نجی کتب خانہ میں موجود تھی میں نے اپنی ساری مصروفیات سے صرف نظر کرکے اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کر دیا۔

یہ میری زندگی کا بالکل پہلا اتفاق تھا جبکہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا عرفان بغیر کسی واسطہ کے حاصل ہوا۔ فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کے دوران مجھے اعلیٰحضرت کی شخصیت میں متعدد اصحاب کمال کے چہرے نظر آئے۔ میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت جب کسی مسئلے پر بحث کرتے ہیں تو ایک ایسے فقیہ کی تصویر ابھر آتی ہے جو قوت اجتہاد، بصیرت فکر، ذہانت و تعقل اور علمی استحضار میں دور دور تک اپنا جواب نہیں رکھتا۔ مطالعہ کے دوران جب آگے بڑھے تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ اب ہم کسی فقیہہ کے سامنے نہیں بلکہ وقت کے ایک عظیم مورخ کے سامنے ہیں جو کسی مسئلہ کی تنقیح کے سلسلے میں تاریخ کے مختلف مراحل پر بحث کر رہا ہے۔ پھر اور کچھ دور چلے تو دیکھا کہ وہی مورخ ادب و لغت اور صرف و نحو کے ایک جلیل القدر امام کی حیثیت سے علم و فن کے جواہر ریزے بکھیر رہا ہے۔ کچھ اور آگے بڑھے تو مسئلے کے استنباط کے ذیل میں ایک حدیث زیر بحث آگئی۔ اب اس کا قلم ایک عظیم محدث، ایک نکتہ رس نقاد اور جرح و تعدیل اور اصول حدیث کے ایک ماہر فن کی حیثیت سے حیرت انگیز تحقیقات کے دریا بہا رہا ہے اور چند اوراق الٹنے کے بعد تو میں حیران رہ گیا اور پہلی بار مجھ پر یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ ایک فقیہ صرف منقولات ہی پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ علم طبیعات، علم الافلاک، علم ہندسہ، فلسفۂ کون و فساد، علم تشریح الابدان اور علم جغرافیہ کے اصول و جزئیات سے

بھی ایک ماہرِ فن کی طرح باخبر ہوتا ہے۔

"فتاویٰ رضویہ" کے صفحات پر عقل و نقل اور علم و فن کی بے شمار شاخوں میں اعلیٰحضرت کے علمی رسوخ، وقتِ نظر اور مہارت و تبحر کی تفصیلات سے گذرتے ہوئے دیکھ کر میں بار بار سوچنے لگا کہ ہماری یہ فروگذاشت کیا تاریخ کبھی معاف کر گی کہ ہم نے چودھویں صدی کی ایک عبقری اور نادرالوجود شخصیت کے مقام و فضل سے اہل علم کی دنیا کو کبھی متعارف نہیں کرایا اور نہ خود دانشورانِ ہند کو کبھی یہ توفیق ہوئی کہ وہ مسلک کے اختلاف سے بے پرے ہوکر ایک مسلم الثبوت اور یگانۂ روزگار شخصیت کے کارناموں کا غیر جانبدارانہ طور پر مطالعہ کرتے اور ان کے مقام علم و فضل سے روشناس ہوتے حکمت و فن کا گوہر گرانمایہ جہاں بھی ملے وہ بہر حال مردِ مومن کی میراث ہے۔

یہی وہ احساسات تھے جن کی وجہ سے میرے دل میں اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ میں اپنے اس تحقیقی مقالہ کے بارے میں ہرگز اس خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں کہ اعلیٰ حضرت کے علمی کردار پر میری یہ تحریر حرف آخر ہے۔ اصحاب علم و دانش کے حضور میں یہ مقالہ پیش کرتے ہوئے میرا مدعا صرف اتنا ہے کہ تحقیقی کام سے دلچسپی رکھنے والے دانشوروں کو ایک نئے میدان عمل کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دوں اور جو لوگ اپنی لاعلمی کی بنیاد پر اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اعلیٰ حضرت صرف ایک سخت گیر فقیہ اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم کے صرف ایک رہنما تھے انھیں یہ یاد دلاؤں کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک عظیم محقق، ایک نکتہ رس مفکر ایک بلند پایہ فقیہ اور اپنے دور کے ایک فقید المثال صاحب قلم بھی تھے۔

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ان کی بے شمار علمی حیثیتوں کا صرف ایک حصہ ہے اور اس مخصوص حیثیت پر جو کام ہیں کیا ہے وہ بھی تشنہ ہے۔ ان کے علمی کارناموں پر کام کرنے والوں کے لئے میں نے ایک وسیع میدان چھوڑ دیا ہے۔

مندرجہ ذیل موضوعات توجہ طلب ہیں۔

اعلیٰ حضرت بحیثیت ایک محدث، مہندس، متکلم، ادیب، مصلح، مجدد، مصنف، نعت گوشاعر اور مرشد طریقت۔ یہ اور اس طرح کے بے شمار عنوانات اصحاب فکر کو دعوت لوح و قلم دے رہے ہیں۔

علم و فضل کی ایک نادرالوجود شخصیت چونکہ دلوں کا مرکز عقیدت بن جاتی ہے اس لیے فطری طور پر اس کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز سے انس و محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اس لئے ارباب عقیدت کے جذبے کی تسکین کے لئے میں اعلیٰ حضرت سے تعلق رکھنے والی بے شمار غیر جاندار چیزوں کی تصاویر بھی مقالہ کے ساتھ منسلک کر دی ہے۔ اس مقالہ کی ترتیب و تحقیق کے سلسلے میں جن بزرگوں، دوستوں، اور عزیزوں نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔ بڑی ناشکری ہوگی اگر میں ان کے پرخلوص تعاون کا شکریہ نہ ادا کردں۔

سب سے پہلے میں اپنے رئیس ادارہ جناب پروفیسر فیاض الدین حیدر صاحب کا شکر گذار ہوں جن کی بے لوث سرپرستی مجھے حاصل رہی نیز استاد گرامی ڈاکٹر اطہر شیر کا ممنون ہوں جنھوں نے تحقیقی کام کے لئے بنیادی ڈھانچہ تیار کرنے میں میری بھرپور رہنمائی فرمائی۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل اکابر کا بھی میں بے حد مشکور ہوں جن کی رہنمائی تعاون اور ہمت افزائی کے بغیر میں تحقیق کے دشوار گذار فرائض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا تھا۔

۱۔ جناب استاد گرامی پروفیسر سید امین احمد کاظمی صاحب صدر قسمت عربی پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ۔

۲۔ جناب پروفیسر سید حسن صاحب سابق رئیس ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ

۳۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر سید علی حیدر نیر صاحب صدر قسمت فارسی ادارہ تحقیقات

عربی و فارسی پٹنہ۔

۴- جناب پروفیسر سمیع الدین حیدر صاحب قسمت تعلیم ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ

۵- حضرت علامہ ارشد القادری صاحب ورلڈ اسلامک مشن بریڈفورڈ (انگلینڈ)

۶- حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی صاحب مہتمم دار العلوم غریب نواز۔ الٰہ آباد

۷- حضرت مولانا ضیاء المصطفٰے صاحب شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

۸- حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب مفتی " "

۹- حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب شیخ الجامعۃ الاشرفیہ

۱۰- حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی صاحب

۱۱- حضرت مولانا یٰسین اختر اعظمی صاحب

۱۲- حضرت مولانا عبد المبین صاحب بنارسی

۱۳- حضرت مولانا محمد مطیع الرحمٰن نوری صاحب مہتمم مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا (سیتامڑھی)

۱۴- حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری (پاکستان)

۱۵- جناب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب گورنمنٹ کالج ٹھٹھی (پاکستان)

۱۶- جناب پروفیسر عبد السلام دانش باتھ اصلی (سیتامڑھی)

۱۷- جناب مولانا اظہار الحسن صاحب " "

۱۸- حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق صاحب مہتمم ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ

علاوہ بریں مندرجہ ذیل اعزہ کا بھی بے حد شکر گذار ہوں۔ جن کے تعاون کے بغیر یہ جوئے شیر لانا دشوار طلب تھا۔

۱- مولانا مجاہد حسین صاحب پلاموی۔

۲- مولانا محمد عزیز الرحمٰن صاحب پوکھریروی استاد غوث الورٰی عربک کالج سیوان

۳۔ مولنا اطہر حسین صاحب باتھوی

۴۔ مولوی ابواللیث شمسی صاحب عماد پوری (اورنگ آباد)

۵۔ مولنا محمد بیکائیل ضیائی سب ایڈیٹر "پاسبان" الآباد

۶۔ مولوی شکیل احمد صاحب راجگانگ پوری (اڑلیسہ)

۷۔ مولنا مسعود احمد صاحب پیغمبر پوری

اگر اس حقیر علمی کاوش کے ذریعہ میں اعلیٰ حضرت کی فقید المثال شخصیت اور انکے عظیم کارناموں سے اہل علم کو کما حقہ، متعارف کراسکا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

محمد حسن رضا خاں

۳ر جنوری ۱۹۷۹ء

امام کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت

از: خطیبِ مشرق پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی
ایڈیٹر ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد۔ و۔ مہتمم دار العلوم غریب نواز الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی حبیبہ المصطفیٰ

فقیہ اسلام سیدنا الامام احمد رضا جیسی نابغۂ روزگار و عبقری شخصیت جو اپنے معاصرین میں حق آگاہ، حق نگر، حق پسند اور حق گو ہوتے میں وحید عصر اور فرید دہر ہو جس کے رمز شناس قلم سے علوم و معارف کے بے شمار سوتے پھوٹ پڑے ہوں۔ جو متقی نہیں تقویٰ، زاہد نہیں زہد، اور عالم نہیں علم کی چلتی پھرتی زندہ مثال ہو۔ اسی قدسی صفات اور بلند پایہ ہستی کے لئے مجھ جیسے تہی دست و بے نوا سے کچھ لکھنے کی فرمائش کرنا میری نگاہ میں اس کی تعبیر حصول سعادت کے سوا کچھ بھی نہیں —— میں نے اسے شدت سے محسوس کیا کہ کہیں میرے انکار پر تمناؤں کے قتل عام اور آرزوؤں کے خون ناحق کا الزام نہ آجائے۔ نیز میرے دل نے گواہی دی کہ شاید میرا عشق میرے کام آگیا جب ہی تو یہ سعادت میرے نصیبہ میں مقدر کی جا رہی ہے۔

فقیہ اسلام مولانا ڈاکٹر حسن رضا صاحب کی تحقیقی کاوشوں کا خوشگوار ثمرہ ہے جو صفحۂ قرطاس پر مرتسم ہو گیا ہے ——

تفقہ فی الدین ایک ایسا اثاثہ ہے کہ اس دولت بے مایہ کو ہر دل کی تجوری

میں مقفل نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی اس کا رشتہ وناطہ کسب وحصول کے تانے بانے تک محدود ہے۔ اس کا آشیانہ اتنا بلند ہے کہ ہر صاحب فضل وکمال اپنی جلالت علم وفکر کی بلندیوں کے بل بوتے اس پر اپنی کمند نہیں ڈال سکتا ــــــ

اگر قرآن حکیم کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واشگاف ہو جائے گی کہ تفقہ فی الدین کا تعلق کسب وتحصیل سے پہلے مشیت ایزدی اور ارادۂ الٰہی سے وابستہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآنی صراحت یہ ہے ــــ

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ خَیۡرًا یُّفَقِّھۡہُ فِی الدِّیۡنِ۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندۂ پر خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہ فی الدین کی دولت گرانمایہ سے مالا مال فرما دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ فن بندوں کی کوششوں تک محدود نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہ دولت گرانقدر ارادۂ الٰہی اور مشیت باری کی توفیق اور تفویض کا نتیجہ ہے پھر کیا کہنا ایسے فن اور فن کار کے علو مرتبت کا! جس پاکیزہ علم کے لئے رحمت باری نے کسی صاحب بصیرت کو منتخب کر لیا ہو۔ گویا اس انتخاب نے ان بشری لغزشوں اور غلطیوں پر پہرہ بٹھا دیا جو ہوائے نفس کی پیداوار ہوتی ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقیہ اپنے منصب کے لحاظ سے مسائل کے استخراج واستنباط اور ترجیح وتطبیق وغیرہ جیسی صورتوں میں خداداد تدبیر کی بخشی ہوئی بے غبار صلاحیتوں کی روشنی میں غور وفکر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مجتہد سے کوئی خطا بھی ہو جائے تو اس سے کوئی مواخذہ ومحاسبہ نہیں چونکہ اس کی تمام تر کوششوں کی اساس وبنیاد اس کی نیک نیتی خدمت دین اور جذبۂ اخلاص پر ہی منحصر ہے گویا اس کا ارادہ

احکام و مسائل کی چھان پھٹک میں کتر بیونت غیر مناسب و ناروا ترمیم و تنسیخ یا دینی و علمی خیانت سے لگا بندھا نہیں ہے۔ وہ محض خدا کی ودیعت کردہ بے غبار صاف و شفاف صلاحیتوں کی قوت ادراک اور فکر و نظر کی بلند پروازیوں کو ہی دخیل بناتا ہے اور عقلی گدے اور منطق اصولوں کو بھی اپنانے کی بجائے قرآن و سنت سے اخذ مسائل میں قیاس کے متعینہ خطوط کو اپنی فکر وفہم کی جولانگاہ قرار دیتا ہے۔ اور غیر مصرح مسائل میں ایسے امور کو مقیس علیہ بناتا ہے جس پر شرعاً و عقلاً قیاس کرنا درست ہو وہ غیر مصرح مسائل کے تتبع و تلاش میں ایسی راہ نہیں اختیار کرتا جس کی تگ و دو اور فکری کاوشوں کو قیاس مع الفارق یا التجاوز عن المحدود سے تعبیر کیا جاسکے۔ وہ قرآن و سنت سے مسائل کے استخراج و استنباط میں کسی خارجی دباؤ کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ اخذ مسائل میں قیاس کے انہیں متعینہ حدود کی پابندی کرتا ہے۔ جن کو شرعی اصابت رائے کی ترازو میں تولا گیا ہو۔ اور پیمانہ سے ناپا گیا ہو۔ معلوم ہوا کہ جو قدسی نفوس اس مرتبہ پر فائز کئے جاتے ہیں ان پر انعامات الٰہی اور توجہات خصوصی کی موسلادھار بارش ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ وہ معصوم نہیں مگر بہت دور تک فکری لغزشوں اور قیاس میں ہوائے نفس کے تقاضوں سے یکسر محفوظ رکھا جاتا ہے ــــــــــ سیدنا امام احمد رضا کو مجتہد علی الاطلاق نہیں بلکہ مقلد ہیں لیکن امام کی فقہی خدمات کا رشتہ مثلاً قیاس، توضیح و تاویل اور تطبیق و ترجیح،

جیسے مسائل میں اسی طبقے سے لگا بندھا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت عِلم و فن بھی جانتے تھے۔ فن کے تکنیک اور اس کی باریکیوں پر بھی ان کی نگاہ تھی۔ انہیں معنی فہمی بھی آتی تھی اور نکتے آفرینی بھی۔ وہ ژرف نگاہ بھی تھے اور بالیدہ نظر بھی۔ اس کے علاوہ وہ صوفی پاکباز بھی تھے۔ عابد شب زندہ دار بھی' راز دار آئین شریعت بھی تھے' رمز آشنائے پیغام نبوت بھی چنانچہ آپ دیکھیں گے وہ جب تصوف کے اسرار و رموز واشگاف کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ان کا طائر خیال لامکانی بلندیوں پر پرواز کر رہا ہے۔ لیکن جب وہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتے ہیں یا احادیث کی کتابوں پر تشریحی نوٹ یا حواشی قلمبند کرتے ہیں۔ تو ان کا قلم اس قدر محتاط ہو جاتا ہے کہ ہر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہیں ـــــ آقائے کائنات سے ان کی والہانہ شیفتگی ضرب المثل بن چکی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی ربودگی اور از خود رفتگی بھی ادب شناس ہو جاتی ہے وہ کیف و سرور کے عالم میں بھی تقاضائے ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ وہ اضطراب شوق کے ہنگامۂ بادہو میں بھی فریاد کی لے تیز نہیں ہونے دیتے۔ آواز کے زیر و بم پر بھی ان کی گرفت رہتی ہے۔ اور وہ نوک قلم پر بھی پہرہ بٹھاتے ہیں ایسی محتاط اور ادب آشنا مگر معنی شناس و معنی آفریں شخصیت سے ظاہر ہے کہ جب فقہ جیسے عظیم فن پر اجتہادی کارنامے انجام

دیئے ہوں گے. تو وہ کارنامہ اپنی موشگافیوں اور دقیقہ سنجیوں کے
باوصف کیا کچھ ہوگا۔

گل قیاس کن زگلستان من بہار مرا

یہ ایک حقیقت ہے کہ اعلیٰحضرت کے تجدیدی کارناموں پر
عصبیت کا ایک دبیز پردہ پڑا ہوا تھا۔ مولانا حسن رضا خاں کو دعائیں
دیجئے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو ان کے اصلی روپ میں پیش کر کے
ہم نیاز مندوں کے سر سے ایک الزام اتارنے کی کامیاب کوشش،
کی ہے ۔ مولائے کریم انہیں اس خدمت کا بہترین صلہ دے اور دین
و مذہب کی خدمت کے لئے ان کی زبان و قلم دونوں ہی میں مزید حسن
عطا فرمائے ۔ آمین

مشتاق احمد نظامی
خادم آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت
مرکزی آفس الہ آباد

باسمہٖ تعالیٰ

اِفتتاحیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ
ڈگری کالج - ٹھٹھہ (سندھ - پاکستان)

①

امام احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) عہدِ جدید کے عظیم عبقری تھے جس پر ان کی علمی تخلیقات و تحقیقات شاہد اور زمانہ خود گواہ ہے۔
— زمانے نے اُن کو جانچا، پرکھا اور پھر آفتاب، ماہتاب بنا دیا —
ان کی روشنی دور دور پھیلی — ان کی آواز دور دور پہنچی —
علمائے عرب نے ان کے فضل و کمال کی کھلے دل سے داد دی اور خوب خوب سراہا چناں چہ شیخ عبد الرحمٰن دھان مکی فرماتے ہیں :-

الذی شھد لہ علماء البلد الحرام بانہ السید الفرد الامام[1]

(ترجمہ) وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے۔

اور شیخ عبد اللہ نابلسی مدنی فرماتے ہیں :-

وھولنا درۃ ھذا الزمان وعزۃ ھذا الدھر والاوان ... سید الشیوخ والفضلاء الکرام یتیمۃ الدھر بلا توان[2]

---

[1] احمد رضا خاں : حسام الحرمین ، مطبوعہ لاہور ، ص ۸۳

[2] احمد رضا خاں : الدولۃ المکیۃ ، مطبوعہ کراچی ، ص ۹۴ - ۹۶

(ترجمہ :- وہ نادر روزگار، اس وقت اور اس زمانے کا نور ...
... معزز مشائخ اور فضلا، کا سردار بلا تامل وہ زمانے کا گوہر یکتا ہے)
شیخ محمد عارف بن محی الدین ابن احمد الشہیر بالمملجی دمشقی فرماتے ہیں :
فکلامہ ...... یدل علی کمال علمہ [۱]
(ترجمہ) ان کا کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے اور دمشق ہی کے
علامہ شیخ محمد القاسمی تحریر فرماتے ہیں :-
جامع للکمالات والفضائل من الخطدون شرفہ کل متطاول
خانہ من الفضل والبوہ والمنزعن لفضلہ اعداؤہ ومحبوہ مقل ارہ
فی العلم جلیل ومثلہ فی الانام قلیل [۲]
(ترجمہ :- فضائل وکمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے
سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ ان کی فضیلت کا یقین دشمن و دوست
دونوں کو ہے ان کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے۔
پاک وہند کے فضلاء و محققین میں ان کی دھوم ہے۔ چناں چہ پاکستان کے
مشہور محقق و دانشور پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب (سابق صدر شعبہ
اردو، سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد سندھ) فرماتے ہیں :-
اعلحضرت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں
شمار ہوتے ہیں، ان کے فضل وکمال، ذہانت و فطانت، طباعی و دراکی کے
سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین و مستشرقین
نظروں میں نہیں جچتے۔ [۳]

---

[۱] محمد مسعود احمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۷
[۲] محمد مسعود احمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء، ص ۱۳۹
[۳] محمد مرید احمد : جہانِ رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۸۸

۱۹۲۱ء میں جب امام احمد رضا کا وصال ہوا تو لاہور کے پیسہ اخبار نے اپنے اداریہ میں ایک تعزیتی نوٹ لکھا جس کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پاک و ہند میں امام احمد رضا کا بڑا چرچا تھا۔ اور ان کے فضل و کمال کے سب قائل تھے۔ اداریہ نگار لکھتا ہے :۔

آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ دینیہ کے آفتاب تھے، بڑے فاضل اور متبحر جید عالم .... آپ کی وفات سے ہندوستان کی ایک ایسی برگزیدہ ہستی اٹھ گئی جس کی خالی جگہ پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے[1]

امام احمد رضا کے فضل و کمال کے ساتھ ساتھ ان کی وسعت علم کے بھی فضلاء اور دانشور قائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر جی۔ ڈی قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلستان) لکھتے ہیں :۔

انہوں نے اپنے وسیع اور عمیق علم کے طفیل اپنی ذات میں ایک اسلامی یونیورسٹی کی بلندیاں جمع کرلی ہیں۔[2] (ترجمہ انگریزی)

اور پروفیسر ایس۔ ٹی علی نقوی (صدر شعبۂ کیمیا گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ) لکھتے ہیں :۔

وہ اپنے عہد کے عظیم فقیہ اور مصنف تھے۔ ان کا علم وسیع اور بوقلموں تھا وہ ۵۰ علوم و فنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔[3] (ترجمہ انگریزی)

عہد جدید کے مشہور و معروف مصنف مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں :۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف

---

[1] پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۳۰، نومبر ۱۹۲۱ء

[2] پیغام برائے مجلس رضا، مانچسٹر، انگلستان، محررہ ۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء

[3] الہاشم (ٹھٹھہ، سندھ) شمارہ ۱۹۸۳ء، ص ۱۵

ان لوگوں کو بھی ہے جو اُن سے اختلاف رکھتے ہیں۔[۱]

پاکستان کے ایک سن رسیدہ صحافی و قلمکار میاں عبدالرشید اپنی انگریزی کتاب "پاک و ہند میں اسلام" (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء) میں لکھتے ہیں :-

حضرت احمد رضا خاں بریلوی برصغیر کے حد درجے چند غیر معمولی شخصیات میں سے ایک تھے ــــــ وہ ہمہ گیر عبقری، نہایت ذہین اور بے حد متقی اور فقہ اسلامی کے ماہر ــــــ ان کے علم ہمہ گیر تھا[۲] (ترجمہ انگریزی)

(۲)

بلاشبہ امام احمد رضا اپنے عہد کے ایک عظیم فقیہہ تھے۔ طبقات فقہاء میں امام احمد رضا کو جو مقام حاصل ہے وہ اُن کے معاصرین میں کسی حاصل نہ تھا ــــــ فقیہہ کا ایک امتیاز خاص یہ ہے کہ اس کو آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر کامل عبور ہو ــــــ امام احمد رضا کی محوت حافظہ قرنِ اوّل کی یاد دلاتی ہے۔ وہ خود حافظ قرآن تھے اور معانی و مفاہیم سے آشنا ــــــ ان کے سامنے نہ صرف قرآن کے الفاظ تھے بلکہ اس کے معانی اور روحِ معانی بھی ــــــ ان کا فکر و خیال آیات و احادیث سے آباد تھا۔ حدیث میں ان کے مقام کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خود علمائے عرب ان کی شان میں یہ اظہار خیال فرما رہے ہیں۔

کیف لا مرھو امام المحدثین[۳]

کیوں نہیں وہ تو محدثین کے امام ہیں

---

۱ عبدالنبی کوکب، مقالاتِ یوم رضا، ج ۲، ص ۲۰، مکتوب محررہ ۲۸ رمئی ۱۹۶۸ء

۲ میاں عبدالرشید : پاک و ہند میں اسلام، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۶۵

۳ شیخ محمد حسین احمد الخیاری مدنی بحوالہ رسائل رضویہ، مطبوعہ لاہور ج ۲، ص ۱۴۸

اور ڈاکٹر سید محمد عبداللہ (چیئرمین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے امام احمد رضا کو "عبقری فقیہہ، صاحب نظر مفسر قرآن اور عظیم محدث" قرار دیا ہے۔[۱]

سجادہ نشین مارہرہ شریف (بھارت) حضرت حسن میاں مدظلہ العالی ۲۸ جولائی ۱۹۸۲ء کو راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے اور دیر تک علمی گفتگو فرماتے رہے۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا:

حضرت شاہ اولاد رسول مارہروی اعلیٰحضرت کے لئے فرماتے تھے کہ وہ "فقیہہ النفس" تھے، ان کے الفاظ اپنی جگہ ایسے تھے جیسے میخ۔

حضرت شاہ اولاد رسول، امام احمد رضا کے معاصر تھے۔ صاحب علم و فضل اور ۳۰ کتابوں کے مصنف، ۱۳۷۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی، امام احمد رضا کے ہم خیال نہ ہوتے ہوئے بھی یہ اظہار خیال فرماتے ہیں:۔

جزئیات فقہ پر جو ان کو عبور حاصل تھا ان کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی[۲]

اور جسٹس پیر کرم شاہ صاحب (جج سپریم کورٹ آف پاکستان شریعت بنچ) فرماتے ہیں:۔

علوم دینیہ، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں آپ کو جو عدیم النظیر مہارت حاصل تھی اس میں تو کسی کو کلام نہیں[۳]

اس میں شک نہیں کہ بحیثیت فقیہہ امام احمد رضا جامع فضائل و کمالات تھے ——— وہ حق پسند بھی تھے، عدل گستر بھی اور حق گو بھی ———

---

[۱] محمد مقبول احمد قادری: پیغامات یوم رضا مطبوعہ ۱۹۷۰ء ص ۵

[۳] عبدالنبی کوکب: مقالات یوم رضا مطبوعہ ۱۹۷۰ء ج ۲ ص ۱۵

[۲] ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدرآباد دکن ج ۸ ص ۴

وہ امین بھی تھے، مخلص بھی تھے، زاہد و عابد بھی اور متقی بھی ـــــــ وہ معقولیت پسند بھی تھے اور بلند خیال بھی ـــــــ وہ بے ریا اور بے نفس تھے ـــــــ ایسے صداقت شعار کہ قول و فعل میں اصلاً تضاد نہیں۔

وہ باغیرت تھے، باوقار تھے، ضدی اور ہٹ دھرم نہ تھے ـــــــ جو کہتے اس پر عمل کر کے دکھاتے۔ ـــــــ بے باک و گستاخ اور خود سر و مغرور نہ تھے ـــــــ زمانے کے نبض شناس تھے اور علوم و فنون کے ماہر ـــــــ دوست کی دوستی اور دشمن کی دشمنی سے بے نیاز ـــــــ وہ ہشیار تھے، بے خبر نہ تھے ـــــــ ان کی نظر ہمہ گیر تھی، اور ان کا قلم دلگیر ـــــــ وہ صاحب بصیرت تھے۔ ان کی نظر پس منظر اور پیش منظر پر بھی رہتی تھی ـــــــ بندگانِ خدا کو مشکل میں نہیں ڈالتے تھے۔ ان کے خدا و رسول نے جو سہولتیں ان کو دی ہیں اس کا خیال رکھتے تھے ـــــــ وہ زمانے کی حرکی قوت سے آگاہ تھے۔ ـــــــ تہذیبوں اور تمدنوں کے آثار چڑھاؤ اور رسم و رواج کے نشیب و فراز سے واقف تھے ـــــــ ان کا دماغ روشن ـــــــ ان کا دل منور تھا ـــــــ کتب احادیث و فقہ پر گہری نظر تھی ـــــــ تمام مسائل شرعیہ معہ دلائل شرعیہ مستحضر تھے ـــــــ وہ تصنیف کے ساتھ ساتھ، مصنف کے تمام و مرتبے سے بھی آگاہ تھے ـــــــ ان کو زبان و بیان پر حیرت انگیز قدرت تھی ـــــــ عربی، فارسی اور اردو میں بے تکان لکھتے چلے جاتے ـــــــ ان کی فقہی نگارشات میں بھی بکثرت ادب پارے ملتے ہیں ـــــــ انہوں نے تحقیق و تدقیق کا وہ علمی معیار قائم کیا دورِ جدید میں جس کی نظیر نہیں ملتی ـــــــ ان کی علمیات میں بھی ابتذال نہیں ـــــــ وہ اپنے قاری کو پہچانتے ہیں اور اس کو مطمئن کر کے چھوڑتے ہیں۔ ـــــــ وہ اپنے قاری کو کسی الجھن میں مبتلا نہیں کرتے ـــــــ مطالب و معانی خود ان کے ذہن میں

صاف ہوتے ہیں۔ وہ بڑی صفائی سے اپنی باتیں صاف صاف بتاتے چلے جاتے ہیں جو دل میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ ——— وہ دلائل و شواہد کے اتنے انبار لگا دیتے ہیں کہ قاری کا فکر و خیال پیاسا نہیں رہتا بلکہ ایسا سیر ہو جاتا ہے۔ کہ پھر کبھی پیاس ہی نہیں لگتی ——— ان کی تحقیقات مبالغہ آرائی اور حشو و زوائد سے پاک ہیں ——— ان کے اسلوب بیان میں قطعیت ہے ——— ان کو اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ ہے ——— متون کی صحت کا خاص اہتمام رکھتے ہیں ——— معاصر شہادتوں کو چھان پھٹک کر قبول کرتے ہیں ——— ——— علوم و فنون کی مصطلحات سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ——— انہوں نے علوم و فنون کو تفصیل و تشریح عطا فرمائی اور نظم و ضبط دیا ——— وہ دلائل و براہین کو ترتیب و تدریج کے ساتھ بیان کرتے ہیں ——— وہ بڑی خوبی سے مضمون پھیلاتے ہیں پھر سمیٹتے چلے جاتے ہیں اور کمال مہارت سے دریا کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں۔ ——— ان کے پاس جامعیت۔ صحت اور دیانت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے ——— ان کی فقہی تنقیدات بھی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات ہیں۔ ——— وہ جب فیصلہ کر لیتے ہیں تو پیچھے نہیں ہٹتے ——— علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم امام احمد رضا کی علمیت و فقاہت اور قوت فیصلہ پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہتے ہیں:—

ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طبّاع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ .... میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ اور ان کی ذہانت۔ فطانت اور جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں ——— مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے لے

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

(۳)

فن فتویٰ نویسی میں امام احمد رضا کا جواب نہ تھا۔ ان کا سلسلہ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی سے منسلک ہے ــــــ انہوں نے فقہ میں سند شیخ عبدالرحمٰن حنفی مکی سے حاصل کی جن کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تک پہنچتا ہے۔ ــــــ امام احمد رضا نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ اور ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء کو فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت مل گئی۔ پھر جب ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء ان کے والد ماجد علامہ مولانا محمد نقی علی خاں کا وصال ہوا تو امام احمد رضا مستقل طور پر مسند افتاء پر فائز ہو گئے ــــــ مجموعی طور پر ۵۴ سال امام احمد رضا نے فتوے لکھے۔ ان کی سرعتِ تحریر کا عالم یہ تھا کہ مسودات کو چار نقل کرنے والے بیک وقت نقل کرتے جاتے یہ فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہو جاتا۔ ــــــ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی زندگی میں کتنا کچھ لکھا ہوگا! ــــــ امام احمد رضا کے پاس ساری دنیا سے استفتاء اس قدر آتے کہ کسی مفتی کے پاس اتنی تعداد میں فتوے آنے نہ سُنے ــــــ ایک وقت میں پانچ پانچ سو استفتاء جمع ہو جایا کرتے تھے ــــــ خود امام احمد رضا نے تحریر فرماتے ہیں:۔

فقیر کے یہاں علاوہ ــــــ دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کارِ فتویٰ اس درجے وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ رفقائے ہندوستان، بنگال و پنجاب و ملیبار و برما، ارکان و چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء

(حاشیہ صفحہ سابق) ۱؎ ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم: تحریر محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء (شریک مجلس اقبال)

آتے ہیں۔ اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے ہیں[1]

امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ کی بارہ جلدیں یادگار ہیں۔ بقول مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڑھ۔ بھارت) فتاویٰ رضویہ کی پانچ جلدیں مبارک پور سے شائع ہو چکی ہیں۔ چھٹی جلد کتابت ہو رہی ہے۔ ساتویں اور آٹھویں دار الاشاعت مبارکپور میں محفوظ ہیں[2] اس کے بعد کی مزید چار جلدیں بریلی میں محفوظ ہیں۔

امام احمد رضا کا مجموعہ فتاویٰ کی فقہی اور دینی اہمیت تو مسلّم ہے۔ لیکن دوسری کئی حیثیات سے اہم ہے ——— تاریخی، سیاسی، علمی لسانی، ادبی، عمرانیاتی، اقتصادی، معاشرتی، سوانحی وغیرہ وغیرہ ——— فتاویٰ رضویہ اپنے دامن میں بہت سے علوم و فنون کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ———

امام احمد رضا کے فتوے عربی، فارسی اور اردو میں ہیں۔ اور ہر زبان میں ایسی پیاری تحریر گویا یہ ان کی مادری زبانیں ہیں۔ ——— بعض فتوے انگریزی میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ کیوں کہ مستفتی جس زبان میں سوال کرتا تھا اس کو اسی زبان میں جواب بھیجا جاتا تھا ——— انگریزی زبان میں ایک استفتاء ۱۹ / ۱۹۰۸ء کو محمد قادر غنی نے رنگون (برما) سے بھیجا تھا جس کا جواب ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو ارسال کیا گیا۔ اس کا عکس معارف رضا (کراچی ۱۹۸۲ء) میں شامل ہے ——— امام احمد رضا اس کا لحاظ تو رکھتے ہی تھے کہ جس زبان میں استفتاء آئے اسی زبان میں جواب لکھا جائے۔ لیکن اس کا بھی اہتمام رکھتے استفتا منثور آتا تو جواب منثور دیا جائے، اور منظوم استفتاء آتا تو جواب منظوم دیا جاتا ——— فتاوئے رضویہ میں منظوم فتوے بھی ہیں۔

---

[1] احمد رضا خاں: العلایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ج ۴، ص ۱۴۹

[2] مکتوب محررہ ۲۵- اپریل ۱۹۷۹ء از مبارکپور بنام راقم الحروف

امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات اور فاضلانہ فتوے نے بہت سے علماء کو مفتی بنادیا مخالف و موافق سب ان کے فتووں سے استفادہ کرتے ہیں۔ بعض ان کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض یہ تکلیف گوارا نہیں کرتے اور امام احمد رضا کی تحقیقات کو اپنے حساب میں لگا لیتے ہیں بہر کیف امام احمد رضا اجر و ثواب سے محروم نہیں۔

امام احمد رضا کے مجموعہ فتاوی الفتاوی الرضویہ فی العطایا النبویہ کو قانون کے ماہرین نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور قانون دان اور ممبئی ہائی کورٹ کے جج پروفیسر ڈی۔ ایف ملا نے امام احمد رضا کے فتاوی رضویہ اور فتاوی عالم گیریہ کو فقہ اسلامی کا شاہکار قرار دیا ہے۔[1]

اور پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد (استاد شعبہ اسلامیہ کراچی یونیورسٹی، کراچی) لکھتے ہیں :-

> فقہ کے میدان میں آپ کے فتاویٰ فقہ اسلامی کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہیں جو آپ کو مجتہد کے درجے پر فائز کرنے کے لئے کافی ہیں۔[2]

ہندوستان کا مشہور عالمی شہرت یافتہ علمی مجلہ معارف (اعظم گڈھ) فتاوی رضویہ اور امام احمد رضا پر یہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

> دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی مولانا جس دقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جواب تحریر فرماتے ہیں اس سے ان کی جامعیت، علمی بصیرت، فقہی جزئیات استحضار، ذہانت، طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ــــــان :

---

[1] مکتوب علامہ نور احمد قادری از سفارت خانہ انڈونیشیا اسلام آباد مورخہ ۲ جنوری ۱۹۸۱ء

[2] سید ریاست علی قادری : معارف رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۴۳

کے کمالانہ اور محققانہ فتاوی مخالف و موافق ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔[1]

شیخ ابوالفتاح ابوغدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض) نے فتاوی رضویہ کا صرف ایک عربی فتوی مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے خود فرماتے ہیں :۔

عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہہ ہے[2] (ترجمہ عربی)

مشہور محقق و قلمکار اور امام احمد رضا کے معاصر، مولانا وحید احمد مسعود بدایونی نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قلمِ نافع ان کی فقاہت پر منتہی تھا ——— اس سے انہیں مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی سے ان کا نام زندہ ہے[3]

یہ وہ فضلاء ہیں جو دل کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ جو نفس کے اشاروں پر نہیں چلتے ——— جو روز روشن میں آنکھیں بند نہیں رکھتے ——— وہی کہتے ہیں جو ان کا دل کہتا ہے۔ ——— عالم اسلام کے موافق و مخالف فضلاء و دانشوروں نے جن جن القاب و آداب سے نوازا اور ان کے علم و فضل پر جو جو اظہار خیال کیا اس کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئیے۔ ——— ان

---

[1] معارف (اعظم گڑھ، یوپی، بھارت) شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء، ص ۴۳۴-۴۴۴

[2] محمد یسین الاعظمی : امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۴

[3] محمد مرید احمد : جہان رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۱۶۲

حضرات کے تاثرات پر مشتمل پاکستان اور ہندوستان سے اب تک چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور مزید شائع ہونے والے ہیں۔ ———

(۴)

امام احمد رضا کے مستفتیوں میں علماء فضلاء کے علاوہ پاک و ہند کی عدالت ہائے عالیہ کے جج بھی شامل ہیں۔ اور کلیات و جامعات کے پروفیسر بھی ———
جسٹس محمد ابن مرحوم (چیف کورٹ، بہاول پور) جب ایک مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے۔ مفتیوں سے آٹھ فتوے لئے پھر بھی وہ مطمئن نہ ہو سکے۔ تو انہوں نے ہدایت کی کہ پورا مقدمہ متعلقہ فتوے کی نقول کے ساتھ امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ اور ان سے درخواست کی جائے کہ :

ان تمام فتوؤں کو ملاحظہ فرما دیں اور ان سوالات حل طلب کے متعلق اپنی رائے کا مع استناد جواب تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرمائیں۔ . . .
مقدمہ چونکہ عرصے سے دائر ہے اس لئے نتیجہ کے بھجوانے کے لئے استدعا کی جاتی ہے کہ بہت جلدی عدالت میں بھجوا دیں۔[۱] (۱۹۱۳)

اسی طرح اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر ریاضی اور پرنسپل پروفیسر مولوی حاکم علی مرحوم امام احمد رضا سے سائنسی، علمی اور سیاسی موضوعات پر گفتگو فرماتے اور فتوے لیتے ——— تحریک ترک موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں انہوں نے امام احمد رضا سے جو فتویٰ لیا (اور جو علامہ اقبال کی نظر سے بھی گذرا) مشہور و معروف ہے۔[۲] ——— اس فتوے نے تحریک ترک موالات کے حامیوں کی اصلاح کی اور مسلمانوں کو تباہی سے بچایا۔

---

[۱] احمد رضا خان : فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ بریلی ۱۴۰۲ھ، ج ۱۱، ص ۱۹۶

[۲] پروفیسر محمد صدیق : پروفیسر مولوی حاکم علی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۴-۱۳۲

امام احمد رضا نے فن فتویٰ نویسی میں جن کی تربیت فرمائی وہ بھی اپنے عروج کو پہنچے۔ ـــــــــ ان میں قابل ذکر یہ حضرات ہیں ، مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں۔ مولانا امجد علی اعظمی ، مولانا سید شاہ غلام بہاری ، مولانا محمد ظفر الدین بہاری ، حکیم سید عزیز غوث اور مولانا نواب مرزا وغیرہ ـــــ

مولانا مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ ، امام احمد رضا کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ فن فتویٰ نویسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام احمد رضا نے مولانا امجد علی اعظمی اور آپ کو منصب افتاء وقضاء پر مامور فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:-

ان دونوں کو نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی متقرر کرتا ہے کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔[1]

علامہ مصطفےٰ رضا خاں کا مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ مصطفویہ" کے نام سے سنہ ۱۹۸۳ء میں ادارہ تصنیفات امام احمد رضا (کراچی) نے شائع کردیا ہے۔ اس سے قبل ہندوستان سے بھی یہ شائع ہوچکا ہے۔

مولانا امجد علی اعظمی ، امام احمد رضا کو دنیا بھر سے آنے والے استفتاء سنایا کرتے تھے اور امام احمد رضا جواب میں جو ارشاد فرماتے وہ املاء کرتے جاتے ، طبیعت اخاذ تھی ، طرز سے واقف ہوگئے اور فتوے لکھتے رہے۔ فقہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ بہار شریعت ان کی مشہور تصنیف ہے ، ان کا مجموعہ فتاویٰ ، فتاویٰ امجدیہ ہندوستان سے شائع ہوچکا ہے۔ ـــــ

مولانا ظفر الدین بہاری بھی فقہ وحدیث میں بہت بلند مقام کے مالک تھے۔

امام احمد رضا کے پرپوتے علامہ محمد اختر رضا خاں (ابن علامہ محمد ابراہیم رضا خاں ابن علامہ محمد حامد رضا خاں ابن امام احمد رضا خاں) آج کل بریلی میں منصب افتاء پر فائز ہیں۔ وہ جامعہ ازہر (قاہرہ ، مصر) کے فارغ ہیں تےتکما[illegible]

---

[1] امجد علی اعظمی : فتاویٰ امجدیہ ، مطبوعہ الٰہ آباد سنہ ۱۹۷۹ء ، ص - خ - د

عربی لکھتے ہیں اور علم فقہ و حدیث میں مہارت رکھتے ہیں۔

(۵)

فتاویٰ کے علاوہ امام احمد رضا دیگر کتب و تصانیف خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ ان کتب و تصانیف میں شروح و حواشی اہل علم کی توجہ کے مستحق ہیں۔ امام احمد رضا کے ایک جلیل القدر معاصر مولانا ہدایت رسول لکھنوی (م ۱۹۱۵ء) امام احمد رضا کے حواشی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے افاضات و افادات ہوتے ہیں[۱]

خانقاہ مجددیہ مظہریہ (دہلی) کے سجادہ نشین علامہ ابوالحسن زید فاروقی الازہری دسمبر ۱۹۸۲ء میں پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں ایک ملاقات میں اثنائے گفتگو راقم سے فرمایا کہ وہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ وہاں امام احمد رضا کے رد المحتار پر عربی حاشیہ جدالممتار کے[۲] چند اوراق دیکھے تو حیران رہ گئے۔ ——— جہاں صاحب رد المحتار ایک دو کتابوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں مولانا احمد رضا خاں آٹھ دس کتابوں کے حوالے دے ڈالتے ہیں ——

شاہ اولاد رسول مارہروی (م ۱۳۷۲ھ) اسی حاشیئے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے تھے:۔

اعلیٰ حضرت کو میں ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں۔ کیوں کہ جو جامعیت اعلیٰ حضرت کے ہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں[۳]

۵۔ ظفرالدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۱۳۸

۶۔ جدالممتار ـــ (جلد اول) ۱۹۸۲ء میں حیدر آباد دکن سے چھپ کر المجمع الاسلامی، مبارکپور سے شائع ہو گئی ہے اس میں مولانا افتخار احمد قادری (رکن المجمع الاسلامی) نے

(باقی اگلے صفحہ پر)

سراج الفقہا مولانا سراج احمد (مفتی سراج العلوم، خانپور، ریاست بہاولپور) امام احمد رضا کے معاصرین میں تھے۔ ان کے اساتذہ نے ان کو یاد کرایا تھا کہ امام احمد رضا کو علم و تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں۔ ان کی کتابیں پڑھنا بے سود ہے۔ لیکن جب سراج الفقہا منصب افتاء پر فائز ہوئے اور میراث کے ایک مسئلے میں ان کو الجھن پیش آئی تو مجبوراً انہوں نے امام احمد رضا سے رجوع کیا۔ امام احمد رضا نے ایسا تشفی بخش جواب عنایت فرمایا کہ سراج الفقہا حیران رہ گئے۔ اور امام احمد رضا کی علمی عظمت کا نقش ان کے دل پر مرتسم ہو گیا ——— انہیں ایام میں ان کی ملاقات ایک غیر مقلد عالم مولانا نظام الدین (احمد پور) سے ہو گئی۔ جو ان کے مخلصین میں تھے۔ سراج الفقہا نے امام احمد رضا کا رسالہ الفضل الموہبی ان کو دکھایا تو وہ حیران رہ گئے۔ اور عالم حیرت میں فرمایا۔

یہ سب منازل فہم و حدیث مولانا کو حاصل تھے؟ ———

افسوس کہ میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا ———

علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں ———

یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں[۱]

(۶)

امام احمد رضا کا تحقیقی معیار بہت بلند تھا۔ اپنی تصنیف حجب العوار (مطبوعہ لاہور) میں انہوں نے ماخذ اور اس کے متن پر علمی بحث کی ہے[۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) امام احمد رضا پر ایک وقیع مقالہ شامل کیا ہے (ص ۲۴ - ۴۹)

[۳] بروایت علامہ حسن میاں مارہروی سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ شریف۔ مسعود

[۱] المیزان (بمبئی) شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۵ - ۱۸۶

[۲] راقم نے اپنے مقالے حیات امام اہلسنت (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۳۸ - ۴۱) میں اس بحث کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ حیات امام اہلسنت کا ایک ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے اور ایک ایڈیشن مبارکپور (بھارت) سے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیسے بلند پایہ محقق تھے۔ ——— برکلے یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبۂ تاریخ کی فاضلانہ ڈاکٹر باربرا ڈی مٹکاف اپنی کتاب میں لکھتی ہیں :۔

احمد رضا کی نگارشات کا انداز مدلل تھا جس میں بے شمار حوالوں کے ڈھیر ہوتے تھے جس سے ان کی علمی اور عقلی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے مخالفین کی کوتاہیوں کا علم بھی ہوتا ہے [1] (ترجمہ انگریزی)

ڈاکٹر محی الدین الوائی جو پہلے جامعہ ازہر (قاہرہ، مصر) میں تھے اور اب مدینہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور مسلکاً اہل حدیث ہیں۔ لیکن حق پسند اور حق گو ہیں۔ وہ امام احمد رضا کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

جن علمائے ہند نے مروجہ علوم عربیہ و دینیہ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے ان میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام سر فہرست نظر آتا ہے ——— علوم عربیہ اسلامیہ کو آراستہ کرنے میں آپ کا بہترین ریکارڈ ہے [2]

امام احمد رضا کی فقہی اور دینی خدمات پر کام ہو رہا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف اختر فاطمی (صدر شعبہ سائنٹکس، لندن یونیورسٹی انگلستان) نے امام احمد رضا کی تین فقہی اور دینی تصانیف کو سامنے رکھ کر انگریزی میں مقالات تحریر فرمائے ہیں :۔

---

[1] باربرا مٹکاف مسلم ریلیجین لیڈر شپ ان انڈیا، برکلے ۱۹۷۴

[2] صوت الشرق، قاہرہ، شمارہ فروری ۱۹۷۰ء، ص ۱۶

۱- اسلام کا تصوّرِ علم

۲- اسلام کا تصوّرِ جہل

۳- اسلام کا تصوّرِ دولت

پہلا مقالہ لاہور سے چھپ کر مجلس رضا مانچسٹر (انگلستان) کی جانب سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہو گیا ہے ۔۔۔۔۔ پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کئی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا۔ جو لاہور میں چھپ رہا ہے۔

کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آل رسول حسنین صاحب (مارہرہ شریف) نے انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں۔

پروفیسر جی۔ ڈی فریتیی (نیو کاسل یونیورسٹی، انگلستان) نے امام احمد رضا کی قابل مطالعہ تصنیف تمہید ایمان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو عنقریب مجلس رضا مانچسٹر کی طرف سے شائع ہو جائے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس بلیان (شعبہ اسلامیات، لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ) بھی مجموعہ ہائے فتاوی کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں امام احمد رضا کا فتاوی رضویہ مطالعہ کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا کے فکر کا ہر گوشہ تحقیق و تدقیق کا متقضی - اور ایک الگ مقالے کا محتاج ہے ۔۔۔۔۔ راقم کو امام احمد رضا پر تحقیق کرتے ۱۴ سال گذر چکے ہیں۔ مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ساحل سمندر تک بھی رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ شناوری اور غواصی تو بہت دور کی بات ہے۔ ۔۔۔۔ امام احمد رضا کی شخصیت بزبان حال یہ کہتی معلوم ہوتی ہے ؎

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

ہندوستان کے مشہور و محقق و فاضل علامہ شبیر احمد غوری (جن کے علمی مقالات سالہا سال سے علمی مجلات کی زینت بن رہے ہیں) فلسفہ جدید و قدیم پر امام احمد رضا کی تصنیف الکلمۃ الملہمہ پر اپنے مقالے "عہدِ حاضر کا تہافت الفلاسفہ" [1] میں تبصرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کو امام غزالی کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں اور یہ دل لگتی بات فرماتے ہیں۔

مجدد مائۃ حاضر جیسے نادرۂ روزگار کی عبقریت کی حقہ تصویر کشی کے لئے جن جامع منقول و معقول فضلاء کی کاوش و تحقیق درکار ہے وہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ [2]

بلاشبہ امام احمد رضا کا ایوان علم و دانش ایک ایسا حیرت کدہ ہے جہاں زمانے کے بڑے بڑے دانشور گم ہوتے نظر آتے ہیں۔

(۷)

امام احمد رضا کی جلالتِ علمی کے بارے میں فضلاء و محققین کی آراء و تاثرات قاری کو یہ جاننے کے لئے بے چین کئے دیتے ہیں کہ آخر امام احمد رضا اتنے عظیم کیوں تھے؟ ——— اس کے جواب میں مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان صاحب کی یہ علمی کاوش اور تحقیقی مقالہ "فقیہہ اسلام" پیش کی جا سکتی ہے

در اصل یہ مقالہ ۱۹۷۹ء میں پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں ڈاکٹریٹ کے لئے پیش کیا گیا تھا جس پر ڈاکٹر صاحب کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔

---

[1] معارف رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

[2] ایضاً، ص ۲۳۴

——— یہ مقالہ ۱۹۸۱ء میں اسلامک پبلی کیشن سنٹر پٹنہ نے ہندوستان سے شائع کیا۔ ——— ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے ہر باب میں تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ ——— پہلے، دوسرے اور تیسرے ابواب محنت سے لکھے گئے ہیں۔ اور اس میں بہت ہی مفید معلومات جمع کی ہیں ——— یہ چوتھا باب امام احمد رضا کے حالات سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں آپ کے حالات وافکار کا جائزہ لیا گیا ہے ——— آخر میں ان سندات کی نقول بھی شامل کی ہیں جو امام احمد رضا کو حدیث و فقہ میں عطا کی گئیں۔ ———

پانچویں باب میں امام احمد رضا کے احوال و آثار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں امام احمد رضا کے منظوم و منثور فتوے، نیز عربی، فارسی اور اردو فتووں کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ اور انگریزی ترجمہ شدہ ایک فتویٰ بھی نقل کیا ہے۔ اور آخر میں پچاس علوم و فنون پہ امام احمد رضا کی ۵۴۱۲ تصانیف کی تفصیلی فہرست دی ہے۔

——— چھٹے باب میں معاصرین، تلامذہ اور خلفاء متبعین کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ باب بھی محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔

——— ساتویں باب میں فقہ اسلامی میں امام احمد رضا کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور فتویٰ نویسی میں ان کی مہارت کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کی نگارشات کے نمونے پیش کئے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محدثِ وقت اور فقیہہ العصر تھے۔ اس باب میں فقہ سے متعلق امام احمد رضا کی مزید ۲۴۰ کتب و حواشی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح مجموعی طور پہ امام احمد رضا کی ۶۶۲ کتب و حواشی کی تفصیلات اس تحقیقی مقالے میں

آگئی ہیں ______ مجموعی طور پر یہ مقالہ قابل مطالعہ اور لائق تحسین و آفرین ہے۔ فاضل مقالہ نگار اور وہ علماء و دانشور جنہوں نے ان سے تعاون کیا سب قابل مبارک باد اور ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت اور افادیت اس امر کی متقاضی تھی کہ اس کو پاکستان میں بھی شائع کیا جائے ______ سب سے پہلے اس کی اشاعت کا خیال محترمی جناب سید ریاست علی قادری (ناظم اعلیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) کے ذہن میں آیا۔ مگر وہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے شائع نہ کر سکے۔ تو ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کراچی کو اس اہم کام کے لئے تیار کیا۔ اور ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کراچی نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا۔ ______ اس ادارے کے اراکین بالخصوص عزیزان گرامی محمد ریاض ضیائی اور محمد الطاف ضیائی، حضرت شاہ تراب الحق مدظلہ العالی کی سرپرستی میں قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کئی اہم اور مفید کتابیں شائع کی ہیں۔ اور پیش نظر کتاب تو علمی و تحقیقی نقطۂ نظر سے نہایت ہی اہم ہے۔ اور اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ______ اللہ تعالیٰ ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا کے تمام اراکین اور معاونین کو دارین میں سرفراز فرمائے۔ اور مزید ہمت و استقامت ارزانی فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔

احقر محمد مسعود عفی عنہ
(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج
ٹھٹھہ (سندھ۔ پاکستان)

۲ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ
۲۸ ستمبر ۱۹۸۴ء
یوم جمعۃ المبارک

الباب الاول

ہندوستان میں فقہ اسلامی کا ارتقاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحقیق الفقہ

فقہ کا معنی کسی شئے کا جاننا اور سمجھنا ہے جیسا کہ لوئیس معلوف نے المنجد میں فقہ کا معنی "العلم بالشی والفہم بہ" لکھا ہے۔ [۱]

علامہ زمخشری نے فقہ کا معنی شق اور فتح لکھا ہے الفقہ حقیقۃ الشق والفتح [۲] حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم میں فقہ کا معنی فہم و تدبر اور دین میں بصیرت بیان کیا ہے۔ [۳]

اصطلاح شرع میں احکام شرعیہ کا علم ادلہ تفصیلیہ کے ساتھ ہونا جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ توضیح میں رقمطراز ہیں :-

"العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتہا التفصیلیۃ" [۴]

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فقہ انسان کے مالہ وما علیہ کی معرفت کا نام ہے۔ [۵]

---

[۱] المنجد ص ۷۷۳ [۲] حقیقت الفقہ ج ۱ ص ۲ [۳] احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۲

[۴] توضیح شرح تنقیح ص ۱۰ [۵] توضیح ص ۵ —

احمد ابن مصطفیٰ نے علم فقہ کی تعریف یہ کی ہے :-

"وهو علم باحث عن الاحكام الشرعية الفرعية العملية من حيث استنباطها عن ادلتها التفصيلية" [۱]

فقہ وہ علم ہے جو شریعت کے احکام فرعیہ عملیہ سے بحث کرتا ہے اس حیثیت سے کہ ان احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے کس طرح اخذ کیا گیا ہے۔ [۲]

اس رائے کی تائید مصنف توضیح نے بھی فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فقہ شریعت کے ان احکام کا علم ہے جن پر عمل کرنا مقصود ہے اور جو ہم کو بذریعہ وحی معلوم کرائے گئے ہیں۔ یا اجماع علماء قرار پائے ہیں۔

بل هو علم بكل الاحكام الشرعية العملية التى قد ظهر نزول الوحى بها والتى انعقد الاجماع عليها من ادلتها مع ملكة الاستنباط الصحيح منها۔ [۳]

---

[۱] مفتاح السعادہ ص ۱۹۴ [۲] اصول اسلام ص ۵، [۳] توضیح ص ۱۱

فقہ اسلامی کے مأخذ

فقہ اسلامی کے عملی قوانین کے متعدد بنیادی مأخذ ہیں جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت کے مأخذ اور تفصیلی احکام کا سرچشمہ چار ہیں۔

۱۔ قرآن کریم ۲۔ سنت نبوی ۳۔ اجماع امت ۴۔ قیاس

مذکورہ چاروں اصولوں کے لئے قرآن کی تشریح موجود ہے۔

یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تومنون باللّٰہ والیوم الاٰخر ذٰلک خیر واحسن تاویلاً ۔

بعض علماء نے ان چاروں بنیادی اصولوں کے علاوہ دوسرے اصول کو بھی شرعی مأخذ قرار دیا ہے جسے اصطلاح میں استدلال کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ پانچ ہیں۔

۱۔ استحسان ۲۔ مصالح مرسلہ ۳۔ استصحاب

۴۔ مسلک صحابی ۵۔ اسلاف کے قوانین

فقہ اسلامی کی
عہد بہ عہد ترقی

علامہ محمد الخضری نے اپنی تالیف "تاریخ التشریع الاسلامی" میں فقہ اسلامی کے چھ ادوار قائم کئے ہیں ۔

۱ ۔ فقہ بہ عہد رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

۲ ۔ فقہ بہ عہد صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۳ ۔ فقہ بہ عہد صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم (یہ عہد پہلی صدی ہجری کے بعد ختم ہو جاتا ہے)

۴ ۔ وہ عہد جب فقہ نے مستقل علم کی شکل اختیار کر لی ۔
(یہ عہد دوسری صدی کے اوائل سے شروع ہو کر تیسری صدی کے آخیر میں ختم ہو جاتا ہے) ۔

۵ ۔ وہ عہد جس میں ائمہ فقہاء کے مابین اکثر مسائل شرعیہ پر بحثیں ہوا کیں اور نتیجہ کے طور پر نت نئے فقہی مسائل پیدا ہو گئے ۔
(یہ دور خلافت عباسیہ کے زوال اور تاتاری غارتگری کے کچھ دنوں بعد ختم ہو جاتا ہے)

۶ ۔ فقہ بزمانہ تقلید ۔۔۔ یہ دور پانچویں صدی کے بعد شروع ہوا اور آج تک قائم ہے ۔ (تاریخ التشریع الاسلامی ترجمہ اردو ص ۷۳)

فقہ اسلامی کے متذکرہ بالا ادوار کا سرسری جائزہ لیا جائے تو تاریخ کے صفحات پر بے شمار فقہاء نظر آتے ہیں۔ مخصوص فقہاء کا اجمالی ذکر درج ذیل ہے ۔

مفتیان مدینہ :۔

۱ :۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۷ھ)

۲ :۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۷۳ھ)

۳ :۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۸ھ)

۴ :۔ حضرت سعید ابن المسیب المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۴ھ)

۵ :۔ حضرت عروہ ابن الزبیر بن العوام الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۴ھ)

۶ :۔ حضرت ابو بکر ابن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۴ھ)

۷ :۔ حضرت علی ابن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۴ھ)

۸ :۔ حضرت عبید اللہ ابن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۲ھ)

مفتیان مکہ

۱ :۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ)

۲ :۔ حضرت مجاہد ابن جبیر رضی اللہ عنہ (م ۱۰۳ھ)

۳ :۔ حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (م ۱۰۳ھ)

۴ :۔ حضرت ابو الزبیر محمد ابن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۲۸ھ)

مفتیان کوفہ

۱ :۔ حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ) ۲ :۔ حضرت مسروق ابن الاجدع

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام ۶۳ھ) **۳** :۔ حضرت شریح ابن الحارث رضی اللہ عنہ (م ۸۰ھ) **۴** :۔ حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ (م ۹۵ھ) **۵** :۔ حضرت عامر ابن شرجیل رضی اللہ عنہ (م ۱۰۳ھ)

مفتیان شام۔

۱ :۔ حضرت عبداللہ ابن غنم الاشعری رضی اللہ عنہ (م ۷۸ھ)

۲ :۔ حضرت رجاء بن حیوۃ الکندی رضی اللہ عنہ (م ۱۱۲ھ)

مفتیان مصر۔

۱ :۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ (م ۶۵ھ)

۲ :۔ حضرت یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ (م ۱۲۸ھ)

مفتیان یمن۔

۱ :۔ حضرت طاوس ابن کیسان الجندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۰۶ھ)

۲ :۔ حضرت وہب ابن الصنعانی رضی اللہ عنہ (م ۱۱۴ھ)

فقہی کتابوں کی تدوین میں عہد بنی عباس بہت زیادہ فیض رساں ثابت ہوا اس دور حکومت میں تدوین فقہ اور نشر و اشاعت کا کام باقاعدہ اور بہت منظم نظر آتا ہے۔ [1]

اس فن میں سب سے پہلے حضرت مالک ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری صدی ہجری میں ایک کتاب لکھی۔ [2]

---

[1] تاریخ الادب العربی ص ۳۰۰ [2] اردو انسائیکلوپیڈیا ص ۱۱۵۲

ہندوستان میں

فقہ اسلامی کا ارتقاء

ہندوستان میں مسلمان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں پہنچ چکے تھے۔ اس کے بعد حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں کچھ خاندان ہندوستان کے جنوبی سواحل پر آباد ہو گئے تھے۔ بعد میں تجارت کے فروغ سے یہاں عرب تاجروں کی مستقل آبادیاں قائم ہو گئیں ادھر سندھ میں عربوں کی فاتحانہ پیش قدمی نے انقلاب پیدا کر دیا اس علاقہ میں عربوں کا اثر و رسوخ بھاول پور ملتان تک چوتھی صدی ہجری تک رہا اس براعظم میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں تو جگہ جگہ مساجد و مدارس میں علماء کرام موجود تھے۔ یہ حضرات طلبہ کو فقہ اسلامی کی تعلیم دیتے ان سے عوام استفتاء کرتے اور یہ فتوی دیتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے بھی استفسارات شریعت اسلامیہ کے بارے میں ملتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے استفسارات کا حال بزرگ ابن شہریار کی کتاب :۔ "عجائب الہند" سے معلوم ہوتا ہے۔ بزرگ ابن شہریار ایک عرب جہاز راں محمد حسن نامی کی زبانی تیسری صدی ہجری کا یہ واقعہ نقل کرتا ہے کہ "میں سنہ ۲۸۸ھ میں منصورہ میں تھا وہاں مجھ سے مستند بزرگوں نے بیان کیا کہ الرا کے راجہ مہروق ابن رائق جو ہندوستان کا بڑا راجہ تھا اور جس کی حکومت کشمیر زیریں میں تھی۔ سنہ ۲۷۰ھ میں منصورہ کے بادشاہ عبد اللہ کو لکھا کہ وہ اسلامی شریعت کو زبان ہندی میں منتقل کریں"۔ [1]

---

[1] عجائب الہند ص ۲، ۱۰۲

ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں اور امیروں کو نہ صرف فقہ اسلامی سے دلچسپی تھی بلکہ انھوں نے اس فن میں تصانیف بھی چھوڑی ہیں چنانچہ سلطان محمود غزنوی فقہ اسلامی کا زبردست عالم تھا۔ اس نے ایک کتاب "التفرید فی الفروع" لکھی تھی[1] جو بلاد غزنہ میں بہت مقبول ہوئی۔ اس میں شافعی مذہب کے مطابق بکثرت مسائل بیان کئے گئے۔ امام مسعود ابن شیبہ جو اعیان فقہاء میں سے تھے انہوں نے سلطانی نسخہ سے اس کو نقل کیا تھا[2] اسی طرح ظہیر الدین بابر نے اصول مذاہب پر ایک کتاب لکھی تھی جو اپنے وقت میں بہت مقبول ہوئی[3] خوندمیر نے بادشاہ کے ایماء پر قانون ہمایوں کے نام سے فقہ پر ایک کتاب لکھی۔[4]

فتاویٰ کی ممتاز و مستند کتابیں جن کی نشاندہی تاریخ کرتی ہے یہ ہیں:۔

۱:۔ فتاویٰ فیروز شاہی	۲:۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی
۳:۔ فتاویٰ اکبر شاہی	۴:۔ فتاویٰ عادل شاہی
۵:۔ فتاویٰ تاتار خانی	۶:۔ فتاویٰ عالمگیری

فیروز شاہ کو فقہ سے بڑی دلچسپی تھی اس کی یہ خواہش تھی کہ حکومت احکام شرعیہ کے مطابق چلائی جائے چنانچہ اس کی خواہش پر فتاویٰ فیروز شاہی مرتب کی اس کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ مثلاً انڈیا آفس لائبریری لندن، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ، مولانا آزاد لائبریری علی گڈھ۔

فتاویٰ فیروز شاہی مولانا محمد یعقوب کرمانی نے زبان عربی میں لکھی تھی ان کے انتقال کے بعد سلطان فیروز شاہ نے مزید اضافوں کے ساتھ دوبارہ مرتب کرایا اور اس کا فارسی ترجمہ کرایا۔[5]

---

[1] ادب نامہ ایران ص ۹۳ [2] الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۱۵۰ و نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۹۵

[3] سلمانان ہندوپاک کی تاریخ ص ۱۴۳ [4] ہمایوں نامہ ص ۱۴۶ [5] سلطنت دہلی معاشی و علمی تاریخ ص ۱۰ و ص ۴۰

سلطان ابراہیم شرقی کے عہد (۱۴۰۲ء - ۱۴۴۰ء) میں فتاویٰ ابراہیم شاہی مرتب کیا گیا۔[1] عتیق اللہ بن اسمٰعیل ابن شیخ قاسم نے فتاویٰ اکبر شاہی لکھی اس کا قلمی نسخہ کتبخانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے۔ فتاویٰ عادل شاہی بھی مشہور ہے۔

سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں امیر تاتار خاں نے جہاں علماء کی مشاورت سے تفسیر تاتار خانی لکھوائی وہیں فتاویٰ تاتار خانی بھی مرتب کرایا۔[2] اس کی تیاری میں کتب خانہ تاتار خاں سے مدد لی گئی جس کے مہتمم عالم ابن علاء تھے۔

فتاویٰ کے سلسلے میں سب سے اہم کام اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے کیا انھوں نے فتاویٰ عالمگیری تیار کرائی جو آٹھ سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچی اور جس پر اس زمانہ میں دو لاکھ روپے صرف ہوئے۔

اورنگ زیب کی خواہش تھی کہ برِاعظم میں اسلامی حکومت پورے طور سے نافذ ہوجائے۔ اسی خواہش کے پیش نظر انھوں نے فتاویٰ عالمگیری تیار کرایا۔ اس اہم منصوبہ کی نگرانی شیخ نظام الدین برہان پوری فرمارہے تھے دہلی کے نامور علماء اور فقہاء کے علاوہ اطراف واکناف کے کثیر علماء کو بلایا گیا۔[3] ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے زائد علماء اس کام کے لئے مختص تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تدوین میں ملّا حامد کے معاون تھے لیکن بعد میں عزلت پسندی کی وجہ سے علیحدہ ہوگئے۔[4]

فتاویٰ عالمگیری اصل اردو میں لکھی گئی تھی۔ اس کے بعد عالمگیر نے مولانا چلپی سے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کرایا مولانا موصوف روم سے ہندوستان وارد ہوئے

۱؎ سلاطین ہند وپاک کی تاریخ تعلیم ص ۷۷ ۲؎ نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۱۸، ۱۹

۳؎ عالمگیر نامہ ص ۱۰۸ و بزم تیموریہ ص ۲۳۸ ۴؎ انفاس العارفین ص ۶۹

تھے۔ بخت آور خاں نے "مرأۃ العالم" میں آپ کی بہت تعریف لکھی ہے فتاوی عالمگیری کے ایڈیشن مصر سے بھی شائع ہوئے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری کے مرتب مخصوص فقہاء

۱۔ شیخ نظام الدین برہان پوری (سرپرست فتاویٰ عالمگیری) (م سنہ ۱۱۰۹ھ)

۲۔ قاضی محمد حسین جونپوری (محتسب و مرتب) (م سنہ ۱۰۷۶ھ)

۳۔ شیخ علی اکبر حسین اسعد اللہ خاں (〃 〃) (م سنہ ۱۰۹۰ھ)

۴۔ شیخ رضی الدین بھاگلپوری (〃 〃) (م سنہ ۱۰۹۶ھ)

۵۔ شیخ عبد الرحیم بن وجیہ الدین دہلوی (〃 〃) (م سنہ ۱۰۸۳ھ)

۶۔ مفتی وجیہ الدین گوپاموی (م سنہ ۱۰۸۳ھ)

۷۔ خطیب شیخ احمد ابن منصور گوپاموی

۸۔ ابو البرکات بن حسام الدین دہلوی

۹۔ شیخ محمد جمیل ابن عبد الجلیل جونپوری

۱۰۔ مولانا ابو الخیر ٹھٹھوی سندھی

۱۱۔ مولانا نظام الدین ابن نور محمد ٹھٹھوی سندھی

۱۲۔ شیخ محمد سعید بن قطب الدین سہالوی

۱۳۔ مفتی عبد الصمد جونپوری

۱۴۔ قاضی عصمت اللہ بن عبد القادر لکھنوی (م سنہ ۱۰۸۳ھ)

۱۵۔ مولانا جلال الدین محمد مچھلی شہری

۱۶۔ قاضی محمد دولت بن یعقوب فتحپوری

۱۷ - شیخ محمد غوث کاکوری

۱۸ - سید عبد الفتاح بن ہاشم صمدی

۱۹ - شیخ حامد ابن ابو حامد جونپوری

۲۰ - مفتی محمد اکرام حنفی لاہوری

۲۱ - علامہ ابو الفرح (معارف جنوری تا جون) (سنہ ۱۹۴۹ء)

۲۲ - علامہ غلام محمد قاضی القضاۃ "

۲۳ - ملا ابو واعظ ہرگاہی "

۲۴ - چلپی عبد اللہ ترک " (سنہ ۱۹۴۷ء)

۲۵ - مولانا وجیہہ الرب "

۲۶ - مولانا محمد فائق "

۲۷ - ملا محمد اکرام "

۲۸ - مولانا محمد شفیع "

۲۹ - سر سید محمد قنوجی "

۳۰ - شیخ قاضی علی اکبر آبادی " (سنہ ۱۹۴۴ء)

۳۱ - شیخ نور الدین خوابی " "

شاہی سرپرستی کی کتابوں کے علاوہ ہندوستان میں بے شمار علماء ایسے گذرے ہیں جن کی فقہی تصانیف موجود ہیں۔

پہلی صدی ہجری میں ہندوستان میں کوئی فقیہہ نظر نہیں آتا جسکے تاریخی وجوہات ہیں چونکہ اس وقت ہندوستان میں اسلام کا نفوذ نہیں ہو پایا تھا۔ دوسری صدی میں دو نام ملتے ہیں

۱ - شیخ موسیٰ ابن یعقوب تقتفی ـ ۲ - نجیح ابن عبد الرحمٰن ابو شعری

سندھی صاحب المغازی سنہ ھ ۔ [1]

تیسری اور چوتھی صدی میں ایک نام ملتا ہے۔

۱۔ ابو العباس احمد ابن صالح منصوری سندھی داؤدی صاحب کتاب المصباح الکتاب الہادی وکتاب السیر ۔ [2]

البتہ پانچویں صدی میں مندرجہ ذیل تین نام ملتے ہیں۔

(۱) فخر الدین حسین زنجانی لاہوری ۔ (۲) شیخ امام ابو الحسن علی ابن عثمان ہجویری غزنوی لاہوری ۴۶۵ھ ۔ (۳) سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی صاحب التفرید فی الفروع (۴۲۱ھ) [3]

جب ہم چھٹی صدی میں آتے ہیں تو اس میں مندرجہ ذیل چار نام ملتے ہیں:۔

۱۔ شیخ نصر ابن سعید لاہوری المتوفی ۵۵۱ھ (۲)۔ محمد بن عثمان جرجانی المتوفی ۵۹۰ھ (۳)۔ محمود ابن محمد ابن خلف لاہوری (۴)۔ یوسف ابن ابی بکر ابن علی گردیزی المتوفی ۵۳۱ھ ۔

لیکن ساتویں صدی میں جب اسلام کا کامل طور پر ہندوستان میں نفوذ ہو چکا تھا اور مسلم فاتحین اسلامی علوم کی نشر واشاعت کے لئے دانشگاہیں قائم کر رہے تھے اس وقت لمبی فہرست فقہا کی نظر آتی ہے۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں علماء اور فقہاء کی بڑی تعداد علوم کی ترویج واشاعت میں سرگرم نظر آتی ہے جن کی فہرست سنہ وار درج ذیل ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے فقہاء

نمبر شمار	اسمائے گرامی	وفات	نمبر شمار	اسمائے گرامی	وفات
۱	شیخ ابو بکر ابن یوسف سقراوی سنجری		۲	احمد بن محمد ہانسوی نعمانی	۶۵۹

[1] نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۳۵ [2] نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۵۰ [3] نزہۃ الخواطر ج ۱ ص ۴۹

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۳	شیخ اسحاق بن علی بخاری دہلوی	۶۹۰
۴	قاضی اسماعیل ابن علی سندھی	
۵	بدرالدین غزنوی دہلوی	۶۷۵
۶	بدرالدین حسینی دہلوی	۶۲۶
۷	بدرالدین فردوسی سمرقندی دہلوی	
۸	امام رضی الدین ابوالفضائل حسن ابن محمد صنعانی ــــ صاحب مشارق الانوار مصباح الدجیٰ فی حدیث المصطفیٰ، الشمس المنیرہ والعباب الزاخرہ وغیرہ	
۹	شیخ جلال الدین حسین ابن علی بخاری	
۱۰	قاضی رکن الدین فردوسی دہلوی	
۱۱	شیخ ذکی الدین احمد لاہوری	
۱۲	شیخ سدید الدین حسنی دہلوی	۶۹۵
۱۳	شیخ شرف الدین ولوالجی دہلوی	
۱۴	قاضی شرف الدین اصفہانی	
۱۵	شیخ شمس الدین عراقی	
۱۶	شیخ شمس الدین مارہروی	۶۳۹
۱۷	شیخ صمصام الدین فرغانی	

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۸	شیخ قاضی ظہیر الدین دہلوی	
۱۹	شیخ خواجہ عزیز کرکی بدالیونی	۶۶۶
۲۰	شیخ کمال الدین جعفری بدایونی صاحب المغنی	
۲۱	شیخ محمد ابن احمد ماریکلی دہلوی	۶۸۴
۲۲	قاضی عماد الدین محمد شغرقانی	۶۴۶
۲۳	امام برہان الدین محمود ابن ابوالخیر اسعد بلخی	۶۸۷
۲۴	مولانا منہاج الدین ترمذی ملتانی	
۲۵	شیخ نجم الدین صغری	
۲۶	نجیب الدین ابن سلیمان عدوی دہلوی	۶۶۹
۲۷	شیخ نظام الدین فرغانی	
۲۸	قاضی وجیہ الدین کاشانی	

آٹھویں صدی ہجری کے فقہاء

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ اسحٰق مغربی	۷۶۶
۲	شیخ اسمٰعیل بن محمد ملتانی	۷۹۵
۳	شیخ امام الدین دہلوی	۷۸۰
۴	شیخ بدرالدین شافعی معبری	
۵	مولانا برہان الدین حنفی	
۶	قاضی تاج الدین ابن شیخ الاسلام	
۷	شیخ بہاء الدین اچی	
۸	شیخ قطب الدین محمد بن احمد حسینی مدنی کردی	
۹	قاضی جلال الدین کاشانی	
۱۰	شیخ قاضی جلال الدین دلوالجی	
۱۱	شیخ جمال الدین مغربی	
۱۲	شیخ جمال الدین بن عبداللہ دہلوی کوٹلی	
۱۳	شیخ جمال الدین اودی	
۱۴	شیخ ابوعبداللہ حسین ابن عمر قاضی غیاث پوری صاحب حاشیہ ہدایہ	۷۹۸
۱۵	شیخ جلال الدین حسین ابن احمد بخاری اچی	۷۸۵
۱۶	حماد الدین ابن حماد عماد الدین حنفی صوفی کاشانی	
۱۷	شیخ رکن الدین بن جلال الدین کاشانی ملتانی	
۱۸	ابوالفتح رکن الدین ابن صدرالدین ملتانی	۷۹۶
۱۹	شیخ امام رکن الدین بدایونی	
۲۰	شیخ زین الدین بن عبدالرحمٰن عمری کاملی دہلوی	
۲۱	قاضی زین الدین مبارک گوالیاری	
۲۲	شیخ قاضی سماء الدین حنفی دہلوی	
۲۳	" امام سراج الدین ثقفی دہلوی	
۲۴	" سعید الدین ابن نجم الدین ابراہیم قندھاری	۷۳۶
۲۵	امام سلیمان ابن زکریا قریشی	
۲۶	قاضی سماء الدین ابن فخرالدین بجنوری	۷۷۶

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۲۷	شیخ شمس الدین بن عبدالرحمٰن خراسانی	۷۳۰
۲۸	شیخ شہاب الدین صوفی دہلوی	
۲۹	" شہاب الدین بن فخرالدین زاہری میرٹھی	
۳۰	شیخ امام صدرالدین حنفی بھکری سندھی	
۳۱	قاضی ضیاءالدین سمنانی	
۳۲	شیخ عبدالعزیز اردبیلی	
۳۳	" عبداللہ بن محمد دہلوی صاحب شرح تنقیح الاصول	۷۵۰
۳۴	قاضی امام عبدالمقتدر کنتری ابن محمود دہلوی	۷۹۱
۳۵	شیخ حسام الدین عثمان داؤد ملتانی	۷۳۶
۳۶	شیخ عزالدین زبیری	
۳۷	" عفیف الدین کاشانی	
۳۸	" علاءالدین حنفی اندری	۷۷۷
۳۹	" علاءالدین اودی	
۴۰	" علاءالدین حسینی سندیلوی	

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۴۱	شیخ امام سراج الدین عمر بن اسحٰق بن احمد ہندی غزنوی۔ صاحب التوشیح شرح ہدایہ، زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام، شرح بدیع الاصول والغرۃ المنیفۃ فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ، شرح الزیادات شرح الجامعین، شرح المنار، شرح المختار، وعدۃ المناسک فی المناسک و شرح عقیدۃ الطحاوی	
۴۲	شیخ عمر ابن محمد حنفی صاحب الفتاوی الضیائیہ	
۴۳	شیخ فخرالدین مروزی	
۴۴	" فخرالدین ابن رکن الدین بجنوری	
۴۵	" فریدالدین محمود ابن علی ناگوری	
۴۶	" فریدالدین دولت آبادی	
۴۷	" فضل ابن زکریا اسدی ملتانی	
۴۸	قاضی فصیح الدین علاءالملک سیوی سیاہی خراسانی	
۴۹	" کمال الدین ابن بایزید اجودھنی مالوی	
۵۰	قاضی مجدالدین ملتانی	

نویں صدی ہجری کے فقہاء

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ ابوالفتح بن عبدالحی جونپوری	۸۵۸
۲	،، احمد بن حسن بلخی بہاری	۸۹۱
۳	،، احمد بن محمود حسینی نہروانی گجراتی	۸۰۱
۴	،، جلال الدین احمد بن یعقوب بستی	نویں صدی
۵	،، شہاب الدین احمد بن عبداللہ کھنوی	۸۴۹
۶	شیخ احمد بن عمر زاولی قاضی شہاب الدین دولت آبادی صاحب شرح اصول بزدوی	۸۴۹
۷	قاضی احمد بن محمد حنفی قاضی نظام الدین صاحب الفتاوی الابراہیم شاہیہ (فتاوی قاضی کے معیار کا)	۸۶۲/۸۷۵
۸	شیخ نورالدین احمد بن عمر مدھوروی پنڈوی	۸۱۸
۹	شیخ اسحاق بن ابواسحاق مالوی	
۱۰	،، مخدوم اشرف بن ابراہیم سمنانی معروف جہانگیری صاحب الفتاوی اشرفیہ وغیرہما	۸۰۸

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۱	شیخ برہان الدین حنفی مالوی	۸۲۵
۱۲	،، تاج الدین قاضی اودھی ظفرآبادی	۸۳۱
۱۳	شیخ جمال الدین کشمیری	
۱۴	،، قاضی حماد الدین بن محمد اکرم گجراتی	
۱۵	،، جمشید اسرائیلی حنفی صوفی راجگیری	۸۴۲
۱۶	،، حامد بن محمود بخاری	
۱۷	،، حسام الدین حنفی صوفی فتحپوری	۸۰۰
۱۸	،، حسن بن حسین بلخی بہاری	۸۵۵
۱۹	،، حسن بن محمد اوساوی گجراتی	۸۷۰
۲۰	،، حسین بن اسمٰعیل ملتانی	
۲۱	،، خوند بن بدا شبینی گجراتی	۸۷۴
۲۲	،، رکن الدین بن صدرالدین جونپوری	۸۷۳
۲۳	شیخ رکن الدین بن شہاب الدین صوفی دہلوی	
۲۴	شیخ رکن الدین قرشی ظفرآبادی	

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۲۵	شیخ علامہ رکن الدین بن حسام الدین حنفی ناگوری صاحب الفتاوی الحمادیہ	نویں صدی
۲۶	شیخ سارنگ دہلوی لکھنوی	۸۵۵
۲۷	" سراج الدین حنفی کالپوی	۸۳۰
۲۸	" سراج الدین بن علامہ کمال الدین دہلوی	۸۱۷
۲۹	شیخ سعد اللہ بن محمد متوکل کنتوری	۸۰۶
۳۰	شیخ اسلام اللہ مندوی	
۳۱	ستار الدین بن نظام الدین غزنوی	۸۱۸
۳۲	شیخ شمس الدین اولوی گجراتی	۸۰۴
۳۳	" شہاب الدین مداری اودی	
۳۴	" صلاح الدین بن طالب گجراتی	۸۹۵
۳۵	" ضیاء الدین رفائی دنگلوری	۸۲۰
۳۶	" عبد الرزاق بن عبد الغفور جھنجھنوی	۸۴۸
۳۷	شیخ عبد اللطیف بن جمال الدین	
۳۸	" عبد اللطیف بن محمود قرشی گجراتی	۸۸۹
۳۹	شیخ عبد اللہ بن محمود حسینی بخاری گجراتی	۸۵۷

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۴۰	شیخ عبد اللہ بن یوسف ملتانی	۹۰۰
۴۱	" عثمان حسینی گجراتی	۸۶۳
۴۲	" عزیز اللہ بن یحییٰ مندوی	۸۵۲
۴۳	" علاء الدین علی بن احمد مہائمی صاحب انعام الملک العلام باحکام حکم الاحکام وغیرہ	(نویں صدی)
۴۴	شیخ عماد الدین غوری نارنول	
۴۵	" عین الدین بن محمد بیجاپوری	۸۳۵
۴۶	" غوث الدین قادری بغدادی گجراتی	۸۹۵
۴۷	قاضی فخر الدین ابوبکر رمضان شالیاتی شافعی ملیباری	
۴۸	شیخ ابو الغیب قطب الدین بن نور الدین واسطی ظفرآبادی	۸۶۹
۴۹	شیخ قیام الدین قریشی حنفی ظفرآبادی	۸۱۷
۵۰	" کبیر الدین بن اسمٰعیل ملتانی	۸۲۵
۵۱	" کمال الدین بن قوام الدین ناگوری چشتی	(نویں صدی)
۵۲	" مبارک بن حمید حنفی صوفی بنارسی	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۵۳	شیخ محمد بن احمد بن حسین بخاری اچی سلتانی	۸۲۷
۵۴	شیخ محمد بن حسین سندھی گجراتی	۸۴۷
۵۵	" محمد حسین بن احمد ٹھٹھوی سندھی	۸۹۳
۵۶	" محمد بن رفیع الدین بخاری اچی	۸۸۱
۵۷	" محمد بن عبد اللہ بخاری گجراتی	۸۹۲
۵۸	" محمد بن علاء الدین منیری ترہتی	۸۹۲
۵۹	" محمد بن قاسم بن برہان الدین اودھی	۸۹۶
۶۰	" محمد بن یوسف حسینی صدر الدین دہلوی گلبرگوی	۸۲۵
۶۱	شیخ محمد بن ابو محمد تندوائی دریابادی	۸۰۴
۶۲	" محمد اکرم حنفی گجراتی	
۶۳	" محمود بن عبد اللہ بخاری گجراتی	۸۰۸
۶۴	" محمود بن علاء الدین نصیرآبادی	۸۶۸
۶۵	" محمود بن محمد دہلوی صاحب شرح منار	۸۹۱
۶۶	شیخ مودود بن محمد اجودھنی نہروانی گجراتی	۸۱۱

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۶۷	شیخ ابراہیم بن فتح اللہ ملتانی	۸۶۵
۶۸	" احمد بن محمد تھانیسری	۸۲۰
۶۹	" قاضی اسمٰعیل بن عبد اللہ گجراتی	۸۶۵
۷۰	" تاج الدین بن یوسف تبردانی گجراتی	
۷۱	" جلال الدین بن اسمٰعیل عمری ناگپوری	
۷۲	" حسین بن محمد بھروچی گجراتی	۸۹۸
۷۳	" شمس الدین خواجگی بن احمد ملتانی کروی	
۷۴	شیخ خواجہ بن جلال الدین عمری ناگپوری	
۷۵	شیخ مفتی داؤد بن رکن ناگوری	
۷۶	زین الدین بن بدر الدین عرقی	
۷۷	سعد الدین بن قاضی بڈھن خیرآبادی صاحب شرح بزدوی و شرح حسامی	۸۸۲
۷۸	شیخ صدر جہاں گجراتی	
۷۹	" عبد الغنی مندوی	
۸۰	" فتح اللہ بن نظام اودی	۸۲۱
۸۱	" محمد ساوی بن ابو محمد ساوی	۸۰۹
۸۲	" نصیر الدین دہلوی جونپوری	۸۱۷
۸۳	" نجم الدین گلبرگوی	

دسویں صدی کے فقہاء

شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات	شمار نمبر	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ ابراہیم بن جمال سندھی		۱۶	شیخ احمد بن عبد الملک ٹھوری	۹۶۶
۲	شیخ ابراہیم سرہندی	۹۹۴	۱۷	〃 احمد بن محمد بہاری حنفی	دسویں صدی
۳	شیخ فاضل ابراہیم جونپوری		۱۸	〃 احمد بن محمد حسینی حنفی	
۴	〃 ابوبکر اکبرآبادی صاحب			سندیلوی	〃
	شرح وصایا وغیرہ		۱۹	〃 احمد حنفی سرہندی	〃
۵	شیخ ابوالغیث بخاری	۹۹۵	۲۰	〃 احمد فیاض حنفی امیٹھوی	〃
۶	〃 ابوالفتح بن جمال مکی	۹۵۴	۲۱	〃 احمد حنفی ملتانی	〃
۷	مفتی ابوالفتح بن عبد الغفور	۹۷۶	۲۲	〃 اسمٰعیل بن ابدال لاہوری	۹۹۴
۸	قاضی ابوالمعالی بخاری صاحب		۲۳	〃 اسمٰعیل بن عبد اللہ لاہوری	۹۷۸
	حب المغنی کتاب بسیط		۲۴	〃 اسمٰعیل بن محمد ملتانی	۹۸۵
۹	ابو یزید بن لشکر محمد برہانپوری	۹۹۹	۲۵	مولانا اسمٰعیل نقشبندی	۹۸۰
۱۰	شیخ احمد بن ابوالفتح غازیپوری		۲۶	شیخ اللہ بخش گیلانی	۹۹۴
۱۱	قاضی احمد بن اسماعیل حسینی		۲۷	〃 اللہ بخش چشتی گجراتی	۹۷۰
	داؤدی ظفرآبادی معروف "با احمد نور"	۹۹۵	۲۸	〃 میرک بایزید سندھی	
۱۲	شیخ احمد بن اسمٰعیل سندوی		۲۹	〃 بدرالدین بن جلال الدین گجراتی	۹۹۳
۱۳	〃 احمد بن زین جونپوری برنوی	۹۶۳			
۱۴	〃 احمد بن ضیاء الدین حسینی سندوی	۹۴۸	۳۰	شیخ بدرالدین بن جلال الدین اکبرآبادی	۹۹۸
۱۵	〃 احمد بن عبد القدوس گنگوہی	۹۷۴			

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۳۱	شیخ برہان الدین بن تاج الدین کالپوی	۹۷۰
۳۲	قاضی برہان الدین نہروانی گجراتی	
۳۳	شیخ برہان الدین حنفی ملتانی	
۳۴	〃 بہاء الدین بن خلق اللہ عمری جونپوری	۹۱۱
۳۵	شیخ بہاء الدین بن معز الدین گجراتی	۹۱۲
۳۶	شیخ پیر محمد بن جلال گجراتی	۹۴۹
۳۷	شیخ تاج الدین یوسف بن کمال کمال الدین مندوی	۹۵۰
۳۸	شیخ جلال الدین برہانپوری	۹۳۳
۳۹	〃 جلال الدین حنفی صوفی کالپوی	۹۹۰
۴۰	〃 جمال الدین بن محمود بن علم الدین	۹۰۴
۴۱	〃 مفتی جنید بن بہاء الدین اکبرآبادی	۹۹۸
۴۲	شیخ چندن جونپوری	
۴۳	〃 چندن قرشی اکبرآبادی	
۴۴	قاضی جگن حنفی گجراتی	۹۲۰
۴۵	〃 حبیب اللہ گھوسوی بن احمد جونپوری	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۴۶	شیخ حسن بن احمد گجراتی	۹۸۲
۴۷	〃 حسن بن حسام الدین چشتی مارنوی	۹۹۸
۴۸	شیخ حسن بن طاہر بن کمال عباسی جونپوری	۹۰۹
۴۹	شیخ قاضی حماد حنفی اودلوی	
۵۰	〃 مولانا حمید الدین سنبھلی	
۵۱	الشیخ خواجگی بن علی بن خیر الدین دہلوی	
۵۲	شیخ داؤد حنفی سندھی	
۵۳	〃 قاضی دتہ بن شرف الدین	
۵۴	مولانا درویش محمد واعظ دہلوی	۹۹۷
۵۵	الشیخ عصمت اللہ سندھی صاحب کتاب المناسک	۹۹۴
۵۶	شیخ رکن الدین سندھی	۹۴۹
۵۷	〃 زین الدین بن عبد العزیز ملیباری صاحب قرۃ العین فی مہمات الدین	۹۸۲
۵۸	شیخ زین الدین بن علی ملیباری شافعی صاحب تصانیف کثیرہ فی القرآن القدیم	۹۲۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۵۹	شیخ سالار حجتہ الدین حنفی کوروی	۹۴۶
۶۰	شیخ سلیمان بن عفان دہلوی مندوی	۹۴۵
۶۱	" شکر ناظمی گجراتی	۹۷۰
۶۲	" قاضی شکر اللہ بن وجہ الدین	۹۶۰
۶۳	" شمس الدین بن صدر الدین ملتانی	۹۸۸
۶۴	" شمس الدین کشمیری	دسویں صدی
۶۵	" قاضی صدر الدین قرشی عباسی	۹۹۰
۶۶	" صدر الدین سندھی	دسویں صدی
۶۷	" سید صفائی بن مرتضیٰ حسینی ترمذی	۹۹۱
۶۸	" قاضی مدح الدین خلیل حنفی جونپوری	دسویں صدی
۶۹	" مولانا عبد الاول بن علی حسینی جون پوری	" "
۷۰	" عبد الجلیل بن طٰہٰ انصاری جونپوری	۹۹۰
۷۱	" عبد الحکیم بن بہاء الدین برہان پوری	دسویں صدی
۷۲	" عبد الرحمٰن بن عبد الرزاق سہارنپوری	۹۶۰
۷۳	شیخ قاضی عبد الشکور بن اسماعیل سہوانی	۹۴۲
۷۴	" عبد الغفور پانی پتی	دسویں صدی
۷۵	" عبد الغفور بن عبد الملک سردھوی	۹۹۰
۷۶	" عبد الغفور حنفی صوفی اعظم پوری	۹۸۵
۷۷	" عبد القدوس بن اسماعیل گنگوہی	۹۴۴
۷۸	" قاضی عبد اللہ بن ابراہیم سندھی	دسویں صدی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۷۹	شیخ عبداللہ سلطانپوری بن شمس الدین	۹۹۰
۸۰	مولانا عبداللہ سندی سانانی بدایونی	دسویں صدی
۸۱	شیخ مفتی عبدالملک بن محمود امروہوی	۹۵۰
۸۲	" علی بن حسام الدین برہانپوری	
۸۳	صاحب کنز العمال، الحدیث، وغیرہ	۹۷۵
۸۴	شیخ فخرالدین بن داؤد اکبرآبادی	۹۷۰
۸۵	" فخرالدین بن بکیرالدین جون پوری	۹۹۵
۸۶	" قاضی فضل اللہ حنفی دیوبندی	دسویں صدی
۸۷	" مولانا قاسم دیوان حنفی سندھی	۹۷۷
۸۸	" قاضی قاضن بن ابی سعید سندھی	۹۵۸
۸۹	" قاضی مبارک بن شہاب الدین گوپاموی	دسویں صدی
۹۰	" مبارک بن عبدالمقتدر جھنجانوی	"
۹۱	" مبارک بن ابوالمبارک یاتری سندھی	۹۷۸
۹۲	" محمد مبارک بن ابوالمبارک الوری	۹۸۷
۹۳	" محب اللہ بن خواجگی بن علی سدھوری	دسویں صدی
۹۴	" محمد بن احمد نہروانی	۹۹۰
۹۵	" محمد بن عاشق محی الدین عباسی چریاکوٹی صاحب حاشیۃ التلویح والکوکب الساری	۹۰۲
۹۶	شیخ محمد بن عبدالملک خالدی	۹۸۴
۹۷	" محمد بن مبارک حنفی جونپوری	دسویں صدی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۹۸	شیخ شمس الدین محمد بن محمد گجراتی	۹۳۲
۹۹	" محمد بن محمود تتوی	۹۷۰
۱۰۰	" محمد بن یوسف قرشی ماندوی	۹۷۴
۱۰۱	" محمد بن ابی محمد اچی	۹۴۳
۱۰۲	" محمد بن ابو محمد شافعی نائطی	دسویں صدی
۱۰۳	" محمد بن ابو محمد حنفی تھانیسری	"
۱۰۴	" محمد معین حنفی لاہوری	۹۹۵
۱۰۵	" محمود بن ابو سعید حنفی سندھی	۹۶۴
۱۰۶	" قاضی محمود بن احمد نائطی بیجاپوری	۹۹۴
۱۰۷	" محمود بن بابو گجراتی	۹۴۳
۱۰۸	" قاضی محمود بن حامد علوی گجراتی	۹۴۱
۱۰۹	" مفتی محمود بن عطاء اللہ امروہوی	۹۱۷
۱۱۰	" قاضی محمود ابو محمود مورچی گجراتی	دسویں صدی
۱۱۱	" مصطفےٰ ابن عبد الستار انصاری سہارنپوری	۱۰۰۰
۱۱۲	" مظفر علیم بن محمود گجراتی	۹۳۲
۱۱۳	" قاضی منجھلہ جونپوری	دسویں صدی
۱۱۴	" منجھن شطاری کمالپوری	" "
۱۱۵	" قاضی من اللہ بن نعیم اللہ	" "
۱۱۶	" میبا بن یوسف مندوی	" "
۱۱۷	" سنا نجیو بن داؤد فتنی گجراتی	۹۱۱

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۱۸	شیخ قاضی نجم الدین گجراتی	۹۱۱
۱۱۹	" نور اللہ بن ابو سعید بھکری	دسویں صدی
۱۲۰	" نصیر الدین بن مجد الدین گجراتی	۹۱۰
۱۲۱	" نظام الدین بن محمد لیسین عثمانی امیٹھوی	۹۷۹
۱۲۲	" علامہ حبیب الدین علوی گجراتی صاحب حاشیہ اصول بزدوی حاشیہ ہدایہ و شرح وقایہ و حاشیہ تلویح و حاشیہ تفسیر بیضاوی و حواشی شرح التحریر و شرح عقائد و شرح مواقف	۹۹۸
۱۲۳	شیخ یحییٰ بن ابو الفیض امراوی سمرقندی	۹۹۹
۱۲۴	" قاضی یعقوب بن ابو یعقوب حنفی مولانا اللہ داد جونپوری صاحب شرح ہدایہ شرح بزدوی و شرح قنیہ و شرح مدارک و شرح کافیہ	۹۹۸
۱۲۵	شیخ مولانا شعیب بن منہاج لاہوری دہلوی	۹۳۶
۱۲۶	سید عبد اللہ بن سید عبد الخالق بھاکری	
۱۲۷	میر سید عبد الاول بن حسینی صاحب حواشی کثیرہ و فیض الباری شرح بخاری	
۱۲۸	شیخ مفتی محمد فیروز معروف بہ پنجہ گنائی کشمیر	۹۷۳

گیارھویں صدی ہجری کے فقہا

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ ابو تراب بن ابو المعالی حنفی بیجاپوری	۱۰۸۶
۲	" ابو الفتح حنفی ملتانی	گیارھویں صدی

نمبر شمار	اسمائے کرام	سن وفات
۳	شیخ احمد بن حسین نائطی بیجاپوری	۱۱۰۰
۴	" افضل محمد بن یوسف اکبرآبادی	۱۰۰۳
۵	" جان محمد بدھوری	۱۰۸۴
۶	" حاجی محمد حنفی کشمیری صاحب مصباح الشریعہ	۱۰۰۶
۷	" درویز پشاوری	۱۰۴۸
۸	" سلطان تھانیسری	گیارھویں صدی
۹	" سلیمان کردی	"
۱۰	" عبدالرحمن کابلی	"
۱۱	قاضی عبدالسلام صاحب برہان پوری صاحب شرح مختصر وقایہ	"
۱۲	شیخ عبدالغفور بن داؤد	۱۰۰۶
۱۳	" عبدالقادر بخاری اکبرآبادی	۱۰۰۵
۱۴	" عبدالکریم بن عبداللہ مدھوری	۱۰۴۵
۱۵	" عبداللطیف بن محمد لاہوری	گیارھویں صدی
۱۶	" مولانا عبدالمومن سندھی	"
۱۷	" عبدالواحد بن محمد سندوری	۱۰۱۷
۱۸	" عثمان بن منجھن سارنگ پوری	گیارھویں صدی
۱۹	" عطاء اللہ بن حبیب اللہ جونپوری	۱۰۶۳
۲۰	" قطب الدین بن عبدالعزیز دہلوی	۱۰۲۳
۲۱	" قیام الدین بن نظام الدین لاہوری	۱۰۱۳
۲۲	" کمال محمد عباسی گجراتی	۱۰۱۳

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۲۳	شیخ لطیف اللہ کوروی	گیارھویں صدی
۲۴	" محمد اشرف بن محمد سعید منہوزی	"
۲۵	" قاضی افضل حنفی صوفی لاہوری	۱۰۹۲
۲۶	" محمد رشید بن محمد عثمانی جونپوری صاحب مناظرہ رشیدیہ	۱۰۸۳
۲۷	" قاضی محمد زاہد حنفی کابلی	۱۰۳۹
۲۸	" محمد شریف بن محمد فرید گجراتی	گیارھویں صدی
۲۹	" مولانا مومن ترمذی	۱۰۹۰
۳۰	" محمد مودود بن محمد حسین جونپوری	۱۰۱۸
۳۱	" محمد ہاشم بن عبد الحق دہلوی	گیارھویں صدی
۳۲	" نور اللہ بن طٰہٰ انصاری جونپوری	۱۰۱۲
۳۳	" مولانا ہدایت اللہ بن اسحاق نصیرآبادی صاحب رسالہ فی الخراج	گیارھویں صدی
۳۴	حضرت مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی	

بارھویں صدی کے فقہا

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱	شیخ مفتی ابوالبرکات بن حسام الدین حنفی دہلوی مرتب فتاویٰ عالمگیری	بارھویں صدی
۲	شیخ قاضی ابوبکر شافعی مدراسی	۱۱۵۷
۳	" امام ابوالحسن نورالدین محمد بن عبد الہادی سندھی صاحب حاشیہ فتح القدیر و حواشی ستہ وغیرہ	۱۱۳۸
۴	شیخ امام ابوالحسن بن صادق سندھی صاحب شرح جامع الاصول	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
	مختار الاطوار وغیرہ	۱۱۸۷
۵	شیخ ابوالحسن حنفی کشمیری	بارھویں صدی
۶	〃 ابوالخیر بن قاضی ثناء اللہ عمری جونپوری	۱۱۹۸
۷	〃 ابوسعید بن علیم اللہ گوپاموی	۱۱۵۱
۸	〃 ابوالفتح کانی حنفی کشمیری	۱۱۴۹
۹	〃 مفتی ابوالفتح حنفی کشمیری صاحب حواشی علی الکتب المدرسیہ	۱۱۰۲
۱۰	〃 ابوالفرح گجراتی	بارھویں صدی
۱۱	〃 مفتی ابومحمد بن محمد عاقل مودودی سہسوانی	۱۱۵۵
۱۲	〃 ابوالوفا حنفی کشمیری (چار جلدوں میں ایک کتاب فقہ میں تالیف کی)	۱۱۷۹
۱۳	شیخ احمد بن ابوالمنصور گوپاموی ۔ مرتب فتاویٰ عالمگیری	بارھویں صدی
۱۴	〃 قاضی احمد حماد بن جان محمد سہالوی فتحپوری	〃 〃
۱۵	〃 اسماعیل نقشبندی پشاوری	〃 〃
۱۶	〃 امام الدین بن سعد اللہ دین جونپوری	۱۱۲۶
۱۷	〃 امان اللہ بن نور اللہ بنارسی صاحب الفرد والحکم ، شرح المغر… اصول فقہ وغیرہ	۱۱۳۳
۱۸	〃 امین الدین بن بدیع الدین کنتوری	بارھویں صدی
۱۹	〃 امین الدین بن غیاث الدین محمود حنفی جونپوری صاحب المقتنیات	〃 〃
۲۰	شیخ اہل اللہ بن عبدالرحیم صاحب مختصر الہدایہ وغیرہ	۱۱۸۷

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۲۱	شیخ بدر الدین جونپوری	۱۱۱۱
۲۲	" بدر عالم بن محمد باقر قدوائی ساداموی	۱۱۰۸
۲۳	" مفتی تابع محمد بن مفتی محمد سعید لکھنوی صاحب سراج المنیر	بارھویں صدی
۲۴	" شمس الدین حبیب اللہ مرزا جانجاناں دہلوی	۱۱۹۵
۲۵	" جلال الدین بن محمد گجراتی	۱۱۱۴
۲۶	" جلال الدین ہاشمی مچھلی شہری مرتب فتاویٰ عالمگیریہ	بارھویں صدی
۲۷	" غلام حامد حنفی جونپوری مرتب فتاویٰ عالمگیریہ	" "
۲۸	" حبیب اللہ بن ذکی الدین حنفی بہاری	۱۱۲۸
۲۹	" قاضی حبیب اللہ حنفی تاجپوری	۱۱۰۸
۳۰	" حبیب اللہ حنفی قنوجی (فقہ میں ایک رسالہ تالیف کیا)	۱۱۴۰
۳۱	" حسن بن ابو الحسن نارنولی دہلوی	۱۱۰۳
۳۲	" مفتی قاضی حسن سعید بن محمد جونپوری	۱۱۵۷
۳۳	" قاضی حیدر بن ابو حیدر کشمیری فقیہ اکبر	۱۱۲۱
۳۴	" شیخ خواجہ میر بن محمد ناصر حسین دہلوی	۱۱۹۹
۳۵	شیخ خلیل بن قاضی بابا حیدر آبادی	۱۱۵۶
۳۶	" خوب محمد حنفی چشتی احمد آبادی گجراتی	۱۱۰۳
۳۷	" قاضی خیر اللہ بن مبارک جونپوری	بارھویں صدی
۳۸	" درگاہی بن عبد الخیر بلگرامی واسطی	۱۱۱۰
۳۹	" مفتی درویش محمد عثمانی حنفی بدایونی	بارھویں صدی
۴۰	" رحمت اللہ بن غلام محمد بکری بجنوری لکھنوی	" "

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۴۱	شیخ سعید الدین بن جمال الدین بلگرامی	بارھویں صدی
۴۲	" سعد الدین بن امان اللہ کشمیری	۱۱۵۱
۴۳	" سلطان محمد کرمانی دہلوی	بارھویں صدی
۴۴	" مقصود بن احمد	۱۱۲۳
۴۵	" شرف الدین بن محی الدین اعظمی لکھنوی	۱۱۳۳
۴۶	" شمس الدین بن ملا انگنوی جونپوری	بارھویں صدی
۴۷	" شہاب الدین بن محمد حسین گوپاموی	۱۱۲۰
۴۸	شیخ الاسلام بن قاضی عبد الوہاب گجراتی	۱۱۰۹
۴۹	شیخ الاسلام بن فخر الدین دہلوی	بارھویں صدی
۵۰	" صبغۃ اللہ بن معصوم سرھندی	۱۱۲۱
۵۱	" ضیاء الدین خاں محمد بلگرامی	۱۱۰۴
۵۲	" عبد الرسول بن یوسف سندیلوی	بارھویں صدی
۵۳	" عبد الصمد بن ابو الحسن	۱۱۷۱
۵۴	" عبد الصمد عثمانی جونپوری	بارھویں صدی
۵۵	" ابو الفرح ابو الفتاح بن ہاشم صمدانی	" "
۵۶	" عبد الکریم حنفی کشمیری	" "
۵۷	" عبد اللہ بن اسماعیل لاہوری	۱۱۳۱
۵۸	" عبد اللہ حسینی بلگرامی	۱۱۳۲
۵۹	" مفتی عبد المومن بن احسن اللہ کشمیری	۱۱۹۷
۶۰	" عبد الوہاب بن ہاشم حنفی منور آبادی	۱۱۵۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۶۱	شیخ قاضی عثمان احمد بن قاضی احسان اللہ بلگرامی	بارھویں صدی
۶۲	" قاضی عصمت اللہ بن عبد القادر لکھنوی	۱۱۱۳
۶۳	" علیم اللہ بن عبد اللہ گوپاموی	۱۱۰۳
۶۴	" عنایت اللہ بن عبد الستار بلگرامی	۱۱۲۰
۶۵	" عنایت اللہ بن ہداد بالاپوری	۱۱۱۷
۶۶	" عنایت اللہ کشمیری	۱۱۲۵
۶۷	" عنایت اللہ مدھوری	۱۱۴۱
۶۸	" غلام حسین ابن شہاب الدین اورنگ آبادی	۱۱۷۶
۶۹	" غلام مصطفیٰ بن محمد اسعد لکھنوی	
۷۰	" قاضی فتح علی حنفی قنوجی	۱۱۲۰
۷۱	" فخر الدین بن نظام الدین اورنگ آبادی دہلوی	۱۱۹۹
۷۲	" فرخ شاہ بن محمد سعید سرہندی	۱۱۲۲
۷۳	" فصیح الدین بن ابو یزید پھلواروی	بارھویں صدی
۷۴	" فضل اللہ بن محمد فاضل	۱۱۲۸
۷۵	" فیض الحسن بن نور الحسن	۱۱۵۱
۷۶	" قاسم بن ہاشم دہلوی	بارھویں صدی
۷۷	" قطب الدین بن عبد الحلیم	۱۱۰۳
۷۸	" قطب الدین نقشبندی	۱۱۷۳
۷۹	" قاضی قل احمد بن احمد مسعود	بارھویں صدی
۸۰	" کمال الدین بن عنایت اللہ سندھی	۱۱۳۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۸۱	شیخ امام کمال الدین محمد دولت فتح پوری	۱۱۷۵
۸۲	" مجیب اللہ بن ظہور اللہ پھلواڑی	۱۱۹۱
۸۳	" محب اللہ بن عبد الشکور بہاری	۱۱۱۹
۸۴	" محمد بن جعفر گجراتی	۱۱۱۱
۸۵	" محمد آصف بن عبد النبی نگرامی	۱۱۸۵
۸۶	" محمد اسعد بن قطب الدین سہالوی	بارھویں صدی
۸۷	" محمد اشرف بن محمد طیب کشمیری	
۸۸	" محمد اکرم بن قاضی عبد الرحمٰن نصرپوری سندھی	
۸۹	" قاضی محمد اکرم حنفی دہلوی	۱۱۱۶
۹۰	" محمد امان بن ابو سعید صدیقی سنتھالوی	۱۱۹۵
۹۱	" محمد امیر بن قاضی مبارک عمری گوپاموی	بارھویں صدی
۹۲	" محمد باقر بن داود بخش بلگرامی	۱۱۳۱
۹۳	" محمد جمیل بن مفتی عبد الجلیل جونپوری	۱۱۲۳
۹۴	" محمد حافظ بن محمد فضل بلگرامی	۱۱۲۳
۹۵	" محمد حسین بن خلیل اللہ بیجاپوری	۱۱۰۸
۹۶	" محمد حیات بربانپوری	بارھویں صدی
۹۷	" محمد سعید بن قطب الدین سہالوی	" "
۹۸	" محمد سعید بن یوسف انبالوی	۱۱۰۳
۹۹	" محمد صدیق حنفی لاہوری	۱۱۹۳
۱۰۰	" عاشق بن عبد الواجد سہالوی	۱۱۳۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۰۱	شیخ محمد عدل بن محمد بریلوی	۱۱۹۲
۱۰۲	، محمد علی بن محمد لطیف بدایونی	۱۱۹۶
۱۰۳	، محمد غوث بن ابوالخیر کاکوروی	۱۱۱۸
۱۰۴	، محمد محسن دہلوی	۱۱۴۷
۱۰۵	، محمد معصوم بن نظام الدین جائسی	
۱۰۶	، محمد ناصر حسینی دہلوی	۱۱۷۲
۱۰۷	، محمد نعیم بن مفتی محمد فائض اودی جونپوری	۱۱۲۰
۱۰۸	، شہاب الدین محمود بن ابوالمحمود مدراسی	بارھویں صدی
۱۰۹	، محی الدین بن قاضی داؤد الٰہ آبادی	، ،
۱۱۰	، مربی بن عبدالنبی حسنی واسطی بلگرامی	۱۱۱۷
۱۱۱	، قاضی مربی ترمذی تھانوی	بارھویں صدی
۱۱۲	، مرتضٰی بن یحیٰی	۱۱۰۹
۱۱۳	، معین الدین عثمانی	۱۱۳۱
۱۱۴	، میزان بیجاپوری	۱۱۲۵
۱۱۵	، نجم الدین بن عباس برہانپوری	
۱۱۶	، نصیر الدین حسینی برہانپوری	۱۱۱۹
۱۱۷	، امام نظام الدین بن قطب الدین لکھنوی	۱۱۶۱
۱۱۸	، نظام الدین بن نورالدین گجراتی	۱۱۶۵
۱۱۹	، قاضی نورالحق بن قاضی عبدالوہاب گجراتی	بارھویں صدی
۱۲۰	، مفتی نورالحق بن محب اللہ دہلوی	، ،

سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
۱۱۸۰	شیخ نور الحق بن قاضی محمد عاشق سہالوی	۱۲۱
۱۱۵۵	〃 نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی گجراتی	۱۲۲
	〃 نور اللہ بن حسین محمد آبادی بنارسی	۱۲۳
۱۱۱۳	〃 نور اللہ بن کرم اللہ	۱۲۴
۱۱۳۵	〃 نور محمد حسینی نقشبندی بدایونی	۱۲۵
۱۱۷۶	〃 ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی	۱۲۶
۱۱۸۷	〃 یعقوب بن عبد العزیز لکھنوی سہالوی	۱۲۷
	〃 بحر العلوم مولانا عبد العلی صاحب لکھنوی	۱۲۸
	〃 ملا احمد جیون صاحب (مصنف نور الانوار)	۱۲۹
	〃 مولانا محب اللہ بہاری	۱۳۰

تیرھویں صدی کے فقہاء

سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
۱۲۳۴	شیخ آدم بن ابو آدم مدراسی	۱
۱۲۶۹	〃 آل احمد بن نظر سہوانی	۲
۱۲۷۲	〃 ابو الحسن بن عبد الجامع لکھنوی	۳
۱۲۵۰	〃 ابو سعید بن صفی دہلوی	۴
۱۲۶۷	〃 مفتی احسان علی بن امان علی پھلواری	۵
۱۲۸۱	〃 احسان غنی بن جعفر	۶
۱۲۱۹	〃 احمد بن مصطفیٰ کشمیری	۷

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۸	شیخ احمد بن مصطفیٰ	۱۲۳۴
۹	" احمد بن نعیم کشمیری	۱۲۷۲
۱۰	" احمد بن یعقوب لکھنوی	تیرھویں صدی
۱۱	" احمد بن احمد علی سہارنپوری	۱۲۹۷
۱۲	" احمد گل بھوپالی	۱۲۸۶
۱۳	" احمد بن سعید دہلوی	۱۲۷۷
۱۴	" احمد اللہ بن دلیل اللہ	تیرھویں صدی
۱۵	" احمد بن قاضی عبد الرحیم	"
۱۶	" اسد اللہ بن نور اللہ لکھنوی	۱۲۰۱
۱۷	" امام الدین بن علی امروہوی	۱۲۵۶
۱۸	" امین الدھر بن عالی تبار جائسی	۱۲۵۰
۱۹	" امین اللہ بن محمد اطہر لکھنوی	۱۲۵۳
۲۰	" انوار الحق رامپوری	
۲۱	" مفتی انوار علی آروی	۱۲۶۲
۲۲	" ببر علی انیاروی شیعی	۱۲۴۸
۲۳	" برہان الدین بن سرفراز علی اعظمی	تیرھویں صدی
۲۴	" برہان الحق بن نور الحق لکھنوی	۱۲۸۶
۲۵	" بشارت اللہ بن امانت اللہ بہرائچی	۱۲۵۴
۲۶	" ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۲۷	" جان محمد مدھوری	۱۲۶۸

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۲۸	شیخ جمال الدین حنفی کشمیری	۱۲۴۳
۲۹	" حبیب اللہ بن محب اللہ لکھنوی	۱۲۱۶
۳۰	" حبیب اللہ بن محمد درویش شافعی	۱۲۲۲
۳۱	" حسن علی بن عبد العلی لکھنوی	۱۲۵۵
۳۲	" حسین بن دلدار علی نصیر آبادی	۱۲۷۳
۳۳	" حسین بن رمضان علی	۱۲۷۱
۳۴	" حسین بخش بن میر محمد کوروی	۱۲۵۸
۳۵	" حسین علی بن عبد الباسط قنوجی	۱۲۲۳
۳۶	" خادم احمد بن حیدر لکھنوی	۱۲۵۶
۳۷	" قاضی ذوالفقار علی بن یوسف حیدرآبادی	۱۲۶۰
۳۸	" رجب علی بن امام بخش جونپوری	۱۲۹۶
۳۹	" مفتی رحمت علی حسینی دہلوی	تیرھویں صدی
۴۰	" رحمت اللہ الہ آبادی	۱۲۹۳
۴۱	" رضا بن محمد کشمیری	۱۲۷۶
۴۲	" رضی الدین بن قاضی علیم الدین	۱۲۷۴
۴۳	" زبیر بن ابو زبیر رامپوری	
۴۴	" سخاوت علی بن رعایت علی جونپوری	۱۲۶۴
۴۵	" شرف الدین حنفی رامپوری	۱۲۶۸
۴۶	" سعد الدین سندھی	۱۲۹۳
۴۷	" صدر الدین بن لطف اللہ کشمیری	۱۲۸۵

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۴۸	شیخ صدیق بن ابوصدیق گجراتی	تیرھویں صدی
۴۹	" صدیق بن بزرگ علی مارہروی	۱۲۹۲
۵۰	" طیب بن احمد رفیقی کشمیری	۱۲۶۶
۵۱	" ظہور الحق بن نور الحق پھلواڑی	۱۲۳۴
۵۲	" عالم علی بن کفایت علی مرادآبادی	۱۲۹۵
۵۳	" عبدالباسط بن عبدالرزاق لکھنوی	۱۲۹۵
۵۴	" عبدالجامع بن عبدالنافع لکھنوی	۱۲۷۲
۵۵	" شیخ عبدالجبار شاہجہانپوری	تیرھویں صدی
۵۶	" عبدالحق بن خلیل الرحمٰن	" "
۵۷	" عبدالحق بن عمران رامپوری	۱۲۵۲
۵۸	" عبدالحکیم شیخ پوری	۱۲۹۵
۵۹	" عبدالرب بن شرف الدین لکھنوی	۱۲۰۸
۶۰	" عبدالرحمٰن بن سیف الرحمٰن جالندھری	۱۲۵۸
۶۱	" قاضی عبدالصمد قرشی افغانی	۱۲۶۶
۶۲	" عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی	۱۲۳۹
۶۳	" عبدالعلی بن پیر علی	۱۲۹۹
۶۴	" عبدالعلی بن علی اصغر قنوجی	تیرھویں صدی
۶۵	" عبدالعلی بن نظام الدین فرنگی محلی	۱۲۲۵
۶۶	" عبدالقادر حیدرآبادی	۱۲۷۹
۶۷	" مفتی عبدالقیوم بن عبدالحئی بڈھانوی	۱۲۹۹

سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
۱۲۴۹	شیخ عبدالکریم بن محمد مقیم بریلوی	۶۸
تیرھویں صدی	" عبداللہ بن صابر سورتی	۶۹
۱۲۸۸	" عبداللہ بن صبغۃ اللہ مدراسی	۷۰
۱۲۸۹	" عبداللطیف بن ابوالحسن	۷۱
۱۲۳۳	" عبدالمغنی بن معین ہاشمی پھلواروی	۷۲
۱۲۱۳	" عزیزالحق بن ثناءالحق جونپوری	۷۳
۱۲۹۲	" علم الہدیٰ بن قاضی رحمت الدین	۷۴
۱۲۹۲	" علی اشرف بن علی اکبر پھلواروی	۷۵
تیرھویں صدی	" عمادالدین بن عبدالرسول کشمیری	۷۶
۱۲۷۱	" عمر بن ابوعمر رامپوری	۷۷
۱۲۷۶	" غلام احمد بن غلام محمد سورتی	۷۸
۱۲۳۴	" غلام حضرت بن محمد غوث لکھنوی	۷۹
۱۲۵۱	" غلام علی بن جمال سورتی	۸۰
۱۲۱۴	" غلام فرید لاہوری	۸۱
۱۲۷۲	" غلام اللہ بن غلام فرید لاہوری	۸۲
۱۲۵۲	" غلام نبی بن غلام سرور	۸۳
تیرھویں صدی	" فخرالدین شافعی بیروری	۸۴
۱۲۸۹	" فضل رسول بن عبدالحمید بدایونی	۸۵
تیرھویں صدی	" فضل الرحمٰن حنفی بردوانی	۸۶
" "	" فضل اللہ بن اسرار احمد رنتوی	۸۷

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۸۸	شیخ فقیہ اللہ بن اصلح اللہ سندیلوی	۱۲۶۹
۸۹	" قطب الدین بن محی الدین دہلوی	۱۲۸۹
۹۰	" قطب الہدیٰ بن محمد واضح بریلوی	۱۲۲۶
۹۱	" قوام الدین بن سعد الدین کشمیری	۱۲۱۹
۹۲	" کرم الٰہی لاہوری	۱۲۸۲
۹۳	" کرامت علی بن امام بخش جونپوری	۱۲۹۰
۹۴	" کریم الدین بن لطف اللہ دہلوی	۱۲۹۱
۹۵	" مبین بن محب لکھنوی	۱۲۲۵
۹۶	" مجاہد الدین بن معلوم بالاپوری	۱۲۳۵
۹۷	" محبوب علی رامپوری	تیرھویں صدی
۹۸	" محمد بن ابو محمد	"
۹۹	" محمد بن احمد حیدرآبادی	۱۲۷۳
۱۰۰	" محمد بن ضیاء الدین بردواتی	تیرھویں صدی
۱۰۱	" محمد بن عرفان رامپوری	"
۱۰۲	" محمد بن محمود کشمیری	۱۲۴۳
۱۰۳	" محمد بن نعمت اللہ پھلواروی	۱۲۷۲
۱۰۴	" مفتی محمد معصوم عظیم آبادی	۱۲۷۲
۱۰۵	" محمد آفاق بن احسان اللہ دہلوی	۱۲۵۱
۱۰۶	" محمد اصغر بن مفتی احمد لکھنوی	۱۲۵۵
۱۰۷	" مفتی محمد افضل بن مرحوم پھلواروی	۱۲۱۸

سن وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
تیرھویں صدی	شیخ محمد اکرم بن جان محمد شاہجہاں پوری	۱۰۸
۱۲۲۰	〃 محمد برکت عظیم آبادی	۱۰۹
۱۲۷۴	〃 محمد جمیل بن عبد الغفار برہانپوری	۱۱۰
۱۲۷۲	〃 محمد سعید اسلمی مدراسی	۱۱۱
۱۲۴۰	〃 محمد شاکر حنفی سورتی	۱۱۲
۱۲۵۷	〃 محمد عابد بن احمد علی سندھی	۱۱۳
۱۲۷۵	〃 محمد عظیم پشاوری	۱۱۴
تیرھویں صدی	〃 محمد علی بن عبد الحکیم بھیروی	۱۱۵
۱۲۲۰	〃 نقی محمد عوض بن درویش بریلوی	۱۱۶
۱۲۳۸	〃 محمد غوث بن ناصر الدین مدراسی	۱۱۷
۱۲۹۷	〃 محمد لطیف ہاشمی مچھلی شہری	۱۱۸
۱۲۰۱	〃 محمد مرشد بن ارشد	۱۱۹
۱۲۲۷	〃 محمد مستان بن عبد السبحان	۱۲۰
۱۲۵۴	〃 قاضی محمد معروف بن عبد اللہ مدراسی	۱۲۱
۱۲۹۱	〃 محمد نصیر بن مولانا بخش دہلوی	۱۲۲
۱۲۷۰	〃 محی الدین بن عبد القادر بدایونی	۱۲۳
۱۲۷۱	〃 مخصوص اللہ بن رفیع الدین	۱۲۴
۱۲۸۱	〃 مراد اللہ بن نعمت اللہ لکھنوی	۱۲۵
۱۲۵۰	〃 مرتضیٰ بن مصطفےٰ لکھنوی	۱۲۶
تیرھویں صدی	〃 مرتضیٰ حسینی لکھنوی	۱۲۷

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات
۱۲۸	شیخ مصطفیٰ بن طیب کشمیری	۱۲۹۴
۱۲۹	" مصلح الدین بن صالح سورتی	تیرھویں صدی
۱۳۰	" مظفر حسین بن محمد بخش	۱۲۸۳
۱۳۱	" نظام الدین بن خیر الدین	۱۲۴۰
۱۳۲	" نوازش علی بن ناصر علی نگینوی	تیرھویں صدی
۱۳۳	" مفتی نور احمد بن نظر محمد سہوانی	۱۲۸۰
۱۳۴	" نور الحق بن قاضی محمد منعم رامپوری	۱۲۲۳
۱۳۵	" نور الدین بن عبد اللہ کشمیری	۱۲۸۸
۱۳۶	" ولی اللہ بن احمد علی فرخ آبادی	۱۲۴۹
۱۳۷	" ولی اللہ لاہوری	۱۲۹۶
۱۳۸	" ہادی بن علی احمد	۱۲۷۵
۱۳۹	" یاد علی نقوی شیعی	۱۲۵۳
۱۴۰	" یعقوب حنفی	۱۲۸۰
۱۴۱	" قاضی یوسف بن ابو یوسف افغانی	۱۲۴۰
۱۴۲	" یوسف بن عبد اللہ بیجاپوری	۱۲۱۹
۱۴۳	مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	
۱۴۴	مولانا رضا علی بریلوی (اعلحضرت کے دادا)	
۱۴۵	مولانا مفتی نقی علی بریلوی (اعلحضرت کے والد)	
۱۴۶	مولانا سید آل رسول احمدی (اعلحضرت کے مرشد)	
۱۴۷	مولانا نور محمد فرنگی محلی	
۱۴۸	مولانا انوار احمد " "	

فقہائے ہند اور انکی فقہی تصانیف

فقہ اور اصول فقہ اپنی عظمت اور عبقریت کے پیش نظر ایسا مشکل فن ہے جو "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کے مصداق ہے۔ اس فن سے دلچسپی انہی کو ہو سکتی ہے جن کو قدرت نے کمال فیاضی کے ساتھ بالغ نظری اور ژرف نگاہی کا ملکہ بھی عطا کیا ہو۔ لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس فن میں بھی فقہائے ہند نے مہتم بالشان خدمات انجام دی ہیں اور اس دل سوزی و جگر کاوی کے ساتھ فقہ کی نشر و اشاعت کی ہے کہ بے ساختہ کہنا پڑتا ہے " ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" ___ ہم ذیل میں فقہائے ہند کی مختصر فہرست قلمبند کرتے ہیں۔ جن سے فقہ اسلامی میں ان کی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔

الف

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۱	شیخ حمید الدین مخلص دہلوی	۷۹۴ھ	شرح ھدایہ
۲	" فداد دہلوی		
۳	" حسین غیاث پوری ابن طاہر سرلیں	۷۹۸ھ	حاشیہ
۴	محمد اشرف سمنانی کچھوچھوی بن ابراہیم	۸۰۹ھ	"

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۵	شیخ الہ داد جونپوری	۹۲۳	حاشیہ ھدایہ،
۶	" وجیہ الدین علوی گجراتی	۹۹۸	حاشیہ ہدایہ و شرح وقایہ
۷	مفتی عبد السلام اعظمی دیوی پور	۱۰۴۷	حاشیہ ہدایہ
۸	شیخ محمد نعیم جونپوری بن محمد فائز		" "
۹	" پیر محمد جونپوری لکھنوی بن اولیا	۱۰۸۵	" "
۱۰	" ولی اللہ لکھنوی بن حبیب اللہ	۱۲۷۰	" "
۱۱	" عبد الحکیم لکھنوی بن عبد الرب	۱۲۸۹	" "
۱۲	" عبد الحکیم لکھنوی بن امین اللہ	۱۲۸۵	" "
۱۳	سید عبد اللہ حسینی بلگرامی بن آل محمد		" "
۱۴	مولانا عبد الحئی فرنگی محلی بن عبد الحکیم لکھنوی	۱۳۰۴	" "
۱۵	مولوی محمد حسن سنبھلی		" "
۱۶	شیخ عبد الحق سرہندی		ترجمہ ہدایہ فارسی، شرح ہدایہ، حاشیہ ہدایہ
۱۷	قاضی غلام یحیٰی بہاری		ترجمہ ہدایہ
۱۸	سید امیر علی لکھنوی بن معظم علی		عین الھدایہ ترجمہ ھدایہ
۱۹	شیخ عنایت اللہ لاہوری		حاشیہ شرح وقایہ
۲۰	شیخ محمد وارث بنارسی بن عنایت اللہ		"
۲۱	مولانا عبد المجید لکھنوی بن عبد الحلیم		تکملہ عمدۃ الرعایہ
۲۲	مولانا عبد العزیز لکھنوی بن عبد الرحیم		" "
۲۳	مولانا مفتی یوسف فرنگی محلی بن محمد اصغر		حاشیہ شرح وقایہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	اسمائے کتب
۲۴	مولانا عبد الرزاق لکھنوی بن جمال الدین		حاشیہ شرح وقایہ
۲۵	حکیم فخر الدین حسنی رائے بریلوی ابن السلی		"
۲۶	شیخ برہان الدین دیوی پوری ابن سرفراز علی		"
۲۷	مفتی سعد اللہ مراد آبادی بن نظام الدین	۱۲۹۴	"
۲۸	مولانا خادم احمد لکھنوی	۱۲۷۱	"
۲۹	سید معین الدین حسینی کاظمی کڑوی		"
۳۰	شیخ عبد الحق سرہندی		ترجمہ شرح وقایہ
۳۱	وحید الزماں ابن مسیح الزماں لکھنوی		نور الابصار ترجمہ شرح وقایہ ۳ جز
۳۲	شیخ عبد الشکور جون پوری		شرح مختصر وقایہ
۳۳	مولوی محمد شکور جعفری بن امانت علی		شرح کنز الدقائق
۳۴	مولانا محمد سلطان بریلوی		ترجمہ کنز الدقائق
۳۵	مولوی محمد احسن نانوتوی	۱۳۱۲	احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق (اردو)
۳۶	فیض الحسن گجراتی بن نور الحسن		فرح شاہی شرح خلاصہ
۳۷	شیخ محمد عابد لاہوری		شرح فرح شاہی
۳۸	مولوی نصر اللہ خاں خورجوی	۱۲۹۹	"
۳۹	مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی بن شاہ محمد		حاشیہ در مختار ونہایۃ الدلائل
۴۰	مفتی خلیل الدین خاں	۱۲۸۱	شرح در مختار
۴۱	مولانا خرم علی بلہوری	۱۲۷۱	غایۃ الاوطار
۴۲	شیخ جمال میٹھی گجراتی بن عبد اللطیف بن عبد الحمید		شرح مواہب الرحمٰن

کے لئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ گرامی مولانا وصی احمد محدث سورتی کے ارشاد کی بناء پر مولانا امجد علی اعظمی مطب چھوڑ کر بریلی شریف چلے گئے۔ ابتدائی تدریس کا کام شروع کیا۔ بعدازاں مطبع اہلسنت کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبۂ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔ افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھی۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت سے نوازے گئے تقریباً ۱۸ برس شیخ کامل کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ اور کمال عروج کو پہونچے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی فتاوٰی کے سلسلے میں آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا" آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ [1]

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدر الشریعہ کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھی ہوئی تھیں، تدریس، پریس کی نگرانی۔ پروف ریڈنگ، پریس مینوں کو ہدایت، پارسلوں کی ترسیل اور فتویٰ نویسی وغیرہ امور تن تنہا انجام دیتے۔ فیض رضا نے دین کے لئے کام کرنے کی وہ سیرت پیدا کر دی تھی کہ تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بعض حضرات کہا کرتے تھے" مولانا امجد علی صاحب کام کی مشین ہیں۔ [2]

---

[1] ملفوظات جلد اول ص۹۳

[2] ماہنامہ" پاسبان" امام احمد رضا نمبر۔ مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء ص۶۵

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کا فقید المثال ترجمۂ قرآن مجید مسمّٰی باسم تاریخی "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء آپ ہی کی مساعیٔ جمیلہ سے شروع ہوا اور پایۂ تکمیل کو پہونچا۔

آپ نے ابتدائے شباب سے تدریس کا کام شروع کیا اور آخر حیات تک جاری رکھا۔ اور ایسا نابغۂ روزگار حضرات تیار کئے جن پر علم وفضل کو بھی ناز ہے طویل عرصہ تک منظر اسلام بریلی میں فرائض تدریس انجام دیئے ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں بحیثیت صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف چلے گئے۔ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء میں پھر بریلی چلے آئے۔ اور تین سال تک قیام کیا۔[۱] بعد ازاں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں (علیگڈھ) کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دار العلوم حافظیہ سعدیہ میں تشریف لے گئے۔ اور سات سال تک بہ کمال حسن وخوبی فرائض تدریس انجام دیئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۶ء) میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں امتحان کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپ کے فضل وکمال کا اعتراف ان الفاظ میں کیا "مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنھیں میں منتخب جانتا ہوں۔"[۲]

اسی زمانے میں مولانا عبد الشاہد خاں شیروانی اسی مدرسہ میں نائب مدرس تھے۔ انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے "مولانا محمد امجد علی اعظمی سات سال سے صدر مدرس تھے۔ بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے کہنہ مشقی کی بنا پر درسیات میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔"[۳]

---

[۱] البواقیت المہریہ صد ۸۰
[۲] تذکرۂ علمائے اہلسنت صد ۵۳
[۳] باغی ہندوستان صد ۲۳۷

سنہ ۱۳۶۴ھ (۱۹۴۵ء) تک منظر اسلام بریلی میں درس دیا۔ اجمیر شریف کے قرب و جوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد آباد تھی جو اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن ان میں فرائض و واجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ حضرت صدر الشریعہ کے ایماء پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا۔ اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقتدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ [۱]

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں "اجمیر کے زمانۂ قیام میں نو مسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی صاحب نے خوب تبلیغ کی۔ اور اس کے بہت مفید نتائج برامد ہوئے۔ [۲]

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن تفسیر، حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات نوک زبان پر رہتی تھیں۔ اس لئے دور حاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرمایا۔ [۳]

۲ ذی قعدہ مطابق ۶ ستمبر بروز دوشنبہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء رات کے گیارہ بجے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔ درج ذیل آیت مبارکہ مادۂ تاریخ ہے۔

ان المتقین فی جنّٰت وعیون ○

(۱۳۶۷ ھ)

---

[۱] ماہنامہ پاسبان (امام احمد رضا نمبر) ص [illegible] [۲] یادگار بریلی ص ۱۶

[۳] تذکرۂ علمائے اہلسنت بریلی ص ۵۲

تصانیف :-

۱ - بہار شریعت حصہ اول
۲ - بہار شریعت " دوئم
۳ - بہار شریعت " سوئم
۴ - بہار شریعت " چہارم
۵ - بہار شریعت " پنجم
۶ - بہار شریعت " ششم
۷ - بہار شریعت " ہفتم
۸ - بہار شریعت " ہشتم
۹ - بہار شریعت " نہم
۱۰ - بہار شریعت " دہم
۱۱ - بہار شریعت " یازدہم
۱۲ - بہار شریعت " دوازدہم
۱۳ - بہار شریعت " سیزدہم
۱۴ - بہار شریعت " چہاردہم
۱۵ - بہار شریعت " پانزدہم
۱۶ - بہار شریعت " شانزدہم
۱۷ - بہار شریعت " ہفدہم
۱۸ - فتاوی امجدیہ

مشاہیر تلامذہ

۱۔ مولنٰنا ابو الفضل سردار احمد لائلپوری محدث اعظم پاکستان
۲۔ مولنٰنا حشمت علی لکھنوی مناظرِ اعظم
۳۔ مولنٰنا محمد الیاس سیالکوٹی
۴۔ مولنٰنا مفتی محمد اعجاز الرضوی
۵۔ مولنٰنا غلام یزدانی سابق صدر مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی
۶۔ مولنٰنا سید غلام جیلانی
۷۔ مولانا عبد العزیز شیخ الحدیث صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ مبارکپور وبانیٔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن مجاہد اعظم صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت
۹۔ مولانا رفاقت حسین مفتیٔ اعظم کانپور
۱۰۔ مولانا وقار الدین دار العلوم امجدیہ کراچی
۱۱۔ مولانا تقدس علی خاں شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ (سندھ)
۱۲۔ مولانا ولی النبی بیکی تورڈ میر شریف (مردان)
۱۳۔ مولانا مختار الحق خطیب اعظم دار السلام لائلپور
۱۴۔ حضرت مولانا علاء الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم غریب نواز الہ آباد۔

۶- حضرت مولانا فتح علی شاہ قدس سرہٗ

(۱۲۹۶ھ / ۱۳۷۷ھ)

مولانا سید فتح علی شاہ بن امیر شاہ بن قیوم زماں شاہ قدست اسرارہم ۱۱ ربیع الاولیٰ ۱۲۹۶ھ کو کھروٹہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد درس نظامی کی ابتدائی کتب والد ماجد اور جد امجد سے پڑھی۔ مولانا عبدالرحمن کوٹلوی سے حدیث و فقہ کا درس لیا۔ مولانا محمد عبداللہ سے جامعہ حنفیہ گجرات میں درس لیا۔ جامعہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی میں کچھ دنوں رہے۔ منظر اسلام بریلی میں دورۂ حدیث کیا۔ ۱۹۱۴ء میں سند حدیث حاصل کی ۱۹۱۵ء میں جامعہ طبیہ دہلی سے طب کی سند حاصل کی ۱۹۱۸ء میں بریلی حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے ۱۹۲۰ء میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ سیالکوٹ جموں و کشمیر وغیرہ میں تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۰ء تک جامع مسجد سیالکوٹ چھاونی میں فرائض خطابت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی تحریک میں امیر ملت سید پیر جماعت علی شاہ قدس سرہٗ کی قیادت میں شاہی مسجد لاہور کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے ۱۹۳۹ء میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہٗ کی صدارت میں مجلس منعقد ہوئی جس میں وہ علماء مراد آباد و علماء سیالکوٹ کے ساتھ شریک ہوئے ۱۹۵۳ء میں سیالکوٹ کی تحریک ختم نبوت کو بڑی کامیابی سے چلایا۔

۸ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۵۸ء کو آپ کا وصال ہوا۔

مزار شریف کوٹلہ ضلع سیالکوٹ میں ہے۔ [۱]

---

[۱] تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۳۶۷-۳۶۸

۷۔ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب

(۱۳۰۰ھ/۱۳۶۷ھ)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ کا تاریخی نام غلام مصطفیٰ ہے۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد گرامی مولانا معین الدین صاحب نزہت بن مولانا امین الدین صاحب راسخ بن مولانا کریم الدین صاحب آرزو اپنے دور کے ممتاز افاضل تھے۔ ۲۱ صفر ۱۳۰۰ھ کو حضرت صدر الافاضل کی ولادت ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں پورا قرآن کریم حفظ کرلیا۔ اردو فارسی کی تعلیم دینے والے مولانا معین الدین صاحب نزہت اور ملا حسن تک مولانا شاہ فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی بقیہ درس نظامی اور دورۂ حدیث وغیرہ جامع معقول و منقول مولانا گل محمد صاحب قدس سرہٗ سے پورا کر کے اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ و طب یونانی وغیرہ کی تکمیل کرلی۔ دو سال مزید اعلیٰ تعلیم اپنے استاذ گرامی سے حاصل کی ۱۳۲۰ھ میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ زمانۂ طالب علمی میں روح کے حدوث و قدم پر ایک آریہ سے مرادآباد میں علمی مباحثہ ہوا اور آپ نے اس کو قائل اور ساکت کردیا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے تعلق بھی ایک عجیب طرح سے ہوا۔ مولوی محمد ادریس دیوبندی راجپوتانہ نے اعلیٰ حضرت کے خلاف اخبار "نظام الملک" میں ایک مضمون شائع کیا۔ حضرت صدر الافاضل نے پڑھنے کے بعد فوراً اس کا جواب دیا اس مولوی نے بھی جواب دیا۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ ہفتوں قائم رہا بعض متاثر کے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط لکھا کہ آپ کے جو مضامین "نظام الملک"

میں چھپ رہے ہیں وہ ہمیں بھیجیں۔ اعلیٰ حضرت کو تعجب ہوا اور نظام الملک منگا کر دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ ملا اشرف صاحب مرادآبادی جو اعلیٰ حضرت کے یہاں آتے جاتے تھے بلاکر پوچھا کہ یہ کون صاحب مضامین لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ایک فاضل نوجوان مولانا نعیم الدین صاحب ہیں کہ کچھ دنوں بعد شریف محمد صاحب مرحوم حضرت صدر الافاضل کو لیکر بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اور اس کے بعد آمد و رفت کا ایسا سلسلہ قائم ہوا کہ مرادآباد سے ہر ہفتہ بریلی شریف حاضر ہوتے۔ اعلیٰ حضرت کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔ نجیب آباد ضلع بجنور میں مولوی اشرف علی تھانوی کے مقابلہ میں آپ کو بھیجا گیا۔ مگر تھانوی صاحب حاضر مناظرہ نہ ہوسکے۔ مولوی محمد علی مونگیری جو مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ معظمہ میں بیس سال تک مدرس رہ چکے تھے۔ انہوں نے بھاگلپور میں چیلنج مناظرہ کیا کہ عربی میں جو مجھ سے چاہے مناظرہ کرے۔ اہلسنت نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو خبر دی آپ نے حضرت صدر الشریعہ اور حضرت صدر الافاضل کو وہاں بھیجا۔ صدر الافاضل نے وہاں پہنچ کر کہا کہ آپ کی طرف سے عربی مناظرہ کی شرط منظور ہے۔ لیکن ہماری طرف سے دو شرطیں بھی منظور کرنی ہوں گی کہ مناظرہ عربی میں منظوم اور غیر منقوط ہوگا۔ یہ سننا تھا کہ مناظرہ ہوئے بغیر وہابیہ فرار ہوئے اور اہلسنت نے فتح کا جلسہ کیا۔ آریوں سے ایک مناظرہ میں آپ نے بریلی میں پنڈت رام چندر کو تھوڑے سے وقت میں ساکت و لاجواب کردیا۔

آپ ایک فصیح اللسان مقرر و خطیب تھے ۱۳۵۴ھ میں حضرت شاہ اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہٗ اور حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی قدس سرہٗ و دیگر علماء و مشائخ کی معیت میں حج کیا۔ حکومت سعودی عرب نے آپ حضرات کو اپنا مہمان بنانا چاہا مگر آپ حضرات نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ہمارے لئے

بس اتنی مہربانی کافی ہے کہ ہمارے کسی کام میں مداخلت نہ کی جائے۔ ۱۹۳۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا انعقاد ہوا۔ ہندو پاکستان کے گوشے گوشے سے علماء و مشائخ و رہبران دین و ملک کو جمع کرنے میں آپ کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور بڑی نمایاں خدمات ہیں۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد آپ کی علمی و روحانی یادگار ہے۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ کو ۷۰ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

تصانیف:۔

۱۔ تفسیر خزائن العرفان
۲۔ الکلمۃ العلیا
۳۔ التحقیقات
۴۔ اطیب البیان

۸۔ مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صاحب میرٹھی قدس سرہٗ

(۱۳۱۰ھ / ۱۳۷۴ھ)

حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی ابن حضرت مولانا محمد عبد الحکیم قدس سرہٗ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد عظیم المرتبت درویش صفت عالم دین اور بلند پایہ شاعر تھے۔ جوش تخلص تھا۔ آپ کو چونکہ شروع ہی سے تبلیغ اسلام کا شوق تھا۔ اس لئے علوم جدیدہ حاصل کرنے کے لئے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا

اور پھر ڈویزنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۷ء میں بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

کالج کی چھٹیوں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہوکر اکتساب فیض کرتے رہے۔ میرٹھ کالج کی تعلیم کے دوران آپ کو برما ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے جو خطبہ دیا برما اور سیلون سے مقبول عام ہوا۔ اور برما کے اصحاب سے دینی نشر واشاعت پر آپ کی جو گفتگو ہوئی وہ مستقبل کے تبلیغی مشن کیلئے مفید ثابت ہوئی۔ آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے اور انہیں کے ایماء اور ارشاد پر اپنی زندگی تبلیغ دین اور خدمت اسلام کے لئے وقف کردی اور اپنے نجی خرچ پر پیغام اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہونچایا۔

حضرت مولانا صدیقی قدس سرہٗ کو اپنے شیخ سے کمال عقیدت تھی۔ حرمین طیبین کی زیارت سے واپسی کے بعد ایک طویل قصیدہ مدحیہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ جب آپ وہ قصیدہ سنا چکے تو اعلیٰ حضرت نے اپنے قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ مولانا آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں۔ آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں کہ یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں ہیں۔ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے وہ حاضر کئے دیتا ہوں۔ [1]

حضرت مولانا صدیقی شعلہ بیان مقرر، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکر اسلام تھے آپ متعدد عالمگیر زبانوں کے ماہر تھے۔ آپ نے پوری قوت اور بے باکی سے دین فطرت

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۵۱-۵۲

کا پیغام پہونچایا جس کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے
۱۹۵۱ء میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا جس میں قابل ذکر ممالک
انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈغاسکر، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن
سنگاپور، ملائشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، انڈوچائنا، چین، جاپان، ماریشش
جنوبی و مشرقی افریقہ کے نوآبادیات، سعودی عرب، عراق، اردن، فلسطین، شام
اور مصر کے متعدد تبلیغی دورے کئے۔ تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام
دی۔ اور ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر شائع کیا۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے
بورنیو کی شہزادی اور ٹرین ڈاڈ کی خاتون وزیر مشرف با اسلام ہوئیں۔ بانیٔ
پاکستان، قائد اعظم محمد علی جناح، مراکش کے غازی عبد الکریم، فلسطین کے
مفتی اعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین کے سربراہ حسن البناء، سیلون
کے آنریبل جسٹس ایم مردانی، کولمبو کے جسٹس ایم۔ ٹی اکبر، سنگاپور کے ایس
این دت اور مشہور انگریز ڈرامہ نویس اور فلسفی جارج برناڈ شا آپ کی علمی و
روحانی شخصیت سے بیحد متاثر تھے۔

۱۷/اپریل ۱۹۳۵ء کو ممباسہ (جنوبی افریقہ) میں جارج برنارڈ شاہ سے آپ
کی ملاقات ہوئی، آپ نے ان کے سوالات کے جوابات تاریخ، سائنس اور
فلسفہ کی روشنی میں اس طرح دیئے کہ برناڈ شاہ کو اسلام کی عظمت کا اعتراف
کرنا پڑا اس گفتگو کا اردو ترجمہ ماہنامہ اہلسنت کراچی شمارہ محرم و صفر ۱۳۹۲ھ
میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ نے اسلامی تعلیمات عام کرنے کے لئے ہر پہلو پر توجہ
دی متعدد مساجد تعمیر کرائیں۔ جن میں سے حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد
سنگاپور اور مسجد ناگریا جاپان زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ عربی یونیورسٹی
ملایا پاکستان نیور مسلم ڈائجسٹ ٹرینی ڈاڈ مسلم اینول کی بنیاد آپ نے ڈالی

سنہ ۱۹۳۹ء میں سنگاپور میں تنظیم بین المذاہب کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی اور تمام دنیا کے عیسائی، یہودی، بدھ مت، اور سکھ مذاہب کے پیشواؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے لادینیت کا قلع قمع کرنے کی اپیل کی۔ تمام مذاہب کے راہ نماؤں کی اس مشترکہ کانفرنس میں آپ کو "ہز اکزیلٹیڈ ایمی نینسن" کا خطاب دیا گیا۔ نیز مصر میں تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ کے نام سے مختلف مکاتب فکر کی ایک تنظیم قائم کی۔

سنہ ۱۹۴۶ء میں حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی قدس سرہٗ رابطۂ اسلامیہ ہند کے رئیس اور ملایا شرقی و جنوبی افریقہ اور جزائر شرقیہ کے مندوب کی حیثیت سے سعودی عرب تشریف لے گئے اور سعودی عرب کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ اور حجاج کے لئے سہولتیں فراہم کرنے کے لئے دنیا بھر سے آئے ہوئے اجلۂ علماء حکومت سعودیہ کے عمائدین اور عبد العزیز ابن سعود سے مذاکرات کئے۔ ان مذاکرات کی تفصیل البیان کے نام سے عربی میں شائع ہوئی تھی۔ جس کے آغاز میں حسن البناء بانیٔ اخوان المسلمین مصر نے ابتدائیہ لکھا۔ اور حضرت شاہ صدیقی صاحب کی مساعیٔ جمیلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ حضرت صدیقی صاحب نے تالیف و تصنیف پر بھی خاطر خواہ توجہ دی اور کثیر التعداد قابل فخر تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا۔ لیکن افسوس ان میں سے بہت سی تصانیف زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔

۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲ اگست سنہ ۱۹۵۴ء کو مدینہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

تصانیف :-

۱۔ ذکر حبیب (دو حصے)

۲۔ کتابِ تصوف
۳۔ بہارِ شباب
۴۔ مسائل انسان کامل
۵۔ اسلام میں عورت کے حقوق
۶۔ مکالمہ جارج برنارڈ شاہ
۷۔ مرزائی حقیقت کا اظہار

۹۔ مولانا سید ابوالبرکات صاحب

علامہ سید ابوالبرکات بن ابو محمد دیدار علی بن سید نجف علی قدس سرہما محلہ نواب پورہ ریاست الور میں ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے حافظ عبدالحکیم، حافظ عبدالعزیز، حافظ قادر علی سے قرآن پاک ختم کیا ــــ مولانا سید ظہور احمد الوری سے نحو و صرف کی ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ اکثر کتب اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے بعد صدر الافاضل حضرت مولانا علامہ نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچ کر، شرح سلم، حمد اللہ، افق المبین، شرح ہدایت الحکمت، شمس بازغہ، شرح عقائد مع خیالی طیب اور صحاح ستہ کا درس لیا۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے۔ اور شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہٗ سے طالب ہوئے۔ آگرہ اور لاہور میں درس و تدریس کی خدمت ایک مدت تک انجام دی۔ ۱۳۵۴ھ میں اپنے والد ماجد محدث الوری کے انتقال کے بعد دار العلوم حزب الاحناف کے رئیس اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ پاکستان کے اکثر علماء آپ کے سلسلۂ تلمذ سے وابستہ ہیں۔ آپ کی

ذات قدسی صفات مرجع علماء و فضلاء اور پاکستان میں اسلام کیلئے مستحکم ستون ہے۔

۱۰۔ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی

(۱۳۱۶ھ/۱۳۷۹ھ)

ابو المظفر عبد المصطفیٰ غلام جان بن مولانا احمد جی بن مولانا محمد عالم کی ولادت باسعادت ۱۳۱۶ھ میں بمقام ادگرہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ہوئی قرآن کریم، فارسی نظم و نثر اور صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ دہلی، سہارنپور، مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ میں بھی تعلیم حاصل کی حمد اللہ اور زواہد ثلاثہ کا درس مولانا غلام رسول سے حاصل کی۔ بلند شہر میں معقولات کی چند کتابیں پڑھیں۔ ٹونک پہونچ کر علامہ سید برکات احمد سے ریاضی اور معقولات میں استفادہ کیا ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ عالیہ رامپور سے درجۂ تکمیل پاس کیا۔ پھر بریلی شریف کا شہرہ سنکر حاضر ہوئے۔ مولانا ظہور الحسن فاروقی رامپوری اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے درس نظامی کی آخری کتابیں پڑھ کر صحاح ستہ کا دورہ کیا ۱۳۳۶ھ میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی کے دست مبارک سے دستار بندی سند فضیلت سے نوازے گئے اعلیٰ حضرت سے بیعت و خلافت ملی پھر مدرسہ منظر اسلام بریلی میں مقرر ہوئے ــــ مسجد بی بی جی بریلی کے خطیب مقرر ہوئے۔ کچھ دن مدرسہ سلیمانیہ تونسہ شریف ایک سال تکوڈ شریف اس کے بعد خان احمد امیر خاں رئیس شہید ضلع ہزارہ

نے آپ کو عہدۂ قضا پر معمور کیا کچھ دنوں بعد جامعہ نعیمیہ لاہور سے صدر مدرس و مفتی مقرر ہوئے بسنہ ۱۳۴۲ھ میں سفرِ حج کیا۔ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ بوقت اذان ظہر کلمہ شریف پڑھتے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد مدظلہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [1]

تصانیف۔

۱۔ فتاوٰی غلامیہ
۲۔ نور العینین فی سفر الحرمین
۳۔ سیف رحمانی علیٰ رأس القادیانی
۴۔ دیوان غلامیہ
۵۔ نغمۂ شہادت
۶۔ اذان علی القبر و تعدد الجمعہ فی مساجد المصر

۱۱۔ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں صاحب

(۱۳۲۵ھ / ۱۳۸۵ھ)

مفسرِ اعظم محمد ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں بن حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ۱۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے رسم بسم اللہ ادا کرائی۔ منظر اسلام بریلی شریف میں تکمیل درسیات کیا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد تا حیات

---

[1] ملخص تذکرہ اکابر اہل سنت جلد اول ص ۲۹۹ - ۳۰۰

منظر اسلام کے مہتمم و شیخ الحدیث رہے۔ علم کلام سے شغف تھا۔ اصلاح عقائد پر زور دیتے تھے۔ دیگر مصروفیات کے علاوہ تحریر سے بھی دلچسپی تھی۔ بروز دوشنبہ ۱۱ صفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۶۵ء کو انتقال ہوا۔ اعلیٰ حضرت کے مزار شریف کے دائیں جانب بریلی آپ کا مزار شریف ہے۔ [۱]

۱۲۔ حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب

(المتوفی ۱۳۸۰ھ)

مولانا حشمت علی خاں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت بھی آپ نے یہیں حاصل کی مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں حفظ کیا تجوید کی سند پائی اس کے بعد آپ کے والد محترم نواب علی خاں نے مدرسہ منظر اسلام بریلی بھیجا۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی و دیگر اساتذہ سے تکمیل کتب کیا۔ شعبان ۱۳۴۰ھ میں دستار بندی ہوئی۔ حضرت شاہ حامد رضا قادری بریلوی نے دستار بندی اور سند اجازت عطا فرمائی۔ نینی تال کے ایک مناظرہ میں فتحیاب ہو کر جب بریلی پہونچے تو اعلیٰ حضرت نے غیظ المنافقین کا خطاب مرحمت فرمایا۔ بزرگوں کے ادب شناس تھے۔ شاعر بھی تھے۔

۸ محرم ۱۳۸۰ھ کو انتقال ہوا۔ مزار مبارک پیلی بھیت میں ہے۔

---

[۱] تذکرہ علمائے اہلسنت ص۵۶

۱۳- حضرت مولانا محمد لعل خاں صاحب

(المتوفی سنہ ۱۹۲۱ء)

مولانا حاجی محمد لعل خاں رحمۃ اللہ علیہ قادری رضوی برکاتی اعلیٰ حضرت کے نہایت پرجوش معتقد تھے۔ آپ کو اجازت و خلافت بھی حاصل تھی بامروت آدمی تھے۔ تصانیف اعلیٰ حضرت کی طبع اور اشاعت میں آپ نے بے پناہ حصہ لیا۔ ۱۲؍جولائی سنہ ۱۹۲۱ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

۱۴- حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قبلہ

(المتوفی سنہ ۱۳۳۸ھ)

مولانا محمد شفیع قادری بیسلپوری اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور امین فتاویٰ دارالافتاء تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور مدرستہ الحدیث پیلی بھیت میں تعلیم مکمل کی۔ ایک بار اعلیٰ حضرت پیلی بھیت تشریف لے گئے تو نگاہ انتخاب آپ کو بریلی میں ساتھ ہی لے گئی۔ اور فتاویٰ نویسی اور کتب خانہ کی نگرانی پر مقرر کیا۔ حضرت محدث سورتی کی صاحبزادی حلیم النساء سے آپ کا عقد ہوا۔ اعلیٰ حضرت کو آپ پر بےحد اعتماد تھا۔ آپ کو امین الفتویٰ کا خطاب دیا۔ سنہ ۱۳۳۸ھ میں بیسلپور میں انتقال ہوا۔ [1]

---

[1] الاستمداد ص ۹۹

۱۵۔ حضرت مولانا عمرالدین ہزاروی صاحب

(المتوفی ۱۳۴۹ھ)

مولانا عمرالدین بن قمرالدین بن علاءالدین بن مرادبخش بن گل محمد کوٹ نجیب اللہ نزد ھری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا فیض عالم صاحب مصنف وجیزالصراط کے چچازاد بھائی تھے۔ ہزارہ اور بھارت کے مشاہیر سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔ اعلیٰ حضرت کے علاوہ حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کے مرید وخلیفہ بھی تھے مولانا ہزاروی مرجع انام مفتی اور بلند مرتبہ مدرس تھے۔ تقریباً تیس سال تک بمبئی میں خطابت وافتاء کے فرائض انجام دیئے ۱۳۴۹ھ میں کوٹ نجیب اللہ ہزارہ میں انتقال ہوا۔ [1]

تصانیف :-

۱۔ الاجازۃ۔

۲۔ اھلاک الوھابیین عن توھین قبور المسلمین۔

۳۔ فتوے العلماء بتعظیم آثار العلماء۔

۴۔ نور المبین لبشط الشافعین۔

۵۔ صیانۃ العباد عن الخضاب بالسواد۔

---

[1] تذکرہ اکابر اہلسنت جلد اول ص ۲۹۸-۲۹۹

اَلبَابُ السَّابِع

فقہ اِسلامی میں اعلیٰ حضرت کی خدمات اور ان کا فقہی مقام

اُصول فقہ

ایک فقیہ کے لئے جہاں کثیر علوم و فنون میں مہارت تامہ لازم ہے وہیں اصول فقہ میں مہارت اور ممارست بھی جزء لاینفک ہے کہ اس کے بغیر کتاب و سنّت کے مفاہیم و اشارات تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فقہ کی سب سے قریبی اساس اصول فقہ ہے اسی لئے جملہ ائمۂ مذاہب اور ان کے بعد کے فقہاء کی کتابیں اور ارشادات فقہی اصول پر مبنی ہیں۔

اعلیٰحضرت بھی اصول فقہ میں غایت درجہ گہری نظر رکھتے تھے اور جابجا آپ نے اصول فقہ کے مسائل اور ابحاث پر تحقیقات فرمائی ہیں بلکہ اُصول کی بعض متداول کتابوں پر آپ کے مفصّل حواشی بھی موجود ہیں جن میں خاص طور سے اصول فقہ کی سرکۃ الآراء کتاب "مسلم الثبوت" اور اس کی شرح "فواتح الرحموت" کو بہت ہی قیمتی اور مفصل تعلیقات سے نکھار دیا ہے ان ابحاث سے اعلیٰحضرت کی اصولی بصیرت اور تحقیقی نظر کی نشاندہی ہوتی ہے۔

اعلیٰحضرت نے اہل اصول کی بعض تحقیقات سے اختلاف بھی کیا ہے اور بعض مواقع پر لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی بھی فرمائی ہے اور کچھ ایسے مقامات بھی ہیں جن میں آپ نے اصلاحات فرمائیں اور چونکہ آپ ایک نظری فقیہ کا مزاج رکھتے تھے اس لئے آپ کے چند ایسے نوادرات بھی ملتے ہیں جس کا نمونہ اگلوں میں نہیں ہے اور بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ "کم ترک الاوائل للمتاخر"۔

نمونہ کے طور پر چند اصولی تحقیقات پیش کی جاتی ہیں۔

تقسیم احکام پر بحث۔

افعال عباد سے جو احکام متعلق ہیں فعل وہ ترک کے لزوم اور عدم لزوم کے

اعتبار سے اہل اصول نے اُن احکام کی جو تقسیم کی ہے اس میں تضاد پایا جاتا ہے شلاً صاحب "مسلم الثبوت" نے حکم کی پانچ قسمیں کی ہیں۔ ایجاب، ندب، تحریم، کراہت، اباحت[1]۔ آگے چل کر کہتے ہیں کہ حنفیہ نے ایجاب کو فرض و واجب اور تحریم کو حرام اور مکروہ تحریمی پر منقسم کر دیا ہے[2]۔

تقسیم کے اس طرز سے اعلیٰ حضرت نے اختلاف کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سنت و ندب میں فرق نہ کرنا مذاہب حنفی و شافعی کے خلاف ہے[3]۔

توضیح میں صدر الشریعہ نے احکام کی سات قسمیں بیان کی ہیں۔ فرض، واجب، سنت، نفل، حرام، مکروہ، مباح[4]۔ اعلیٰ حضرت نے حکم کے گیارہ اقسام قرار دئے ہیں۔ پانچ جانب فعل میں بطور تنازل۔ فرض، واجب، سنت موکدہ، غیر موکدہ، مستحب اور پانچ جانب ترک میں بطور ترقی۔ خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی، اساءت، مکروہ تحریمی، حرام جن میں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور ان سب کے بیچ میں مباح خالص ہے[5]۔

احکام کی یہ تمام قسمیں منتشر طور پر کلام فقہاء میں مستعمل ہیں لیکن یکجا اور اصولی طرز پر ان گیارہ اقسام کا بیان اعلیٰ حضرت کے سوا اور کسی کے یہاں نہیں ملتا۔

تقسیم احکام کے بعد دوسرا مرحلہ ان کی تعریفات و قیود کا ہے اس موقع پر بھی اعلیٰ حضرت کی شخصیت ایک ماہر الاصول فقیہ، متبحر عالم کی حیثیت سے سامنے

---

[1] مسلم الثبوت لعلامہ محب اللہ بہاری صفحہ ۶۶ مطبع نولکشور لکھنؤ۔

[2] " " " " "

[3] امام احمد رضا۔ فتاوی الرضویہ ج ۱ ص ۱۰۵ مطبع اہلسنت بریلی۔

[4] التوضیح للعلامہ عبد اللہ ابن مسعود۔ ص ۲۰ مطبع رحیمیہ دیوبند۔

[5] امام احمد رضا۔ فتاوی رضویہ ص ۱۰۵ ج ۱ مطبوعہ اہلسنت بریلی۔

آجاتی ہے۔

اصول فقہ کے مسائل میں سے فرض و واجب کی تعریف میں پھر اعتقادی اجتہادی اور عملی کی طرف ان کی تقسیم میں علماء کے اقوال جامعیت کے ساتھ نہیں ملتے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی تعریف و تقسیم میں مکمل جامعیت ملحوظ رکھی ہے اور تمام قیود کی واضح افادیت کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔

آپ نے فرض اعتقادی اور واجب اعتقادی کی یہ تعریف فرمائی ہے۔ "مجتہد جس شئے کی طلب جزمی حتمی کا ایسا اذعان کرے جو اصول دین میں معتبر ہو تو فرض اعتقادی ہے اور اگر ایسا اذعان نہ ہو تو واجب اعتقادی[1] ہے۔ اس تعریف پر فرض اعتقادی تمام ائمۂ دین کا اجماعی حکم ہوگا اور اس فرض کا منکر فقہائے متاخرین کے نزدیک کافر ہے[2] لیکن محققین کے نزدیک اس صورت میں کافر ہوگا جبکہ اس کی فرضیت ضروریات دین سے ہو[3] اور قول محققین ہی میں احتیاط ہے اور اسی پر اعتماد[4] ہے۔ اس موقع پر وضو میں غسل رجلین کی فرضیت مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے کہ اس کا وجوب جزمی حتمی ہے لیکن اس کے منکر کی تکفیر محققین کے مسلک پر نہ ہوگی کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے۔

فرض عملی کی تعریف ۔ فرض عملی وہ فرض ہے جس کا ثبوت نظر مجتہد میں بحکم دلائل شرعیہ تیقن سے ہو کہ جس کے کئے بغیر آدمی بری الذمہ نہ ہو یہاں تک کہ وہ اگر کسی عبادت کے اندر فرض ہے تو وہ عبادت بدون اس کے باطل و کالعدم ہوگی[5]

---

[1] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ص ۶ ج ۱ مطبوعہ اہلسنت بریلی

[2] " " " ۶ " " "

[3] " " " " " " "

[4] " " " " " " "

اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے[1]۔

واجب عملی کی تعریف ۔ واجب عملی وہ واجب اعتقادی ہے کہ جس کے کئے بغیر بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو لیکن غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے۔ واجب عملی کے بغیر عبادت ناقص رہتی ہے[2] صاحب "کافی" نے فرض عملی کی تعریف اس طرح کی ہے " بما یفوت الجواز بفوتہ[3]" اور " تحریر" میں فرمایا "الفرض ما قطع بلزومہ[4]"

یہ دونوں تعریفیں قابل اعتراض ہیں صاحب "کافی" کی تعریف واجب عملی پر بھی صادق آتی ہے اور صاحب " تحریر" کی تعریف پر لازم آتا ہے کہ چوتھائی سر کا مسح قطعی اللزوم نہ رہنے کی وجہ سے فرض نہ رہے اسی اعتراض سے بچنے کے لئے صاحب "نہایہ" نے یہ احتمال پیدا کیا کہ ممکن ہے کہ مقدار مسح کے معاملہ میں فرض بہ معنی واجب ہو لیکن صاحب "بحر" نے یہ تاویل کی کہ خصوصیت مقام سے فرض کی قطعیت و ظنیت کا فرق ہوتا ہے[5]

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ قطعیت تین قسم کی ہوتی ہے۔

اوّل عام ۔ جس میں عوام و خواص مشترک ہیں یہ ضروریات دین میں ہوتی ہے۔

دوم خاص ۔ جو ماہرین علم کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے یہ اجماعی فرض اعتقادی میں پائی جاتی ہے۔

سوم اخص ۔ جو مخصوص علماء کے ساتھ خاص ہے کہ جن کے مسائل میں کسی عالم کے نزدیک قرائن و شواہد کی روشنی میں کسی فرضیت کی قطعیت ظاہر ہو جاتی ہے اور

---

[1] امام احمد رضا ۔ فتاویٰ رضویہ ص ۷ ج ۱ مطبع اہلسنت ۔ بریلی

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″

[4] ″ ″ ″ ″ ″

[5] ″ ″ ″ ″ ″

دوسرے اس سے محروم ہوتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ کسی صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ کوئی حکم سنا تو یہ حکم اُن صحابی کے لئے قطعی ہے لیکن ان سے سُننے والے کے لئے خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی ہے لہٰذا فرض اعتقادی کی قطعیت پر تمام اہل علم کا یقین ضروری ہے۔

جس چیز کی فرضیت صرف ایک مجتہد کی نظر میں بالیقین ہو وہ فرض عملی ہے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ صاحب بحر کا قول جملہ اہل اصول کے خلاف ہے کیونکہ اہل اصول کے نزدیک فرض وہی ہے جو دلیل قطعی سے بے شبہہ ثابت ہو[1]۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ علامہ شامی کا یہ اعتراض برمحل نہیں ہے کیونکہ اصطلاح اہل اصول کی پابندی ہر جگہ ضروری نہیں ہوتی بلکہ خود اہل اصول فرض کا استعمال ظنی اور قطعی دونوں پر کرتے ہیں مثلاً الوتر واجب فرض، تعدیل الارکان فرض وغیرہ[2]۔

لہٰذا صحیح یہی ہے کہ قطعیت صرف نظر مجتہد میں ضروری ہے چنانچہ دُرمختار میں ہے: الفرض ما قطع بلزومہ حتی یکفر جاحدہ کاصل مسح الرأس وقد یطلق علی العملی وھو ما تفوت الصحۃ بفواتہ کالمقدار الاجتہادی[3]۔

اس موقع پر دلیلوں کی ثبوتی واثباتی قطعیت سے متعلق ایک تقسیم خالی از فائدہ نہ ہوگی صاحب بحر اور علامہ طحطاوی وشارح دکثیر علماء نے اس تقسیم کا تذکرہ اس طرح کیا ہے دلائل سمعیہ قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ جیسے قرآن کریم اور احادیث متواتر کی محکم اور مفسر نصوص۔ قطعی الثبوت ظنی الدلالت جیسے آیات مؤول۔ ظنی الثبوت قطعی الدلالت جیسے احادیث آحاد جن کے مفہومات قطعی ہوں۔ ظنی الثبوت ظنی الدلالت جیسے

---

[1] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ص ۸ ج ۱ مطبع اہلسنت - بریلی۔

[2] " " " ۹ " "

[3] " " " ۹ " "

وہ اخبار آحاد جن کے مفہومات ظنی ہوں۔[1]

قسم اول سے فرض وحرام ثابت ہوتے ہیں اور ثانی وثالث سے واجب اور کراہت تحریم اور قسم رابع سے سُنت ومستحب ثابت ہوتے ہیں۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجتہد کے نزدیک دلیل ظنی تقویت پاکر قطعی کے قریب پہنچ جاتی ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ آحاد کو اگر تلقی قبول حاصل ہوجائے تو اثبات رُکن ان سے درست ہے جیسے کہ حدیث الحج عرفۃ سے وقوف عرفہ کی رُکنیت کا اثبات ہوتا ہے۔

ان اجلہ علماء کا فرمان نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ وجوب اور سُنت واستحباب کے درمیان فرق کرنے کے لئے دلیلوں کی تقسیم سے جو طریقہ اپنایا گیا ہے میرے نزدیک دُرست اور قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ ظنی الثبوت قطعی الدلالت اور ظنی الثبوت والدلالت دونوں کی ظنیت ثبوت فعل میں یکساں ہے اور ایسی ظنیت صرف وجوب کو ثابت کرتی ہے لہٰذا وجوب وسُنت وغیرہ میں فرق کا مدار دلیل کے ثبوت اور دلالت پر نہیں بلکہ ان کا فرق حتمی وندبی (لازمی وغیرلازمی) ہونے پر موقوف ہے جس امر کی طلب لازمی طور پر ہوگی اس سے وجوب ثابت ہوگا اور جہاں طلب میں یہ بات نہ ہو بلکہ بطور ترغیب ہو تو اس سے سنت واستحباب کا ثبوت ہوگا اگرچہ دلیل ثبوت واثبات دونوں طریقوں سے قطعی یقینی ہو۔[2] پھر آپ نے ثبوت واثبات میں تیقن ظن اور شک کے اعتبار سے دلیلوں کی نو قسمیں کیں اور فرمایا کہ جس دلیل کے ثبوت یا اثبات میں شک ہو اس سے سُنت واستحباب ثابت ہوں گے اگرچہ طلب میں جزم ہو اور اگر دلیل کے ثبوت واثبات میں شک نہ ہو لیکن طلب فعل غیرلازمی ہو تو اس سے بھی سُنت ونفل ہی کا فائدہ ہوگا۔

---

[1] شامی۔ بحرالرائق۔ طحطاوی۔ بحوالہ امام احمد رضا فتاوی رضویہ جلد اول ص ۹ مطبع اہلسنت بریلی شریف۔

[2] امام احمد رضا۔ فتاوی رضویہ۔ ج ۱ ص ۱۰۹ مطبع اہلسنت۔ بریلی۔

اور اگر طلب میں لزوم ہو اور ثبوت و اثبات دونوں اعتبار سے دلیل قطعی ہو تو فرض ثابت کرے گی یہی وجہ ہے کہ حدیث ضعیف جو اپنے ثبوت میں درجۂ شک میں ہے (مثلاً عیدین، عرفہ کے دن غسل کرنے کی حدیث) صرف استحباب کا فائدہ دیتی ہے اب پوری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ طلب فعل کی حدیثیں ستائیس[۱] قسموں میں منحصر ہیں جن میں تین بنیادی قسمیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی نو نو قسمیں بنتی ہیں کیونکہ دلیل میں طلب یا تو محض ترغیباً ہوگی یا تاکید کے ساتھ ہوگی یا بطور لزوم ہوگی پھر ان تینوں میں ثبوت، اثبات، قطعیت، ظن اور شک کی طرف نسبت کرتے ہوئے ۲۷ قسمیں ہو جائیں گی۔ جن میں سے ایک قسم سے فرض ثابت ہوگا اور تین سے وجوب اور چار سے سُنّت اور ۱۹ سے استحباب[۱]۔

مکروہ تنزیہی۔ صاحب درمختار نے مکروہ تنزیہی کی تعریف میں فرمایا "ترک کل سنۃ او مستحب[۲]"۔

امام ابن ہمام نے مکروہ کو خلاف اولیٰ قرار دیا ہے یعنی ان کے نزدیک مکروہ تنزیہی مستحب کا مقابل ہے ابن امیر الحاج نے حلیہ میں تحریر فرمایا ہے۔ المکروہ التنزیھی مرجعہ الی خلاف الاولیٰ[۳]۔ غنیہ میں فرماتے ہیں۔ التنزیہ مقابلہ المندوب[۴]۔ اسی میں یہ بھی ہے وان تضمن ترک سنۃ فھو مکروہ کراھۃ التنزیہ[۵] لیکن اسی میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ (اعلم ان للصلوٰۃ سننا) وترکھا یوجب کراھۃ تنزیہ (وادابا) جمع ادب ولا بأس بترکہ ولا کراھۃ (وکراھیۃ) والمراد بھا ما یتضمن ترک سنۃ وھو کراھۃ تنزیہ او ترک واجب وھو کراھۃ التحریم[۶]۔

---

[۱] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ۔ ج ۱۔ ص ۱۱ مطبع اہلسنت بریلی۔
[۲] درمختار۔ علامہ علاء الدین شامی ص ۲۰۵ بر حاشیہ طحطاوی ج ۱ مطبع عامرہ مصر ۱۳۵۳ھ
[۳] حلیہ۔ بحوالہ فتاوی رضویہ لامام احمد رضا ج ۱ ص ۱۰۰ اہلسنت بریلی
[۴] غنیہ بحوالہ " " " "
[۵] " " " " "
[۶] " " " " " "

بحرالرائق میں ہے التنزیہ فی رتبۃ المندوب پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ ۔پھر دوسری جگہ فرمایا۔ المکروہ تنزیہا یرادف خلاف الاولی اور دوسری جگہ فرمایا النوافل فعلہا اولی ولایقال ترکہا مکروہ[1]

اسی طرح دونوں مضمون کی عبارتیں کئی مقامات پر ان سے تحریریں آئیں۔ مکروہ تنزیہی کی تعریف میں مذکورہ بالا مشائخ کی عبارتیں باہم متعارض ہیں اس لئے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں۔ وان کان ذلک الشیٔ مستحبا او سنۃ وبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لا یکون ترکہ مکروھا اصلاً الا انہ یشکل علیہ ماقالوا ان المکروہ تنزیہا مرجعہ الی خلاف الاولی ولاشک ان ترک المستحب خلاف الاولی[2]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ مستحب وکراہت میں تناقض نہیں ہے کہ ایک کی نفی سے دوسرے کا ثبوت ہو ورنہ مباح میں مکروہ یا مستحب ہونا لازم آئے گا یوں ہی اگر کوئی شخص خالی بیٹھا ہو اور اس پر کوئی مطالبۂ شرعی لازم نہ ہو تو بے شمار مکروہات کا مرتکب ٹھہرے گا کہ مندوبات بے شمار ہیں اور وہ ان سب کا تارک ہوا۔ نیز لفظ کراہت خود ہی غمازی کر رہا ہے کہ وہ بمقابلۂ سُنّت ہے کہ ارتکاب کراہت میں ملامت ہے اور ترک سنّت میں بھی لیکن ترک مندوب پر کچھ بھی نہیں۔ علاوہ ازیں ہماری تحقیق یہ ہے کہ جس فعل کا مطالبہ شرعاً ہے اس کا ترک دو حال سے خالی نہیں نادراً ترک ہو یا عادۃً پھر ان میں سے ہر ایک تین احتمال رکھتے ہیں ترک سے استحقاق عذاب ہوگا یا استحقاق عقاب یا کچھ نہیں۔ جس میں عذاب وعقاب کا استحقاق نہیں وہی مستحب ومندوب ہے۔[3]

شرعاً جن امور میں ترک فعل کا مطالبہ ہے ان کی تقسیم بھی اسی طور پر ہوگی کہ جن کے فعل

---

[1] بحرالرائق بحوالہ فتاوٰی رضویہ للامام احمد رضا ج ۱ ص ۱۷۰ اہلسنت بریلی۔

[2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

[3] امام احمد رضا فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۷۳ مطبع اہلسنت بریلی

پر عذاب یا عقاب یا ملامت کا استحقاق ہوگا یا نہیں جہاں استحقاق عتاب و ملامت ہو وہ کراہت تنزیہی ہے اور جہاں کچھ نہ ہو وہ خلاف اولیٰ ہے۔ لہٰذا کراہت تنزیہی کسی طرح خلاف اولیٰ نہیں چنانچہ فخر الاسلام اپنے اصول میں فرماتے ہیں۔ السنن نوعان سنۃ الھدیٰ و تارکھا یستوجب اساءۃ۔[۱]

پس کراہت تنزیہی سنّت غیر موکدہ کے بالمقابل ایک قسم ہے اسے مستحب کے بالمقابل کہنا خلاف تحقیق ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ کراہت اگرچہ تنزیہی ہو بے دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ بحر الرائق باب العیدین میں ہے۔ لا بد لھا من دلیل خاص۔[۲]

علامہ شامی نے مکروہات وضو میں فرمایا۔ الظاھر ان خلاف الاولیٰ اعم فقد لا یکون مکروھا حیث لا دلیل خاص کترک صلوٰۃ الضحیٰ۔[۳]

تقلید کیا ہے؟

قرآن و احادیث کی متعدد نصوص سے تقلید کی حرمت ثابت ہوتی ہے جب کہ بعض دوسری آیات و احادیث میں اہل علم کی پیروی کا حکم بھی مذکور ہے اس لئے اصول فقہ میں یہ مسئلہ اٹھا کہ تقلید کیا ہے۔ فاضل بہاری نے تقلید کی یہ تعریف کی ہے۔ "التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ کاخذ العامی والمجتھد من مثلہ فالرجوع الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او الی الاجماع لیس منہ وکذا العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لا یجاب النص ذلک علیھما لکن العرف علی ان العامی مقلد مجتھد قال الامام وعلیہ معظم الاصولیین۔[۴]

اس عبارت سے چند باتیں واضح ہوئیں۔ (۱) کسی کی بات بے دلیل تسلیم کر لینا

---

[۱] امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۶۴ مطبع اہلسنت بریلی

[۲] " " ۱۷۰ " "

[۳] شامی بحوالہ امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۷۱ مطبع اہلسنت بریلی۔

[۴] شرح مسلم الثبوت ص ۶۲۳۔

تقلید ہے (۲) تقلید ایک قابلِ مذمت کام ہے (۳) عوام اگر فقیہ کی طرف مراجعت کریں تو یہ قابل مذمت تقلید نہیں (۴) مجتہد اگر اپنی معلومات کے برخلاف کسی دوسرے صاحب اجتہاد کی پیروی کرے تو یہ قابل مذمت فعل ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ مفتی سے معلومات حاصل کر کے عمل کرنا اہل اصول کے نزدیک تقلید نہیں ہے حالانکہ پوری دُنیا میں فقہاء کے مقلدین بھرے پڑے ہیں اور ہر جگہ انھیں مقلد ہی کہا جاتا ہے۔ اسی لئے" شرح مسلم الثبوت" میں ملاّ بحرالعلوم فرماتے ہیں کہ عوام اگر مجتہد کی پیروی کریں تو یہ تقلید ہے[1] لیکن ملاّ بحرالعلوم علیہ الرحمہ کے فرمانے کے بموجب یہ لازم آتا ہے کہ دُنیا کے تمام عوام و خواص تقلید کی وجہ سے قابل مذمت ہیں کیونکہ آپ نے تقلید عوام کی مثال فاضل بہاری کی ذکر کردہ تقلید کے ذیل میں پیش کی ہے۔ حالانکہ خود بحرالعلوم بلکہ فاضل محب اللہ بہاری بھی اصول و فروع میں مذہب حنفیت کے مقلد تھے۔

اعلیٰ حضرت نے ملاّ بحرالعلوم کے اس بیان پر کلام کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ عوام کو مجتہد کی طرف مراجعت کا شرعاً حکم ہے۔ تو اسے تقلید مذموم میں کیونکر شمار کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ تقلید مذموم کی مثال میں آپ نے مجتہد سے رجوع کرنا شمار کر دیا پھر دو سطر بعد ہی عدم تقلید کی مثال میں مفتی کی طرف رجوع کرنا تحریر کیا۔ ایک ہی صورت مسئلہ نفی و اثبات دونوں کی نظیر کیونکر ہو سکتی ہے۔[2]

ساتھ ہی ملاّ بحرالعلوم نے لکھا کہ عوام مفتی کی طرف رجوع کریں تو تقلید نہیں ہے اور اگر عمل کریں تو تقلید ہے۔ وکذا رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لیس ھذا الرجوع نفسہ تقلیداً وان کان العمل بما اخذوا بعدہ تقلیداً ۔[3]

---

[1] فواتح الرحموت۔ ص ۶۲۳۔ مطبع نول کشور لکھنؤ مولانا عبدالعلیم فرنگی محل۔

[2] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۰۳۔ مطبع اہلسنت بریلی۔ یو پی۔

[3] بحرالعلوم۔ فواتح الرحموت ص ۶۲۴، ۶۲۵۔ نولکشور۔ لکھنؤ۔ یو پی۔

یعنی اگر عالم آدمی مفتی کے قول کو لے یا قاضی شاہدان عدول کے بیان پر فیصلہ دے تو اسے تقلید مذموم میں شمار نہ کیا جائے گا اور اس پر عمل کرلیں تو تقلید کہا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کرنا نہ عرفاً تقلید ہے نہ شرعاً۔

اعلیٰ حضرت نے اس موقع پر نصوص سے تعارض دفع کرنے اور عرف و شرع کی اصطلاح میں تطبیق دینے کی راہ اپنائی ہے آپ فرماتے ہیں تقلید کی دو قسمیں ہیں (۱) تقلید حقیقی (۲) تقلید عرفی۔ کسی کے قول پر دلیل اجمالی کی روشنی میں عمل کرنا تقلید عرفی ہے اور کسی کے قول پر بے دلیل عمل کرنا تقلید حقیقی ہے۔

تقلید حقیقی مذموم و حرام ہے اور تقلید عرفی جائز بلکہ واجب ہے۔ دلیل اجمالی یہ ہے کہ ہر ہر مسئلہ کی دلیل نہ جانتے ہوئے کسی صاحب استنباط سے اس خیال سے حکم شرعی معلوم کیا جائے کہ یہ عارف و فقیہ شرع سے اخذ کرکے ہمیں بتائے گا۔ تقلید مذموم کے دائرہ سے باہر ہونے کے لئے اتنی ہی دلیل کافی ہے۔

قرآن و حدیث میں جہاں بھی تقلید کی مذمت وارد ہوئی ہے اس سے تقلید حقیقی مراد ہے اور جس جگہ اولی الامر کی اطاعت اور اہل ذکر سے سوال کا حکم ہے اس سے صرف تقلید عرفی مراد ہے۔ لہٰذا کسی عالم مجتہد کی تقلید ہرگز تقلیدِ ممنوع نہیں بلکہ یہ شرعاً فرض ہے[۱]۔

اس تحقیقی بحث سے فاضل بہاری کا کلام نکھر گیا اور ساتھ ہی فاضل بحر العلوم سے تمثیل میں جو تسامح ہوا تھا اس کا ازالہ بھی ہوگیا۔ نیز عرف عام و اصطلاح اصول کے معانی میں ہم آہنگی بھی پیدا ہوگئی اس کے علاوہ ساری دنیا کے عوام تقلید کی وجہ سے غلط کاری کے موردِ الزام ہونے سے محفوظ ہوگئے۔

---

[۱] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۵ طبع اہلسنت بریلی۔

علومِ عقلیہ کے ذریعہ فقہی خدمات

علوم عقلیہ میں منطق و فلسفہ اساس کی حیثیت رکھتے ہیں ایک فلسفی موجودات کے حقائق واقعیہ اور ان کے حالات سے بحث کرتا ہے۔ جبکہ ایک منطقی کا مبحث یہ ہے کہ مجہولات کو معلومات سے کس طرح حاصل کیا جائے جس میں نظر و فکر کی خطائیں نہ ہوں۔ یعنی ایک منطقی کے مطمح نظر وہ قواعد ہیں جو انسان کو فکری خطاؤں سے محفوظ رکھیں اور ایک فلسفی صرف امور واقعیہ کو بر حیثیت واقعہ معلوم کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ لہٰذا فلاسفہ کی طرز فکر کے اعتبار سے چار جماعتیں وجود میں آئیں۔ ایک جماعت مشائین جس نے عقل و استدلال کو ذریعہ تحقیق بنایا ساتھ ہی کسی مذہبی پابندی کو راہ تحقیق میں دخل نہ دیا۔ دوسرا گروہ متکلمین کا ہے جس نے مذہب اسلام کی پابندی کے ساتھ عقل و استدلال سے واقعات کی تفتیش کی تیسری جماعت اشراقیین کی ہے جنھوں نے مذہبی طرز سے قطع نظر کرکے وجدانی طرز کو جادۂ تحقیق بنایا۔ چوتھا گروہ صوفیائے کرام کا ہے جنھوں نے وجدان سے کام لیا مگر اپنی فکری طرز اسلامی رکھی۔

اسلام اور علمائے اسلام کے نزدیک محور فکر شریعت ہی ہے لہٰذا طریقۂ تحقیق استدلال ہو یا وجدان ہمیشہ دائرۂ شریعت میں محدود رہے گا۔ اس لئے فلسفہ اور منطق کے غیر اسلامی طریقے اہل اسلام میں پسند نہیں کئے جاتے۔ بنیادی امر کتاب و سُنّت کو قرار دیا جاتا ہے لیکن اگر عقلی استدلال کتاب و سُنّت سے مزاحم نہ ہوں تو انھیں بھی مذہب اسلام میں یقیناً جگہ دی جائے گی۔ متکلمین نے اسلام کو عقلی دلائل سے ثابت کرکے علوم عقلیہ کے لئے راہ ہموار کر دی اور منطق کے قواعد و استدلال کو فقہ و اصول فقہ میں بھی جگہ دی گئی۔

علامہ محب اللہ بہاری اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "مسلم الثبوت" میں فرماتے ہیں:- "المقالۃ الاولیٰ فی المبادی الکلامیۃ ومنھا المنطقیۃ"[1] پھر اس کے بعد آپ نے منطق کے پانچ بنیادی اور واضح قواعد استدلال بیان فرمائے اور باقی کے لئے اپنی "سلم العلوم" کی طرف مراجعت کے لئے اشارہ فرمایا۔

اعلیٰ حضرت نے بھی قواعد عقلیہ کی روشنی میں بہت سے مباحث فقہیہ کا اضافہ فرمایا ہے۔ بلکہ اس میں کافی ایجادات اور تحقیقات نادرہ بھی پیش کی ہیں لیکن آپ فی نفسہ ان فنون عقلیہ میں مہارت رکھنے کے باوجود انھیں ناپسند فرماتے تھے ہاں جن مقامات پر فنون کے بعض قواعد شرع کے لئے فائدہ بخش ثابت ہوئے انھیں قبول فرمایا ہے۔ منطق کے قواعد عکس و تناقض نیز ترتیب کو جا بجا برتا ہے۔ اس طرح لازم و ملزوم کے احکام یا شرائط و موانع اور ان کے متعلقات کو بھی استعمال فرماتے ہیں اس مقام پر پہلے ہم بعض مثالیں قواعد منطقیہ کے برتنے کے متعلق پیش کرتے ہیں۔

(۱) کسی شئ کی نفی کے کتنے طریقے ہو سکتے ہیں اس سلسلہ میں آپ منطقی استدلال تحریر فرماتے ہیں۔

ایجاب و سلب متناقض میں جمع نہیں ہو سکتے۔ وجود شئ اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائض و منافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ ہو اور لازم نہ ہو تو شئ نہ ہو۔ تو ظاہر ہوا کہ سلب شئ کے تین طریقے ہیں اول خود اس کی نفی مثلاً کوئی کہے انسان ہے ہی نہیں دوم اس کے لوازم سے کسی شئ کی نفی مثلاً کہے انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شئ کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔ سوم اس کے منافیات سے کسی شئ کا اثبات مثلاً کہے انسان حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگرچہ زبان سے انسان کو موجود کہا مگر

[1] علامہ محب اللہ بہاری۔ مسلم الثبوت ص ۱۰ مطبع مجیدی کانپور۔

حقیقۃً انسان کو نہ جانا وہ اپنے زُعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہیں جو ہرگز انسان نہیں تو انسان کی نفی اور اس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا سب برابر ہیں فقط لفظ میں فرق ہے۔ مولا عزّ و جل کو جمیع صفات کمال لازم ذات اور جمیع عیوب و نقائص اُس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفات کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اس کے لئے کسی عیب و نقص کا مثبت نہ ہو تو دہریئے اگر قسم اوّل کے منکر ہیں کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہیں باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمال لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں بہرحال اللہ عزّ و جل کو نہ جاننے میں وہ اور دہریئے برابر ہوئے وہی لفظ و۔ طرز ادا کا فرق ہے۔ دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور اُن دہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خُدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا مولی سُبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ[1] دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو خُدا بنالیا و لہٰذا آیت کریمہ "لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ" کے تتمہ میں ارشاد ہوا قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ[2] ؁ اگر ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ کہیں گے اللہ "قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ" تم کہو حمد اللہ کو کہ اُس کے منکر بھی ان صفات میں اسی کا نام لیتے ہیں اپنے معبودان باطل کو اس لائق نہیں جانتے۔ مگر کیا اس سے یہ کوئی سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں نہیں نہیں "بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اکثر سرے جانتے ہی نہیں۔ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ[3] ؁ وہ تو یوں ہی اپنی سی اٹکلیں دوڑاتے ہیں جیسے اور بہتیرے معبود گڑھ لئے کہ اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ[4] وہ تو نرے نام ہیں کہ تم نے اور تمہارے

---

[1] قرآن پاک پارہ ۱۹ سورہ الفرقان رکوع ۴۔ [2] قرآن پاک پارہ ۲۱ سورہ لقمٰن رکوع ۱۲۔
[3] قرآن پاک پارہ ۲۵ سورہ زخرف رکوع ۸ [4] قرآن پاک پارہ ۲۷ سورہ نجم رکوع ۵

باپ دادوں نے دھر لئے اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اُتاری یوں ہی اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کر کے اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں کہ جس صفات کی اسے بتاتے ہیں اللہ عزّ وجل ان سے بہت بلند و بالا ہے تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰالِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا ہ سُبْحٰنَ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ہ رہا یہ کہ یہاں اکثر سے نفیِ علم فرمائی[1]۔

(۲) منطق میں ایک قضیہ ممکنہ عامہ ہوتا ہے اس قضیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کام کے حکم کا جانب مخالف غیر ضروری قرار دیا جائے۔ امکان کذب الٰہی کے متعلق بحث کرتے ہوئے امکان عام و خاص کا استعمال ایک عام فہم انداز میں عرف کے مطابق کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔

"یہ کہ جب اُس کا کذب ممکن ہوا تو اس کا صدق ضروری نہ رہا اور جب اس کا صدق ضروری نہ رہا تو اس کی کون سی بات پر اطمینان رہے گا ہر بات میں احتمال رہے گا کہ شاید جھوٹ کہہ دیا ہو۔ جب جھوٹ بول سکتا ہے تو اس یقین کا کیا ذریعہ ہے کہ اس نے کبھی نہ بولا ہو۔ کیا اسے کسی کا ڈر ہے یا اس پر کوئی حاکم وافسر ہے جو اسے دبا دے گا اور جو بات وہ کر سکتا ہے نہ کرنے دے گا یا وہ ذریعہ صرف یہی ہو سکتا تھا کہ خود اس کا وعدہ ہو کہ ہمیشہ صحیح بولے گا یا اس نے فرمادیا ہے کہ میری سب باتیں سچی ہیں مگر جب اُس کا جھوٹ ممکن ٹھہرا تو سرے سے اس وعدہ و فرمان ہی کے صدق پر کیا اطمینان رہا ہو سکتا ہے کہ پہلا جھوٹ ہی بولا ہو۔ معاذ اللہ اُس کا کذب ممکن مان کر دین و شریعت، اسلام و ملت کسی کا اصلاً پتہ نہیں رہتا۔ جزا و سزا جنت و نار حساب و کتاب، حشر و نشر پر ایمان کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا[2]۔"

---

[1] امام احمد رضا۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۳۶، مطبع اہلسنت۔ بریلی۔

[2] امام احمد رضا۔ سبحٰن السبوح ص ۱۳۶۔ شاہی پریس۔ لکھنؤ۔

(۳) رقت وسیلان کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ شرنبلالی کا ایک قول نقل فرماتے ہیں۔ ان کل مالا ینعصر لیس برقیق[1]۔ علامہ شرنبلالی کے پیش کردہ اس قاعدہ پر بطرز منطق معارضہ قائم فرماتے ہیں۔ فعکسہ کل رقیق ینعصر ؛ وفیہ نظر لایستتر فان الدھن رقیق ولا ینعصر[2] ؛

(۴) فقہ میں نواقض وضو سے متعلق ایک کلیہ موجود ہے۔ مالیس بحدث لیس بنجس۔ اس کی شرح میں علماء فرماتے ہیں کہ اس قضیہ کا عکس نہیں۔ علامہ شامی نے اس شرح کا مطلب تحریر فرمایا۔ یرید بہ العکس المستوی لانہ جعل الجزء الاول ثانیا والثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالھم۔

اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کی یہ توجیہ قابل اعتراض قرار دی کہ عکس مستوی میں اصل قضیہ کی طرح صدق کا باقی رہنا ضروری ہے کہ یہ عکس لازم اصل ہے تو اس کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے لہٰذا یہاں نفیِ عکس سے عکس عرفی کی نفی مراد ہے۔ ھذہ زلۃ واضحۃ فانھم لو ارادوا بہ العکس المنطقی لکان نفیہ نفی الاصل لان العکس من اللوازم ولم یلتفت رحمہ اللہ تعالیٰ الیٰ قول نفسہ مع بقاء الصدق فاذا کان الصدق باقیا فکیف یصح نفیہ بل الحق انھم یریدون فی امثال المقام نفی العکس العرفی وھو عکس الموجبۃ الکلیۃ کنفسھا تقول کل حلال طاھر ولا عکس ای لیس کل طاھر حلالا وھذا معھود متعارف فی الکتب العقلیۃ۔ ایضا تراھم یقولون ارتفاع العام یستلزم ارتفاع الخاص ولا عکس ونفی اللازم یستلزم نفی الملزوم ولا عکس الیٰ غیر ذلک وھذا اظھر من ان یظھر[3]۔

---

[1] امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۸۷۔ مطبع کشمیری بازار لاہور۔

[2] " " " " " " "

[3] " " ۶۳ " "

(۵) لہو ولعب، عبث و باطل کے معنی سے بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر علماء نے عبث کا معنی بے فائدہ کام تحریر فرمایا ہے۔ مراقی الفلاح میں فرمایا عمل لافائدۃ فیہ ولاحکمۃ تقتضیہ۔" اس طرح آپ نے عبث کی معنی بارہ طرز پر متعدد کتابوں سے نقل فرمایا اور ایک منطقیانہ تحقیق اس طرح تحریر فرمائی۔

جس طرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری اس وقت تک صادر نہ ہوگا جب تک کہ تصور بوجہ ما اور تصدیق بفائدۃ ما نہ ہو یوں ہی انسان کے ہوش و حواس جب تک حاضر ہیں بغیر کسی شغل کے نہیں رہتا خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور یا عملی ہو جیسے جوارح سے کوئی حرکت۔ تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لئے اس میں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضی کا تیسر ہے اور یہ خود اس کے لئے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین و دنیا میں سوائے ایک عادت بے معنی کی تحصیل کے اور کوئی ثمرہ و نفع اس پر مرتب نہ ہو بایں معنی کوئی فعل اختیاری فاعل کے لئے اصلاً فائدہ سے عاری محض نہ ہوگا ہاں یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لافائدہ و محض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کہ اس کا مآل ضرر بحت ہو جیسے کہ کفار کی عبادات شاقہ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ؕ[1]

(۶) فلاسفہ مشائین کے نزدیک جسم متصل واحد ہے اور ہیولی اور صورت جسمیہ سے مرکب ہے لیکن متکلمین فرماتے ہیں کہ جسم کی ترکیب جواہر فردہ (ایٹم) سے ہے برتن کے پانی کے کسی حصہ کے مستعمل یا نجس ہونے سے پورے برتن کا پانی نجس کیوں قرار دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں جسم کے متصل واحد ہونے اور متکلمین کے طور پر اجزاء لایتجزی سے مرکب ہونے کی بحث کی ہے اور اتصال جسم پر صدر شیرازی کے پیش کردہ

---

[1] امام احمد رضا فتاوی رضویہ ص ۱۹۹۔ ج ۱۔ اہلسنت۔ کشمیری بازار لاہور

[2] " " " ۲۰۰ " " "

بارہ براہین ہندسیہ کا رد ایک ہی جواب سے فرمایا ہے۔[1]

والحق مایظھر للعبد الضعیف غفرلہ ان الماء ان کان شیئاً واحدا متصلا حقیقۃ کما تزعمہ الفلاسفہ فلا شک ان لقاء بعضہ لقاء کلہ بل لابعض ھناک لعدم التجزی بالفعل وان کان اجزاءٔ متفرقۃ کما ھو عندنا ان تألف الاجسام من جواھر فردۃ تتجاور ولا تتلاصق لاستحالۃ اتصال جزئین ـ القول وکل ما تجشم الفلاسفۃ وخدمہ من اقامۃ براھین ھندسیہ وغیرھا علی استحالۃ الجزء وقد اوصلہ الشیرازی فی شرح الغوایہ المسماۃ ھدایۃ الحکمۃ الی اثنا عشر وسماھا حججا انما تدل علی استحالۃ الاتصال دون امتناع نفس الوجود للاجزاء ومبنی الھندسۃ علی توھم خطوط متصلۃ ولا حاجۃ لھا الی وجودھا عینا فضلاً عن اتصالھا کالھیئۃ تبتنی علی توھم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم یکن لھا وجود عینی بل اولی فان الھندسۃ تستغنی عن وجودھا لوجود المناشی ایضاً۔ فلا یرد علینا شیٔ من ذلک وللہ الحمد وقد اغفل ذلک کثیر من المتکلمین فاختار وا فی دفع شبھۃ المتفلسفین وباللہ التوفیق بل الجسم عندنا اجزاء متفرقۃ حقیقۃ متصلۃ حسا کما تری فی الھباء عند دخول الشمس فی الکوۃ بل فی الدخان و البخار والغبار فحینئذ لا اتصال حقیقۃ بشیٔ من الماء بشیٔ من البدن فلو اعتبرت الحقیقۃ لم یتنجس الماء بوقوع شیٔ من الخبث فظھر ان الشرع المطھر قد اعتبر الحس ھھنا ولا شک ان کلہ فی الحس شیٔ واحد کما ھو فی الحقیقۃ عند المتفلسفۃ ولیس ثَمّ حاجز یمنع الجواز الحسی بالبلوغ الیہ فوجب ان یکون علی ھذا ایضا لقاء بعضہ لقاء کلہ بل لا بعض لعدم التجزی حسا اما الکثیر فجعلہ الشرع لا یحتمل الخبث فلا یضرہ

[1] براھین ھندسیہ۔ مذکورۃ فی "صدرا" لعلامہ صدرالدین شیرازی صفحہ ۲۱ الی ۵۴۔ المطبوع فی مکتبہ علوی الواقعہ فی بلدۃ لکنو سنۃ ۱۳۱۰ ھجری۔

جواز الحس وبه استقر عرش التحقیق علی ان الماء لا یتنجس شئ منه بوقوع النجاسة ولو مرئیة حتی ما حولها من مایلیها۔ ھکذا ینبغی التحقیق والحمد للہ تعالیٰ التوفیق وھھنا تم الکلام للھمام ملک العلماء الکرام نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ علی الدوام فی دار السلام۔ آمین۔

اس بحث سے متعلق دوسری جگہ اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔ اقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق۔ اہلسنت حفظھم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگرچہ ترکیب اجسام جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے۔ فقیر نے بحمداللہ تعالیٰ اپنے فتاویٰ کلامیہ میں اسے قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جس کی طرف علمائے متقدمین کی نظر اب تک نہیں گئی تھی فیما اعلم واللہ اعلم اذ لم اقف علیہ فی کلامھم مگر اتصال حسی ضروری ہے۔ کما بیناہ فی رسالتنا "النمیقة الانقی" تمام احکام دین و دنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں یہ اتصال دو قسم پر ہے قوی وضعیف۔ قوی یہ ہے کہ جب تک خارج سے کوئی سبب پیدا نہ ہو انفکاک نہیں ہوتا۔ ایسی ہی شئ کا نام جامد ہے۔ پھر یہ خود قوت وضعف میں بڑیاں پاپڑے سے کر سنگ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہیں مگر یہ نہ ہوگا کہ خود بہ خود اس کے اجزاء بکھر جائیں یا گر اتر جائیں --- ضعیف یہ ہے کہ محض مجاورت کے سوا اجزاء میں عام بستگی وگرفتگی نہ ہو ذل پیدا کرنے والا تراکم کہ اجزاء یکے بالائے دیگرے ہیں جگہ نہ پانے کے باعث ہو۔ گنجائش ملتے ہی اجزاء اتر کر پھیلنے لگیں ایسی شئ کا نام مائع وسائل ہے اور ازاں جاکہ اجزاء میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی وگرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہیں جو حرکت ثقیل اشیاء میں پیدا ہوتی ہے جب کہ کوئی مانع نہ ہو جامد میں سارے جسم کو معاً متحرک کرتی تھی کہ اجزاء اول

---

[1] فتاوی رضویہ للامام احمد رضا ج ۱ ص ۲۸۱۔ طبع اہلسنت کشمیری بازار لاہور

سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہو گا بلکہ جانب نشیب کے پہلے اجزار حرکت میں پچھلوں کا انتظار نہ کریں گے ان کے آگے بڑھتے ہی ان کے متصل جو اجزار تھے جگہ پائیں گے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہ کر جنبش کریں گے یوں ہی یہ سلسلہ اخیر اجزار تک پہنچے گا تو اس جسم کی حرکت حرکتِ واحدہ نہ ہوگی بلکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور ازاں جاکہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا اُن سے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزار میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام سیلان[1] ہے۔

(۷) امتناع ذاتی اور امتناع بالغیر کی بحث فلسفہ الہیات کے طرز پر امکان کذب کے سلسلہ میں اِس طرح فرمائی۔

ہر ممتنع بالغیر محال بالذات کو مستلزم اور باوجود اس کے خود ممکن بالذات ہوتا ہے۔ اس کا امکان ذاتی اس محال بالذات کے امکان ذاتی کو مستلزم ہونا محال بالذات۔ اور لم یہ کہ ان میں استلزام ہی عارضی تھا نہ ذاتی ورنہ محال بالذات ہوتا نہ بالغیر یوں تو لازم کہ باری تعالیٰ وتقدس واجب الوجود نہ رہے یا تمام موجودات واجب بالذات۔ وجہ ملازمت سُنئے۔ زید آج موجود ہوا اس کا اس وقت وجود الٰہی سبحانہ وتعالیٰ میں تھا یا نہیں اگر نہیں تو علم محیط باری جل وعلا منتفی ہوا اور انتفاء علم کہ مقتضی ذات ہے انتفاء مقتضی کو مقتضی تو باری عزّ وجل معاذ اللہ معدوم ہوا۔ اور اگر تھا تو اس وقت اس کا عدم بھی ممکن ذاتی تھا یا نہیں اگر نہیں تو زید واجب بالذات ہوا اور ہاں تو اس کا وقت عدم کہ ممکن بالذات ہے عدم علم اور عدم علم عدم عالم کو مستلزم تو تمہارے طور پر عدم ذاتی ممکن تو باری جل جلالہٗ واجب نہ ہوا[2]۔

---

[1] امام احمد رضا۔ فتاوٰی رضویہ۔ ج ۱۲ ص ۲۸۷، ۲۸۸ مطبع اہلسنت بریلی۔

[2] امام احمد رضا۔ سبحٰن السبوح ص ۱۰۸ شاہی پریس لکھنؤ۔

(۸) بوعلی سینا اور ابن الہیثم فلسفہ مشائین کے دو عظیم امام گذرے ہیں انھوں نے حدوث الوان کے لئے روشنی کو شرط قرار دیا۔ تاریک جگہوں میں ان کے خیال میں رنگ معدوم ہوتا ہے اور روشنی آنے سے رنگ واپس آجاتا ہے۔

وقال ابن سینا وکثیر من الحکماء الضوء شرط وجود اللون فی نفسہ فاللون انما یحدث فی الجسم بالفعل عند حصول الضوء وانہ ای اللون غیر موجود فی الظلمۃ[1]

وقال ابن الہیثم مستدلاً علی ان الضوء شرط لوجود اللون لا فانری الالوان تضعف بحسب ضعف الضوء فکلما کان الضوء اقوی کان اللون اشد وکلما کان اضعف کان اضعف فکل طبقۃ من الضوء شرط بطبقۃ من اللون۔[1]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ مذہب عقلاً بھی باطل ہے اور کئی احادیث اس کے خالف بھی ہیں کیونکہ جہنم کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ وہ تاریک اور سیاہ ہے تیرگی کے ساتھ سیاہی کا ثابت کرنا کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وجود الوان کے لئے روشنی شرط نہیں

(۹) فلسفۂ الٰہیات میں صفات واجب تعالیٰ کا ایک باب ہے اکثر حکمائے مشائین صفات باری تعالیٰ کو عین ذات قرار دیتے ہیں معتزلہ بھی اسی مسلک کے قائل ہیں لیکن متکلمین مشائخ ماتریدیہ اشعریہ کے نزدیک صفات باری تعالیٰ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات فلاسفہ کے نزدیک صفات ذات ہی کا نام ہے اور متکلمین کے قول کی تشریح یوں ہے ۔ وھی لا ھو ولا غیرہ یعنی ان صفات اللہ تعالیٰ لیست عین الذات ولا غیر الذات فلا یلزم قدم الغیر ولا تکثر القدماء۔ والنصاریٰ و ان لم یصرحوا بالقدماء المتغائرۃ لکن لزمھم ذلک لانھم اثبتوا الاقانیم الثلاثۃ ھی الوجود والعلم والحیوۃ وسموھا الاب والابن وروح القدس وزعموا ان

---

[1] سید شریف جرجانی۔ شرح مواقف ص ۳۱۴ مطبع نولکشور لکھنؤ

[1] " " ۳۱۵ " " " "

اقنوم العلم انتقل الى بدن عيسٰى عليه السلام فجوزوا الانفكاك والانتقال فكانت
ذوات متغائرة ولقائل ان يمنع توقف التعدد والتكثر على التغاير بمعنى جواز الانفكاك للقطع
بان مراتب الاعداد من الواحد والاثنين والثلاثة الى غير ذلك متعددة متكثرة
مع ان البعض جزء من البعض والجزء لا يغاير الكل وايضا لا يتصور نزاع من اهل
السنه فى كثرة الصفات وتعددها متغائرة كانت او غير متغايرة ـ فالاولى
ان يقال المستحيل تعدد ذوات قديمة لا ذات وصفات وان لا يجترئ على القول بكون
الصفات واجبة الوجود لذاتها بل يقال هى واجبة لا لغيرها بل لما ليس عينها و
لا غيرها اعنى ذات الله تعالى وتقدس ويكون هذا مراد من قال واجب الوجود لذاته
هو الله تعالى وصفاته يعنى انها واجبة لذات الواجب تعالى وتقدس واما فى
نفسها فهى ممكنة ولا استحالة فى قدم الممكن اذا كان قائما بذات القديم واجبا له
غير منفصل عنه فليس كل قديم الٰها حتى يلزم من وجود القدماء وجود الآلهة
لكن ينبغى ان يقال ان الله تعالى قديم بذاته موصوف بصفاته ولا يطلق
القول بالقدماء ولئلا يذهب الوهم الى ان كلا منها قائم بذاته موصوف بصفات
الالوهية ولصعوبة هذا المقام ذهبت المعتزلة والفلاسفة الى نفى الصفات و
الكرامية الى نفى قدمها والاشاعرة الى نفى عينيتها وغيريتها فان قيل هذا فى الظاهر
رفع للنقيضين وفى الحقيقة جمع بينهما لان المفهوم من الشئ ان لم يكن هو المفهوم
من الآخر فهو غيره والا فعينه ولا يتصور بينهما واسطة قلنا قد فسروا
الغيرية بكون الموجودين بحيث يقدر ويتصور وجود احدهما مع عدم الآخر
اى يمكن الانفكاك بينهما والعينية باتحاد المفهومين بلا تفاوت اصلا فلا يكونان
نقيضين بل يتصور بينهما واسطة بان يكون الشئ بحيث لا يكون مفهومه مفهوم
الآخر ولا يوجد بدونه كالجزء مع الكل والصفة مع الذات وبعض الصفات

مع البعض فان ذات الله تعالیٰ وصفاته ازلیة والعدم علی الازلی محال والواحد من العشرة یستحیل بقاءه بدونها وبقاءه بدونه اذ هومنها فعدمها عدمه و وجودها وجوده بخلاف الصفات الحدثه فان قیام الذات بدون تلک المعینة متصور فتکون غیرالذات کذا ذکره المشائخ۔[1]

اُس کی صفت نہ عین ہے نہ غیر یعنی صفات اسی ذات ہی کا نام ہے ایسا نہیں۔ نہ اس سے کسی طرح کسی نحو وجود میں جُدا ہوسکیں کہ نفس ذات کی مقتضی ہیں اور عین ذات لازم۔[2]

شیخ عبدالغنی نابلسی نے فرمایا ہے کہ عین ذات ہونے میں یہ دونوں فریق جو کچھ کہتے ہیں ان میں حق و باطل کا فرق یہ ہے کہ معتزلہ وفلاسفہ صفات باری تعالیٰ کو ذات کے سوا کچھ نہیں مانتے اور عقلا رعین ذات قرار دیتے ہیں اہل حق فرماتے ہیں کہ صفات نظر عقل میں غیرذات ہیں اوران کا عین ہونا اس طور پر ہے کہ حقیقت صرف اللہ کے علم میں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ پر مکمل تحقیق فرمائی ہے اور صفات لازمہ ومفارقہ سے متعلق مذاہب کو شمار کرکے ان کے دلائل کا تجزیہ فرمایا ہے اور متکلمین کے مسلک کی تائید فرمائی ہے۔

اقول وباللہ التوفیق تحقیق المقام علی ما الهمنی الملک العلام ان الصفة مفارقة ولازمة اما للوجود حیث الوجود غیرالوجود اولنفس الذات امامستندة الیها نفسها اولابل هما مستندان جمیعا الی جاعلهما۔ فالمفارقة بینة المغایرة ولا یصح لعاقل ان یتوهم عینیتها وصفات الله سبحنه وتعالیٰ متعالیه عنها بالاجماع ثلاثا لکرامیه ولوازم الوجود دون الذات تکون الذات سارية منها من حیث هی هی فکانت مفارقة دون مرتبة الشمار ولا مساغ لهذا فی الصفات العلیة فان

---

[1] شرح عقائد النسفی ص ۳۰ / ۳۱ ۔ مطبع یوسفی ۔ لکھنؤ ۔ یو پی ۔

[2] صدرالشریعۃ اعظمی ۔ بہار شریعت ص ۳ مطبع یوسفی ۔ لکھنؤ ۔ یو پی ۔

وجوده تعالیٰ عین ذاته بالاجماع من دون نزاع لانه من صفاته النفسیه وانما
الخلاف فی الذاتیة ولوازم الذات اذا کانت کمالات غیر مستندة الی نفسها کانت
مستکملة بغیرها وهو ایضًا محال علی الله سبحانه وتعالیٰ فاذن صفاته الذاتیة لیست الا
من القسم الرابع هذا هو الحق الناصع فوجودها لیس الا بوجود الذات وتقررها
منطو فی تقرر الذات ولا عراء عنها للذات ولا مصداق لها وراء الذات ای صابه
صدقها ومنشؤها حملها وهذا هو معنی قول بعضهم لا هو بحسب المفهوم ولا غیره
بحسب المصداق لان الفرق کالعنوان والمعنون او الحد والمحدود فانه العینیة
سواء بسواء دعین ما زعمته المعتزلة والحکماء بید ان منهم اوهم کلامه غیر هذا
واشتهر منه را ئحة تعری الذات عن الصفات فی بعض الحضرات کما تقدم
نقله عن نسیم الریاض ومن العجب ان القائل الفاضل فیه علیه ثم وقع فیه
حیث قال بل لو لم تکن موجودةً کان الاثر بحاله والی تحقق الذات عاریة من
لوازمها بل لو لم تکن لان انتفاء الملزوم لازم لانتفاء اللازم فمن این یبقی
للاثر اثر فهذه الزیادة التی یوهمها کلام بعضهم هی الباطلة المنکرة وعلیها
شدد النکیر سیدنا الشیخ اکبر حیث قال فی الباب السادس والخمسین من الفتوحات
اما سقم الاستقراء فلا یصح فی العقائد فان مبناها علی الادلة الواضحة فانه لو استقرینا
کل ما ظهرت منه صنعة لوجدناه جسما فنقول ان العالم صنعة الخلق وفعل
وقد تتبعنا الصناع فلم نجد صانعًا الا ذا جسم والحق صانع فقال المجسمة الحق
جسم تعالی الله عن ذالك علواً کبیرًا وتتبعنا الادلة فی المحدثات فما وجدنا
عالم بنفسه وانما الدلیل یعطی ان لا یکون عالم الا بصفة زائدة علی ذاته تسمی
علمًا وحکمها فیمن قامت به ان یکون عالمًا وقد علمنا ان الحق عالم فلابد ان یکون
له علم ویکون ذلك العلم صفة زائدة علی ذاته قائمة به تعالی الله عما تقول

المشبهة علواً كبيراً كلا بل هو الله العالم الحي القادر والقاهر الخبير كل ذلك بنفسه لا بامر زائد على ذاته اذ لو كان ذلك بامر زائد على نفسه وهي صفات كمال لا يكون كمال الذات الا بها فيكون كماله بزائد على ذاته و تتصف ذاته بالنقص اذا لم يقم بها هذا الزائد فهذا من الاستقراء الذي هذا دعا المتكلمين ان يقولوا في صفات الحق لا هي هو ولا هي غيره وفيما ذكرناه ضرب من الاستقراء الذي لا يليق بالجناب العالي ثم انه لما استشعر بذلك القائلون بهذا المذهب سلكوا في العبارة عن ذلك مسلكا آخر فقالوا ما قلناه بالاستقراء وانما قلنا اعطى الدليل انه ما يكون عالما الا من قام به العلم ولا بد ان يكون امراً زائداً على ذات العالم لانه من صفات المعاني بقدر رفعه مع بقاء الذات فلما اعطانا الدليل ذلك طردناه شاهداً وغائبا يعني في الحق والخلق وهذا هروب منهم وعدول عن عين الصواب ! هو بحروفه فانظر كيف رد عليهم بلزوم النقص اذا لم يقم بها هذا الزائد وكيف نقل عنهم الافصاح بان العلم صفة يقدر رفعها مع بقاء الذات فهذا والله هو الباطل الصراح وكل ما رده الشيخ به مما ذكره هنا وما ذكر قبله من لزوم افتقاره تعالى الى الصفات لو كانت اعياناً زائدات فهو حق قراح اما على ما قررنا فليس فيه بحمد الله ما يحوم حومه رد والكار وان يكون فيه افتقار للذات المتعاليه الى الصفات العاليه وما هي الا تضيتها والمستندة اليها والشئ لا يحتاج الى مقتضاه بل هو المحتاج الى مقتضاه اذ لا قيام للصفات الا بالذات ولا مساغ هنالك استكمال فان الكمال هو الصفة لا غيرها وهي مقتضاة نفس الذات فالذات بنفسها اقتضت كمالها المسمى بالصفة لان الكمال شئ آخر يحصل للذات من جهة

الصفات كما يلزم على من يقدر بقاء الذات مع رفع الصفات وايضا يجئ الانكار منهم على من يقول بمحض الزيادة فی جميع المراتب وان لم يقدر ما او هو لبعضهم وذلك لما فيه من انكار حضرة الاطلاق ومرتبة الجمع وانت تراهم قائلين فی تلك المرتبة بعينية العالم فضلا عن الصفات فما ذا يستنكر وكيف يبطل به حكم مرتبة الفرق وهذا الشيخ الاكبر قدس سره قائلا فی باب السبعين واربع مأة ما نصه واما وصفه بالغنی عن العالم فانما هو لمن توهم ان الله تعالى ليس عين العالم وفرق بين الدليل والمدلول فالأمر واحد وان اختلفت العبارات عليه فهو العالم والعلم والمعلوم وهو الدليل والدال والمدلول وهو قول المتكلم ما هو غيره فقط واما قوله وما هو فهو لما يرى من انه معقول زايد على ما هو فنفی ان يكون هو وما قدر على ان يثبت هو من غير علم بصفه به فقال ما هو غيره فحار فنطق بما اعطاه فهمه فقال ان صفة الحق ما هی هو ولا هی غيره ولكن اذا قلنا نحن مثل هذا القول ما نقوله على حد ما يقوله المتكلم فانه يعقل الزايد ولابد ونحن لا نقول بالزائد الخ بعض اختصار فانظر من ای مقام يتكلم الشيخ وفی ای وادیسير وعلى ای زيادة منه النكير وتامل آخر كلامه انا اذا قلنا نحن مثل هذا القول الخ تعلم انه لا ينكر الكلام انما ينكر المنشا من اثبات موجود سوى الله تعالى فافهم والله يتولى هداك وهذا ما افاد المولى النابلسی ان الصوفية تقول بعينية طورها وراء طور العقل فهم كما علمت لا يخصونها بالصفات بل ليس عندهم فی الدار غيره دیار ومعاذ الله ان يكون الشيخ من نفاة الصفات وهو القائل فی خطبة له ذكرها فی الفصل التاسع من الباب الحادی واسبعين بعد ثلاث مأة الحمد لله الذی ليس لاوليته افتتاح كما لسائر الاوليات الذی له الاسماء الحسنى والصفات

العلی الا زلیۃ الخ وقال الشیخ عبد الوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی فی
الیواقیت والجواھر من المبحث الثانی مبنی کتب الشیخ یعنی شیخ الاکبر قدس سرہ و
مصنفاتہ کلھا فی الشریعۃ والحقیقۃ علی معرفۃ اللہ تعالیٰ وتوحیدہ وعلی اثبات
اسمائہ وصفاتہ وانبیاءہ ورسولہ الخ وبعد اللتی والتی یرد الاجماع الحکم
المنقول عن امام الفریقین شیخ الشیوخ بمناشبہ یذکرہ لسان الطریقۃ التکلم عن
طور فوق طور المعقول وبالجملۃ فالذی نعتقدہ فی دین اللہ تعالیٰ ان لہ
عزوجل صفات ازلیۃ قدیمۃ قائمۃ بذاتہ عزوجل لوازم لنفس ذاتہ تعالیٰ
ومقتضیات لھا بحیث لا تقدیر للذات بدونھا وھی المفتاقۃ الی الذات
لانھا باقتضاءھا وقیامھا بھا وھی الکمالات الحاصلۃ للذات بنفس الذات
فلا مصداق لھا الا الذات فلھا حقیقۃ بھا ھی ھی وھی المعانی القائمۃ القدیمۃ
المقتضیات للذات وحقیقۃ بھا ھی وما ھی الا عین الذات من دون زیادۃ
اصلاً فافھم وتثبت وایاک ان تزل فان المقام مزلۃ الاقدام وباللہ التوفیق وبہ
الاعتصام۔ (تحت الحاشیۃ الطولہ)[1]

(۱۰) معتزلہ وفلاسفہ ارسال رسل کو واجب تعالیٰ پر واجب قرار دیتے ہیں
یعنی واجب تعالیٰ فعل و ترک کا مختار نہیں ہے بلکہ فعل پر مضطر ہے۔ متکلمین نے فلاسفہ
کے اس مسلک سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ارسال رسل میں واجب تعالیٰ مختار
ہے لیکن وہ رسولوں کو ضرور مبعوث فرمائے گا علامہ ابوالبرکات نسفی نے فرمایا۔
ارسال الرسل مبشرین ومنذرین فی حیز الامکان بل فی حیز الوجوب
والظاھر استحالۃ تخلفہ[2]

امام ابن ہمام نے علامہ نسفی کی اس عبارت پر اپنی تحریر میں اعتراض فرمایا ہے

---

[1] المعتقد المنتقد ص ۴۸ تا ۴۹ [2] المعتقد المنتقد ص ۱۰۳۔

کہ یہاں نسفی سے لغزش ہوئی اور آپ مذہب اعتزال کے جھانسے میں آگئے۔[1]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ امام نسفی کا قول اعتراض سے خالی ہے کیونکہ مذہب حق سے مطابقت کی اس میں پوری گنجائش موجود ہے[2]۔ اہل حق کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہے اور نہ اس پر کسی کا حکم ہے وہ قادر ہے یعنی کرنا نہ کرنا دونوں اس کے لئے برابر ہے کسی ایک جہت کی ترجیح اس کی صفت ارادہ سے متعلق ہے نہ صفت قدرت سے[3]

اعلیٰ حضرت نے اس ضمن میں حُسن وقبح کی بحث لکھی ہے کہ وہ عقلی ہیں یا نہیں۔ اشاعرہ کے نزدیک حُسن وقبح عقلی نہیں ہیں لہٰذا فرماں بردار کو ثواب دینا کافر کو عذاب اور ارسال رسل وغیرہ قبل ورود حکم ان کے یہاں نہ حسن ہے نہ قبیح تو ان چیزوں کا تعلق ارادہ اور حکمت سے ہوا اور ائمہ ماتریدیہ افعال میں حُسن وقبح عقلی مانتے ہیں لیکن ان کا حکم صرف اللہ کی طرف سے عقل کو دخل نہیں تو شئ ممکن بالذات ہوگی تعلق قدرت کے قابل ہے کہ تعلق قدرت امکان ذاتی سے متعلق ہے اور امتناع بالغیر تعلق قدرت سے مانع نہیں اللہ کے علم وخبر کے خلاف جو ممکن بالذات ہیں ان کا وقوع محال ہے کیونکہ ارادہ کا تعلق صرف امکان سے نہیں ہے بلکہ امکانِ وقوعی سے ہے جس کا نکتہ یہ ہے کہ تعلق قدرت سے وجود شئ لازم نہیں آتا اور تعلق ارادہ سے وجود منفک نہیں ہوسکتا۔

الحاصل جملہ ممکنات مقدرات الٰہیہ ہیں مطابق حکمت ہوں یا نہ ہوں لیکن ان سے ارادہ کا تعلق اس صورت میں ہوگا کہ وہ مطابق حکمت ہوں ورنہ سفاہت لازم آئے گی تو جو شئ موافق حکمت ہوگی باری تعالیٰ سے اس کا صدور ارادہ و اختیار سے بطور وجوب ہوگا۔ قول فلاسفہ کے طور پر نہیں کہ جو موافق امور کا صدور

---

[1] المعتقد المنتقد ص ۱۰۳ [2] المعتمد المستند ص ۱۰۵ [3] المعتقد المنتقد ص ۱۰۵

بطور ایجاب مانتے ہوں اور اس کے خلاف سے تعلق قدرت کو ناممکن قرار دیتے ہوں۔ پھر اعلیٰ حضرت نے اپنی تشریح کی تائید میں ملا بحرالعلوم اور ملا بہاری کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ خلاف حکمت شئی پر قدرت ہونیکا معنی یہ نہیں ہے کہ مخالفت حکمت بھی تحت قدرت ہے یا حکمت بھی مقدور ہے اس لئے کہ مقدوریت نفس شئی سے متعلق ہے نہ کہ مخالف حکمت ہونے کی حیثیت سے ورنہ جہل وسفاہت لازم آئیں گے وھما محالان علی اللہ تعالیٰ اور ارادہ کا تعلق مطابق حکمت سے ہوتا ہے لہٰذا حکمت کی مطابقت واجب ہے۔

الحاصل جو باتیں واجب تعالیٰ کے لئے نقص ہوں جیسے کذب، جہل اور عجز وغیرہ یا اپنے علم اور حکمت یا قدرت یا اور کسی صفت کا معدوم کرنا یہ سب محال بالذات ہیں اور جو فی نفسہٖ نقص نہ ہوں بلکہ کسی خارجی سبب سے جیسے علم و خبر کے خلاف کسی کام پر قدرت کا ہونا تو وہ محال بالغیر ہے لہٰذا متعلق قدرت ہے اور اس سے ارادہ کا تعلق ممکن نہیں۔ فرماں بردار کو ثواب دینا نافرمان کو عذاب، رسولوں کی بعثت اور انزال کتب وغیرہ عقلاً واجب نہیں ہیں اور ان کی مخالفت عقلاً محال نہیں لیکن مطابقت حکمت ہونے کی وجہ سے واجب بالغیر اور خلاف حکمت ہونے کی وجہ سے محال بالغیر ہیں[1]۔

---

[1] المستقد المنتقد ص ۱۰۵ تا ۱۰۹ (ملخصاً)

ریاضی و جغرافیہ سے مسائل شرعیہ کا استحکام

دُنیا میں جتنے عُلوم و فنون ہیں ہر ایک سے احکام دینیہ کی تقویت و تائید کا کام لیا جا سکتا ہے لیکن فنی مہارت کے بغیر کسی بھی علم سے اس موضوع پہ کام لینا عادتاً محال ہے اسی لئے علمائے دین کی ایک جماعت نے ہر دور میں کسی نہ کسی عقلی یا ریاضی فن میں مہارت کی طرف توجہ کی اور اس سے دینی مسائل کے لئے قوت فراہم کی۔ ان فنون میں علم ریاضی ایک بہت ہی نتیجہ بخش اور صحیح رہنما فن ہے تجربات کی ہزاروں منزلوں سے گذرنے کے بعد اس فن کو وہ مقام حاصل ہوا کہ کسی عقلی فن کو صحت کے نتیجہ کے اعتبار سے یہ مقام نہ مل سکا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپ علم الحساب سے مشکل مقدمات کا آناً فاناً فیصلہ فرما دیتے۔

قرآن مجید میں میراث کے تقسیم کے ضوابط و احکام بالکل حسابی طرز پہ ہیں۔ صحابۂ کرام سے لے کر آج تک تقسیم ارث کے جو قواعد ملتے ہیں ان سے یہ صاف واضح ہے کہ انوار رسالت کی تجلیات نے صحابۂ کرام کو علم الحساب میں بھی مہارت تامہ فرمائی تھی کہ حساب کے وہ مسائل جو کئی منزلیں طے کرنے کے بعد نتیجہ بخش ثابت ہوتے ہیں صحابہ و تابعین انہیں قرطاس و قلم کی مدد کے بغیر منٹوں میں طے فرما دیتے اسی طرح مختلف دیار و امصار میں دور دراز مقامات پر عہد صحابہ کی

تعمیر کردہ مساجد اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ جہت قبلہ متعین کرنے میں وہ علم ہیئت اور جغرافیہ کے اچھے ماہر تھے۔ کیونکہ آج ریاضی اصول پر سروے کرنے کے بعد بھی ان کو قبلہ سے سر مو متجاوز نہیں پایا جاتا۔

علامہ برجندی علوم ریاضیہ میں درجۂ امامت رکھتے تھے آپ جید فقیہ بھی تھے فقہ، ریاضی اور علم ہیئت میں آپ کی کئی عظیم الشان تصانیف آپ کی وجاہت علمی کا خطبہ پڑھ رہی ہیں۔ علامہ موصوف نے علم فقہ کو ریاضی سے بہت سارے فوائد مہیا کئے۔

اعلیٰ حضرت ایک عظیم المرتبت فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ریاضی کے بلند پایہ امام تھے محقق طوسی جیسے مہندس (Geometrician) اور ہیئت کے ماہر کی مختلف خطاؤں کی طرف اعلیٰ حضرت نے نشاندہی فرمائی ہے جس سے اس فن میں آپ کی مہارت آشکارا ہوتی ہے۔

سر ضیاء الدین ریاضی کے جن مسائل میں مدتوں متحیر رہے اعلیٰ حضرت نے منٹوں میں ان کی تشفی فرمادی۔

علم ریاضی سے اعلیٰ حضرت نے علم فقہ کی جتنی خدمتیں کیں، پوری تاریخ اسلام میں ایک مثالی کارنامہ ہے مثلاً سمت قبلہ، طلوع وغروب، اوقات صوم وصلوٰۃ کی تخریج، زکوٰۃ وفطرہ کے لئے اوزان وپیمانہ کا تعین۔ مسافت سفر کی تقدیر وغیرہ بے شمار مسائل پر آپ کی نادر تحقیقات اور ایجادی قواعد وضوابط نے فقہ اسلامی میں ایک اہم بالشان باب کا اضافہ کیا ہے۔

مسافت قصر کا تعین۔

نماز قصر کا حکم سفر کی وجہ سے ہے قرآن حکیم میں ہے وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ۔ احادیث سے تین روز کی مسافت

سے سفر ثابت ہوتا ہے۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الا ومعھا ذو رحم محرم[1] اور بعض صحابۂ کرام نے اسے چار منزل سے تعبیر کیا تھا وکان ابن عمر وابن عباس یقصران ویفطران فی اربعۃ برد وھو ستۃ وعشر فرسخا[2]۔

فقہائے حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں کہ تین دن کی مسافت کا سفر موجب قصر ہے لیکن چونکہ سال میں دنوں کی مقدار یکساں نہیں ہوتی اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس قسم کے دن مراد لئے جائیں صاحب دُرمختار نے سال کے چھوٹے دنوں کا اعتبار کیا ہے۔ "مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا من اقصر ایام السنۃ ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال[3]"

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ عرض البلد ۶۶ سے ۹۰ عرض البلد تک دن ایک گھنٹہ یا کم کا بھی ہوتا ہے۔ اس لئے مسافت قصر میں جو ایام معتبر ہیں معتدل بلاد کے حساب سے شمار کئے جائیں گے۔

"واقصر النہار ثمہ اکثر من سبع ساعات قریبا من ثمان وانما یکون النہار ساعۃ او اقل بعد عرض ۶۶ ۴۸ قریبا من تمام المیل الکلی کما لا یخفی علی عارف الفن واللہ تعالیٰ اعلم[4]"

علامہ شامی کی تحقیق بھی اعلیٰ حضرت کے اس قول سے مناسبت رکھتی ہے لیکن انھوں نے اس موقع پر مثال میں بلغاریہ وغیرہ کو خارج کیا ہے کہ وہاں کے چھوٹے دن ایک گھنٹہ سے کم کے بھی ہوتے ہیں ان کا شمار نہ کیا جائے ورنہ وہاں تین گھنٹوں کی مسافت سفر پر قصر کا جواز ثابت ہو جائے گا۔ فلا یرد ان

---

[1] بخاری۔ ج ۱ ص ۱۴۷ [2] بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ [3] درمختار ج ۱ ص ۵۲۶۔

[4] جد الممتار ص ۲۲۶۔

اقصر ایام السنة فی بلاد بلغار یه قد تکون ساعة او اکثر او اقل فیلزم ان یکون مسافة السفر فیہا ثلاث ساعات او اقل[1]

علامہ شامی کی اس تمثیل پر اعلیٰ حضرت معروضہ قائم فرماتے ہیں کہ بلغار یہ کا سب سے چھوٹا دن تقریباً آٹھ گھنٹے کا ہوتا ہے تو یہ مثال قاعدہ پر منطبق نہیں ہے کہ ایک گھنٹہ کا دن عرض ۶۶ درجہ سے پہلے ہوتا ہی نہیں۔ لیس ھکذا عرض بلغار اقل من ۵۴ درجہ ۲۹ دقیقہ۔ ط۔ م۔

دوسری بحث یہ ہوتی ہے کہ فقہاء نے نصف النہار تک کی سیر کو ایک یوم کی سیر قرار دیا ہے۔ وھل یشترط سفر کل یوم الی اللیل اختلفوا فیہ والصحیح انہ لایشترط حتی لو بکر فی الیوم الاول ومشی الی الزوال ثم فی الیوم الثانی کذلک ثم فی الیوم الثالث کذلک فانہ یصیر مسافراً[2]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں مشقت و عادت کا اعتبار کیا گیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص ایک ہی دن میں تین روز کی راہ طے کرے تو اس کے لئے قطعاً حکم قصر ثابت ہوگا۔ الحکم ثابت علی المشقة الی قولہ فافھم[3]۔

قصر کے معاملہ میں تیسرا مسئلہ مسافت قصر کی تعین و تقدیر کا ہے ظاہر روایت میں تین دنوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور تقدیر فرسخ کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ لان المذکور فی ظاھر الروایہ اعتبار ثلاثة ایام کما فی الحلیة[4]۔

حلیہ میں ہے "قال المرغینانی وعامة المشائخ قدروھا بالفراسخ وقیل احد وعشرون فرسخاً وقیل ثمانیة عشر فرسخاً المرغینانی وعلیہ الفتوی[5]۔"

---

[1] شامی ج۱ ص ۵۲۰۔ [2] بدالممتار ص ۲۲۶۔ [3] بحرالرائق ج۲ ص ۱۳۹، ۱۴۰۔
[4] جدالممتار ج۱ ص ۲۲۶ [5] ردالمحتار ج۱ ص ۵۲۷۔ [6] حلیہ ص ۲۶۲۔

لیکن شامی نے اٹھارہ فرسخ کے مسافت سفر ہونے پر فتویٰ دیا ہے فقیل احد وعشرون وقیل ثمانیۃ عشر وقیل خمسۃ عشر والفتوی علی الثانی لانہ اوسط۔[1]

غنیہ میں ہے " وقیل ثمانیۃ عشر قال العینانی وعلیہ الفتوی وقال العتابی فی جوامع الفقھیہ وھو المختار۔[2]

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اس قول کا مفتی بہ ہونا کفایہ میں محیط سے منقول ہے اور انقروی نے اسی پر فتویٰ تحریر کیا ہے۔ خزانۃ المفتیین میں ظہیریہ سے اور بحرالرائق میں نہایہ سے ایسا ہی نقل کیا ہے لہذا اٹھارہ فرسخ پر زیادہ مشائخ کا فتویٰ ہے قولہ الفتوی علی الثانی[3]

کذا فی الکفایہ حیث قال بعد ما ذکر مثل ما ھنا الفتوی علی ثمانیۃ عشر لا نھا اوسط الاعداد کما فی المحیط اھ وکذالک نقل الفتوی علیہ الانقروی فی فتاواہ عن المحیط البرھانی وفی خزانۃ المفتیین برمز ط للفتاوی الظھیریہ وفی البحر عن النھایہ ثم رد علیہ بما اجاب عنہ الشیخ اسمعیل کما نقلہ فی منحۃ الخالق[4]

علامہ شامی نے فرسخ کے معتبر نہ ہونے پر صاحب درمختار کی تائید میں یہ وجہ پیش کی ہے کہ راستوں کی نوعیت کے اختلاف سے فرسخ کی تعداد بھی مختلف ہوتی رہتی ہے ہموار اور پہاڑی اور خشکی و دریائی راستوں میں فرسخ یکساں نہیں ہوتے اس کے برخلاف مرحلوں کا اعتبار متناسب ہوتا ہے۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ فرسخوں کی مقدار میں علماء کا جو اختلاف ہے وہ اپنے یہاں کے رواج کے اعتبار سے ہے۔[5]

---

[1] شامی ج ۱ ص ۵۲۰ - [2] غنیہ ص ۵۳۵ - [3] جدالممتار ص ۲۲۶ -
[4] جدالممتار ص ۲۲۷ - [5] فتح القدیر ص ۲۳۰ -

راستے اگر دشوار گزار ہوں تو تین دن میں پندرہ فرسخ سے کم مسافت طے ہوگی تو حدیث پر عمل نہ ہو پائے گا۔ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ منزلوں کا شرعًا اعتبار ہے اور یہ کہ ایک منزل ایک دن کی مسافت ہوتی ہے اور یہ بھی کہ راستوں کی نوعیت کے اعتبار سے مسافت مختلف ہوسکتی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ منازل کی مسافتیں ہر جگہ یکساں نہیں اسی لئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احتیاط پر عمل کو ضروری قرار دیا کیونکہ عبادات میں شہادت کا دفاع مقتضار احتیاط ہے۔موجبات غسل کا بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے فرمایا۔انہ متی وجب من وجہ فالاحتیاط فی الایجاب[۱]

امام ابن ہمام فرماتے ہیں۔والاحتیاط واجب وھو العمل بالاقوی من الوجہین فوجب۔[۲]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ہمارے بلاد ہند میں ہر منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے اور مروجہ میل سے ۸/۵ میل ہوتا ہے اس اعتبار سے ایک منزل = بارہ کوس × ۸/۵ = ۹۶/۵ × ۳ منزل = ۲۸۸/۵ = ۵۷ ۱/۲ میل ۱۹ ۱/۳ میل کی ایک منزل ہوئی تو تین منزلیں ۳/۵ ۵۷ میل ہوگئی۔[۳]

اگر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے جیساکہ ردالمحتار ج ۱ ص ۱۵۵ میں ہے تو اعلیٰ حضرت کی تحقیق پر مسافت قصر ۱۹ ۱/۲ فرسخ پر ہے تو اس تحقیق سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) مفتی بہ قول میں فرسخ کو انگریزی میل میں تبدیل کرنے کی کوئی صورت نہ تھی وہ اس سے معلوم ہوا۔

(۲) ہندوستان کی راہیں نشیب و فراز ہر قسم پر مشتمل ہیں تو اس تحقیق پر

---

[۱] ہدایہ ص ۲۴ [۲] فتح القدیر ص ۲۴ [۳] فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۶۱

عمل کرنے میں میانہ پسندی بھی شامل ہوئی کیونکہ احکام میں اوساط کا اعتبار ہوتا ہے۔

(۳) ریاضی تخریج میں تحقیق مشتبہ نہیں رہتی۔

(۴) ۴۸ میل پر قصر کا فتویٰ احتیاط و تحقیق کے خلاف ہے۔

مسئلہ طلوع وغروب۔

طلوع و غروب کے وقت نماز کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہے حنفیہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ قرص آفتاب میں اتنا تغیر آجائے کہ اس پر بے تکلف نگاہ پڑنے لگے۔ بحرالرائق میں ہے۔

واختار الفضلاء ان الانسان مادام یقدر علی النظر الی قرص الشمس فی الطلوع فلا تحل الصلوٰۃ فاذا عجز عن النظر حلت وھو مناسب لتفسیر التغیر المصحح کما قدمناہ واراد بالغروب التغیر کما صرح بہ قاضی خان فی فتاویہ حیث قال عند احمرار الشمس الی ان تغیب[۱] ـــــ فمتی صار القرص بحیث لا تحار فیہ العین فقد تغیرت[۲]

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی مقدار "قدرمح" یعنی ایک نیزے کی مقدار تحریر فرمائی ہے[۳] اس دور کے بعض علماء نے اس وقت کراہت کی مقدار ۱۵ منٹ تحریر کی ہے اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ بار بار تجربہ سے یہ وقت تقریباً ۲۰ منٹ ثابت ہوا ہے۔ آپ نے اس امر کی تحقیق پر محاسبات ہندسیہ بھی استعمال کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ زمین کے گرد کئی میل بلندی تک بخارات کا کُرہ پھیلا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے طلوع وغروب کے وقت آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اور جب آفتاب بلند ہوتا ہے اور کرہ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے تو

---

[۱] بحرالرائق ج ۱ ص ۲۶۳۔ [۲] حلیہ ص ۱۳۰۔ [۳] بحرالرائق ص ۲۶۳۔

شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتی ہیں اور نگاہ جمنے نہیں پاتی۔ یہ حالت مشرق و مغرب دونوں جہتوں میں یکساں ہے۔

ء ، ب کرہ زمین ہے۔ د، موضع ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وہ جگہ جہاں دیکھنے والا شخص کھڑا ہے۔ ح زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے۔ تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا۔ اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی ہ مرکز شمس ہے د ہ ہر طرف وہ خط ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گذرتا ہے۔ پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا چوتھے نمبر پر ٹھیک نصف النہار پر آیا پھر پانچویں چھٹے نمبر پر ڈھلکتا ہوا ساتویں نمبر

نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ا، لا کا حصہ ا س کرۂ بخار میں گذرا اور دوسرے پر ا ح تیسرے پر ا ط چوتھے پر ا ح اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ا س سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ا ح، اط وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ا ح سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے۔[1]

ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ا ح یعنی دوپہر کے وقت کا خط اگر ۴۵ ہی میل ہے جب خط ا س یعنی وقت طلوع کا خط پانچ سو اٹھانوے میل سے بھی زاید ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت سے بڑے ہوتے جاتے ہیں ا ی برابر ا ط کے پڑتا ہے اور ا ک برابر ا ح کے اور ا ل برابر ا س کے ہیں۔[2]

یہاں سے واضح ہوگیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے۔ جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی۔ شرق میں جب تک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہوجائے اس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے۔ اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آجائے اس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہوگیا اور یہ بھی کُھل گیا کہ شرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہوجائے جو اس سے کئی تہرے زائد ہے۔ تجربہ سے یہ وقت تقریباً

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۵۹۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۶۰۔

منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے سورج کی کرن چمکے اس وقت سے بیس منٹ گذرنے تک نماز نا جائز اور وقت مکروہ ہوا اور ادھر جب غروب کو ۲۰ منٹ رہیں وقت کراہت آئے گا اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی [1]

ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مُراد دھوپ کا پیلا ہونا ہے۔ ہرگز صحیح نہیں۔ جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت ظہر باقی رہتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بیّن طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت ل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے [2]

ابو السعود علی الکنز اور طحطاوی علی الدر میں ہے۔ المراد ان یذھب الضوء فلا یحصل البصر بہ حیرۃ ولا عبرۃ لتغیر الضوء لان تغیر الضوء یحصل بعد الزوال۔ [3]

یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے [4]۔

اوقات صوم وصلوٰۃ۔

مشہور یہ ہے کہ رات کے سات حصّے کرنے کے بعد جو آخری ساتواں حصّہ ہے وہ صبح صادق ہے۔ جس میں روزے دار کا کھانا پینا منع ہے اور نماز صبح درست ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس قاعدہ کو غلط قرار دیا ہے اور ہیئت و توقیت کے قواعد سے یہ ثابت کیا ہے کہ سال کے بعض ایام میں صبح صادق رات کے نو حصے سے بھی

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۶۱۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۶۱

[3] " " " " " " [4] " " " " "

کم باقی رہتی ہے اور بعض ایام میں دسواں حصہ ہوتی ہے اور کبھی چھٹا حصہ سے بھی کم ہوتی ہے اس لئے مطلقاً مقدار صبح رات کا ساتواں حصہ قرار دینا غلط ہے۔ نقشہ درج ذیل ہے:۔

تاریخ شمسی	اس برج	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	تخمینی نسبت
		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]				
۲۰ مارچ	حمل	۰۰-۱۲	۵۴-۱۱	۲۰-۱	۳۴-۱۰	۷۱۴	۸۰	۴۰/۳۵۰	نواں حصہ
۲۲ اپریل	ثور	۰۰-۱۱	۵۴-۱۱	۲۴-۱	۴۰-۹	۶۶۴	۸۳	۲۱/۱۶۶	آٹھواں حصہ
۲۲ مئی	جوزا	۲۸-۱۰	۲۲-۱۰	۳۱-۱	۱۵-۱۰	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ جون	سرطان	۱۲-۱۰	۶-۱۰	۳۶-۱	۳۰-۸	۹۰۶	۹۶	۱۶/۱۰۱	چھٹا حصہ قدرے کم
۲۲ جولائی	اسد	۴۰-۱۰	۲۲-۱۰	۳۱-۱	۵۱-۸	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ اگست	سنبلہ	۱۰-۱۱	۵۲-۱۱	۲۳-۱	۳۹-۹	۶۶۲	۸۳	۹۳/۶۶۲	آٹھواں حصہ
۲۳ ستمبر	میزان	۰۰-۱۲	۵۲-۱۱	۱۹-۱	۳۳-۱۰	۷۱۲	۷۹	۷۹/۷۱۲	نواں حصہ
۲۲ اکتوبر	عقرب	۵۰-۱۲	۴۶-۱۲	۱۹-۱	۲۳-۱۱	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس حصوں سے دو
۲۲ نومبر	قوس	۳۲-۱۲	۲۲-۱۲	۴۲-۱	۰۰-۱۲	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۲ دسمبر	جدی	۴۸-۱۲	۴۴-۱۳	۲۵-۱	۱۵-۱۲	۸۲۰	۸۵	۱۷/۱۶۴	دسواں حصہ
۲۲ جنوری	دلو	۳۲-۱۲	۲۲-۱۲	۴۲-۱	۱۲	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصہ
۲۱ فروری	حوت	۵۰-۱۲	۴۳-۱۲	۱۹-۱	۲۳-۱۱	۸۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس حصوں سے دو

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصحاب توقیت کا قول معتبر نہ ہونا چاہئے کیونکہ صاحب دُرمختار کا کہنا ہے۔ لاعبرة لقول المؤقتین ولو عدولا علی المذهب قال

فی الوصبانیہ وقول اہل التوقیت لیس بموجب۔ [1]

واشار المصنف الی انہ لا عبرۃ لقول المنجمین قال فی غایۃ البیان ومن قال یرجع فیہ الی قولھم فقد خالف الشرع لانہ روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من اتی کاھنا او منجما فصدقہ بما قال فھو کافر بما انزل علی محمد۔ [2]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رویت ہلال کے سلسلہ میں یقیناً اہل توقیت کا قول معتبر نہیں کیونکہ اہل توقیت کے قواعد، مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر قائم ہوئے ہیں اور اب تک رویت ہلال کے لئے کوئی قاعدہ اہل توقیت کے نزدیک قابل اعتماد و کارآمد ثابت نہ ہوا اسی لئے بطلیموس نے مجسطی میں تمام تاروں کے ظہور و خفا کے لئے قواعد مرتب کئے مگر رویت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی کہ یہ قابو کی چیز ہی نہیں۔

المنک میں چاند کے ایک ایک گھنٹے کا میل اور تمام سیاروں کے حالات مرقوم ہوئے ہیں مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارے بس کا کام نہیں۔ اس لئے یقیناً مسئلہ رویت ہلال کا مدار صرف رویت ہے نہ کہ قواعد [3]

لیکن دوسرے معاملات میں بے شمار تجربوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قواعد کی روشنی میں طلوع و غروب یا دوسرے وقت مطلوب کی تعیین ہوتی ہے ان میں سکنڈ بھر بھی واقعہ کے خلاف نہیں ہوتا تو یہاں قواعد صحیح رہنمائی کرتے ہیں جن پر اعتماد یقیناً کیا جائے گا قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝ [4] وقال تعالیٰ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ [5] وقال تعالیٰ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ

---

[1] درمختار ج ۲ ص ۹۲ [2] بحرالرائق ج ۲ ص ۲۸۴ [3] فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۶۴۔
[4] قرآن پاک پارہ ۱۵ رکوع ۱ سورہ بنی اسرائیل۔ [5] قرآن پاک پارہ ۲، رکوع ۷ سورہ بقرہ

اِلَى الَّيْلِ ۚ وقال تعالیٰ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ وقال تعالیٰ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۗ و قال تعالیٰ وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۗ

تو یقیناً ان کی چال عزیز علیم نے ایک حساب پر منضبط فرمائی تو حساب تو قطعی تھا لیکن جن بات کی طرف راہ نہ ملی ان میں قواعد و ضوابط منضبط نہ ہوئے لیکن بعض چیزوں میں تجربہ وحساب سے مل کر ایک حکم قطعی ہاتھ آگیا۔ مثلاً طلوع میں آفتاب کی پہلی کرن چمکنے اور غروب میں آخری کرن ڈوبنے کا اعتبار ہے۔ اگر اس حساب میں عرض البلاد اور میل شمسی ہی کافی ہوتے تو طلوع وغروب کا معلوم کرنا بہت آسان تھا مگر ۴۵ میل سے ۵۲ میل تک زمین کے اوپر بخارات محیط ہوتے ہیں جس کی وجہ سے شعاع بصری قرص آفتاب تک پہنچتی رہتی ہے اسی ایک علت نے صدہا سال موقتین کو متحیر رکھا اور حساب طلوع وغروب ٹھیک نہ ہو سکے اب بار بار کے مشاہدہ نے ثابت کر دیا ہے کہ مقدار ۳۴ دقیقہ ہے جس سے ایک ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا اور علم ہئیت کے قاعدے حکم یقینی میں مفید ہو گئے اگرچہ بعض اوقات فضا کی کثافت کچھ کم و بیش ہوتی ہے لیکن وہ اتنی مؤثر نہیں ہوتی کہ حکم شرعی میں فرق پڑ جائے۔ یہیں سے وقت عصر و شفق کے طلوع وغروب کے مسائل میں ایک راہ ملی کہ ان میں آفتاب پیش نظر ہوتا ہی نہیں کہ نظر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے اور صدہا سال کے تجربہ کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ آفتاب غروب شفق اور طلوع صبح کے وقت افق سے تقریباً ۱۸ نیچے ہوتا ہے جن لوگوں پر یہ تجربہ پوشیدہ رہا۔ رجماً بالغیب باتیں اڑایا کئے۔ علامہ خلیل کاملی کو یہی دھوکا ہوا کہ صبح صادق و کاذب کے درمیان صرف تین درجے کا فاصلہ ہے علامہ شامی نے ان کا قول نقل کر کے اس کو معتمد رکھا ؎

۱۔ قرآن پاک پارہ ۲ رکوع ۶ سورہ بقرہ ۲۔ قرآن پاک پارہ ۲۷ رکوع ۱۱ سورہ رحمٰن۔
۳۔ قرآن پاک پارہ ۲۳ رکوع ۱ سورہ یٰسٓ۔ ۴۔ قرآن پاک پارہ ۱۱ رکوع ۵ سورہ یونس۔
۵۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۶۲۵

ذکر العلامة المرحوم الشیخ الخلیل الکاملی فی حاشیة علی رسالة الاسطرلاب شیخ المشائخ العلامة المحقق علی افندی الداغستانی ان التفاوت بین الفجرین وکذا بین الشفقین الاحمر والابیض انما ھو بثلاث درج اھ۔ [1]

حالانکہ یہ سب لغو دبے معنی ہیں خبر یا نے اس بات میں صرف صبح کی صورت تعلیم فرمائی ہے کہ صبح کاذب شرقاً، غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح کاذب شمالاً و جنوباً مستطیل ہوتی ہے اور ان دونوں کے درمیان مقدار انحطاط پر کسی برہان عقلی کو راہ نہیں صرف مدار رویت پر ہے اور رویت شاہد عدل ہے کہ ۱۸ درجے پستی پر صبح صادق ہوجاتی ہے بار بار ہم نے خود مشاہدہ کیا صبح کاذب سے چونکہ کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اس لئے اس کا کوئی زیادہ اہتمام نہ کیا لیکن مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ صادق وکاذب میں ۱۵ سے بھی زیادہ فاصلہ رہتا ہے اور تین درجہ کا فرق غلط ہے۔ تبیین الحقائق میں خلیل عروضی کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے مکہ میں صبح کاذب کا مشاہدہ آدھی رات کو کیا ہے اس طور پر دونوں صبحوں کے درمیان تقریباً پانچ گھنٹوں کا فاصلہ ہوگا۔ یہ بات اگرچہ بعید ہے مگر خود انھیں کے قول سے تین درجے کا قول باطل ہوگیا۔

بہر حال اقوال فقہا اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ صبح صادق کے وقت آفتاب کی پستی ۱۸ ہوتی ہے نہ کم نہ زیادہ چنانچہ فتح القدیر ص ۸۰ بحرالرائق صفحہ ۲۵۹ درمختار ص ۲۴۲ وغیرہ میں ایک مشہور استفتار کا ذکر ہے جو بلغاریہ اسے مشائخ فقہار کی خدمت میں آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کرآتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ وہاں وقت عشار نہ پایا جانا متفق علیہ ہے اب اگر وقت

---

[1] شامی ج ۱ ص ۲۴۰۔

صبح آفتاب کی پستی ۱۵آہے جیساکہ حاشیہ چغمینی میں ہے تو سال کی سب سے چھوٹی رات تحویل سرطان پر بھی بلغار میں وقت عشاء رہے گا۔ اس تفصیل سے تین نتیجے نکل آئے۔

۱۔ شرع کے نزدیک وقت معلوم کرنے کا مدار رویت ہے نہ کہ عقل۔

۲۔ رویت نے وہ صحیح تجارب دئے جن سے قاعدۂ کلیہ ہاتھ آیا اور بے رویت بھی وقت کا بتانا ممکن ہوا۔

۳۔ جو قاعدہ رویت سے مستفاد ہوا ہو اور شرع وعقل اس کے بارے میں خاموش ہوں تو قاعدۂ رویت اور اس سے ماخوذ قوانین کی مخالفت غلط ہے اور یہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے رویت اور قانون رویت اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں۔[1]

اختلاف مطالع معتبر نہیں۔

محدثین وشافعیہ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔ لہٰذا اہل مغرب کی رویت ہلال اہل مشرق کے لئے بے سود ہے۔ ان کے برخلاف ائمہ حنفیہ اختلاف مطالع کو کوئی حیثیت نہیں دیتے ایک شہر کی رویت دوسرے شہر پر نافذ ہے اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے۔

جو حضرات اختلاف مطالع کے قائل ہیں ان کے اقوال تعیین مقدار میں سخت مختلف ہیں بعض نے ایک ماہ کی راہ کو مقرر کیا اور علامہ رملی شافعی نے ۲۴ فرسخ کا فاصلہ متعین فرمایا۔

ان دونوں اقوال میں آٹھ گنے کا فرق ہے اس لئے کہ ہر روز کی منزل اُنیس میل ہوتی ہے تو مہینہ بھر کی راہ ۵۷۰ میل پر مشتمل ہوئی تین میل کا فرسخ ہوتا ہے لہٰذا

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۶۴۶، ۶۴۷

ایک سو بانوے فرسخ ہوئے اور علامہ رملی کے قول پر صرف ۲۴ فرسخ ہوئے۔

اعلیٰ حضرت نے حنفیہ کی تائید میں قواعد ریاضی سے واضح کیا کہ ان مسافتوں کا تعین جو شافعیہ نے کیا ہے عبث ہے کیونکہ شمس و قمر کے درمیان جب تک کم از کم آٹھ درجہ کا فاصلہ نہ ہو رویت ممکن نہیں اور یہ فاصلہ شرقاً غرباً ہوتا ہے نہ کہ شمالاً جنوباً کہ مشرق میں جو فاصلہ آفتاب و ماہتاب کے درمیان ہوگا مغرب میں پہنچ کر وہ فاصلہ زاید ہو جائے گا۔ اب فرض کیجئے کہ آفتاب شمالی ہے اور قمر کا میل نہیں ایک شہر خط استوار پر ہے اور دوسرا اس سے آٹھ درجہ شمالی ہے اور تیسرا سترہ درجہ شمال پر تینوں شہروں کا طول البلد ایک ہو فرض کیجئے کہ خط استوار پر رویت ہوئی تو سترہ درجے پر کیا رویت ہوگی ۸ درجہ پر بھی رویت ضروری نہیں اس لئے کہ خط استوا پر آفتاب جلد غروب ہوگا تو اندھیرے کی وجہ سے رویت ممکن ہوئی نیز وہاں چاند بلند بھی ہوگا اس لئے رویت دیر تک ممکن اور شمال کے دونوں شہروں کا معاملہ بالکل برعکس ہے یہاں آفتاب بھی دیر سے غروب ہوگا اور قمر بھی پستی میں ہوگا پھر فرض کیجئے کہ ۱۷ درجہ والے شہر میں رویت ہوئی تو خط استوار تو کیا ۸ درجے والے شہر میں بھی بدرجۂ اولیٰ رویت ہوگی حالانکہ آٹھ درجے کے بعد ایک ماہ کی مسافت سے کم اور سترہ درجے کے بعد دو ماہ سے زاید تو معلوم ہوا کہ کبھی دو ماہ سے زاید کی مسافت پر بھی اختلاف مطالع کا اثر نہیں پڑتا اور کبھی ایک ماہ سے کم کی مسافت بھی اثر انداز ہوتی ہے اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ شہروں کا بُعد قابل اعتبار شی نہیں ہے۔

عـه درجہ = ۱۳ر۶۹ میل ∴ ۸ درجہ = ۵۵۲/۰۴ میل = ۱۸۴/۳۵ فرسخ تقریباً۔ عـه درجہ ۱۷ × ۱۳ر۶۹ = ۲۱ر۱۱۷۵ میل ∴ ۳۹۱/۷۰ فرسخ تقریباً۔ [1]

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۶۳۰۔

فقہی معمّہ کا حل

زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ زید نے ساس سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔ اس کے بعد زید نے اپنی بیوی سے وطی کی اولاد پیدا ہوئی وہ ثابت النسب ہیں یا ولدالزنا اگر ثابت النسب ہیں تو زوجین کے این وراثت جاری ہونی چاہئے۔ اور اگر وراثت جاری نہ ہو تو اولاد ولدالزنا ہوں اور اگر بچے وراثت پائیں تو اس کی ماں کو بھی وراثت ملنی چاہئے اور اگر ماں کو وراثت نہ ملے تو بچوں کو ولدالزنا ہونا چاہئے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ زنا سے ائمۂ حنفیہ کے نزدیک مصاہرت ثابت ہوتی ہے اور آپ نے چار حدیثوں سے مذہب حنفیہ کو ثابت کیا پھر یہ قیاس کیا کہ کسی فعل حرام پر کوئی دوسرا حکم شرعی ثابت ہو سکتا ہے۔ مثلاً زنا کی وجہ سے جنابت لاحق ہوئی یہ فعل حرام ہے لیکن اس کی وجہ سے دوسرا حکم شرعی مثلاً نماز، قراءت قرآن، دخول مسجد، طواف کعبہ کی حرمت ضرور ثابت ہوگی۔ کسی دوسرے کی بکری مار ڈالنا حرام ہے لیکن اس کی وجہ سے دوسرا حکم یعنی میتت کی حرمت ضرور ثابت ہوگی۔ تو اگر کسی نے زنا کیا تو اس پر حرمت مصاہرت ضرور ثابت ہونی چاہئے۔ رہ گیا معمہ تو اس کا حل یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا فاسد ہو جاتا ہے اور نکاح فاسد سے اگرچہ وطی حرام ہے لیکن اولاد ثابت النسب مستحق ارث ہوں گی اور نکاح فاسد سے زوجین کے درمیان جیسے وطی ناجائز اسی طرح ارث بھی ناجائز اپنے حلِ معمہ کے ان دونوں اجزاء پر استدلال فرمایا۔ دُرِّ مختار میں ہے۔

"بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر

الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطء بہا
لا یکون زناً"

بلکہ امام محمد نے فرمایا — "ان النکاح لا یرتفع بحرمۃ المصاہرۃ
والرضاع بل یفسد" — اسی طرح اور عبارتیں ردالمحتار اور بزازیہ وغیرہ
کی نقل فرمائیں۔

---

[1] فتاوی رضویہ ج۵ جز ۲ ص ۲۰۲، ۲۰۳۔

ندرت اِستنباط

کتاب و سنّت کے صریح جملوں سے مسائل کا استنباط کرنا بھی اہمیت سے خالی نہیں ہے کہ یہ کام بھی ناسخ و منسوخ اور دلائل کی ترجیح و تطبیق، اصول شرعیہ کی بھرپور رعایت کے بغیر ممکن نہیں پھر بھی اس قسم کے واضح الدلالات کلام سے کسی نتیجہ تک پہنچنے میں فقیہ کا جوہر نہیں کھلتا۔ فقیہ کی شان تفقہ وہیں ظاہر ہوتی ہے جہاں شارع نے اپنی مراد اشارات و کنایات و دیگر حجابات کلام کے سبب عام دسترس سے محفوظ کر دی ہے۔ پھر جیسے جیسے یہ حجابات دبیز ہوتے ہیں ویسے ہی فقیہ کی قوت نگاہ اور تعمق نظر کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں تمام فقہائے عالم کے درمیان امام ابو حنیفہ اور ان کے متبعین کو امتیاز خاص حاصل ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں "الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفۃ"[1] اعلیٰ حضرت نے بھی فقہ ابو حنیفہ سے اکتساب فیض کر کے اس میدان میں اپنی شہسواری کا لوہا منوالیا معاصرین و اقران تو الگ رہے امام کمال الدین ابن ہمام[2] کے بعد اعلیٰ حضرت کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ ایک فقیہ کی دقیق نگاہ رکھتے تھے۔ جہاں آپ احکام کی زلف ژولیدہ سلجھانے میں یکتا ہیں وہیں کتاب و سُنّت کے رموز و اسرار اور جواہر مکنونہ کے کھولنے میں بھی نرالی شان کے حامل ہیں آپ کے فتاوٰی میں ہزاروں مقامات آپ کی دقت نظر، ندرت استنباط اور حق درک پر شاہد عدل ہیں ذیل میں اعلیٰ حضرت کے حق استنباط اور ندرت تخریج کی چند نظیریں بطور نمونہ پیش ہیں۔

---

[1] مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۱۰۰ ۔ [2] المتوفی ۸۶۱ھ تاریخ علم فقہ ص ۱۶۱۔

①

محرمات کے بیان میں قرآن عظیم نے جن چودہ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں بہنوں سے بھی نکاح کرنا حرام قرار دیا[1] اجماع اُمت ہے کہ ان بہنوں سے مراد وہ بہنیں ہیں جو ماں یا باپ یا دونوں رشتوں سے بہن ہوں لیکن اس مُراد پر بہ ظاہر قرآن عظیم کی کوئی دوسری آیت دلالت نہیں کرتی کہ عامۃ المؤمنین کے لئے چچازاد یا خالہ زاد اور پھوپھی زاد بہنیں جائز ہیں اعلیٰ حضرت نے ایک آیت پیش فرمائی ــ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ[2] مگر یہاں شبہہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں خطاب خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس لئے یہ حکم بھی شاید انھیں کے ساتھ مخصوص ہے اعلیٰ حضرت نے اب دوسری آیت سے اس حکم کو اس طور پر ثابت فرمایا کہ حکم میں تیمم ہوجائے اور احتمال خصوصیت ختم ہوجائے حضرت زینب جو حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں اتباع وحی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا نکاح کے بعد سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی۔ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا[3]

آیۂ کریمہ میں اس نکاح کی وجہ یہ بتائی گئی کہ مسلمانوں پر تنگ نہ رہے لہٰذا

---

[1] حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ـ

پارہ ۴ رکوع ۱۵۔ [2] پارہ ۲۲ رکوع ۲ ۔ [3] قرآن کریم پارہ ۲۲ رکوع ۱، آیت ۳۶ ۔

ثابت ہوا کہ اوپر والی آیت میں خطاب عام ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ۔ [1]

(۲)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے بعد بعض لوگ صلعم، عم، عہ، ص لکھ دیتے ہیں اعلیٰ حضرت نے اسے ناجائز لکھا ہے۔ ایک سطحی نگاہ والا یہ سمجھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت اس قسم کی باتیں اپنے مزاج سے مجبور ہو کر کہہ گذرتے ہیں لیکن جس کو ذرا بھی بصیرت ملی ہوگی وہ آپ کو کتاب و سنت کے متعین کردہ حدود سے سرمو متجاوز نہ پائے گا جہاں آپ دلائل کے بوجھ سے اپنے قاری کو اعتراف حقیقت پر مجبور کر دیتے ہیں وہیں مسائل کے اخذ و استنباط میں وہ انفرادیت حاصل ہے کہ یہی ایک کمال آپ کا تفقہ منوانے کے لئے کافی ہے چنانچہ اس مسئلہ میں آپ نے پہلے متقدمین فقہاء کے چند اقوال نقل فرمائے ہیں پھر اپنی طرف سے ایک نفیس استدلال بطور استنباط اس طرح قائم فرماتے ہیں کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ [2]

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ یہ حکم بطور وجوب ہے یا بطور استحباب مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ حکم نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بولنے، لکھنے یا سننے کے بعد زبان و قلم سے بجا لانا چاہئے۔ اب اسے بدل کر صلعم، عم، عہ، ص جیسے مہمل و بے معنی لفظ لکھنا یا بولنا حکم میں تبدیلی ہے یا نہیں؟ یقیناً درود شریف کے بدلے اَلَم غَلَم بکنا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا

[1] فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح ج ۵ جزو ۲ ص ۷۶ ۔ [2] فتاویٰ افریقہ ص ۴۵ مسئلہ ۴۳ ۔

عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ٥ [1]

بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ "حطۃ" کہتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوں انھوں نے اس کے بدلے "حنطۃ" کہا۔ یہ لفظ بامعنی تھا اور ایک نعمتِ الٰہی کا ذکر تھا اس کے باوجود وہ مستحق عذاب ہوئے تو یہ مہمل الفاظ درود کے بدلے بولنا، لکھنا بدرجۂ اولیٰ سبب عذاب ہے۔ [2]

آیت کریمہ سے یہ نفس استنباط اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کا نشان ہے۔

(۳)

مسجدوں میں سلام کے بعد کچھ دیر ائمۂ مساجد ذکر و اذکار کر کے دعا مانگتے ہیں اس کے بعد مقتدی اٹھتے ہیں اس سے پہلے کوئی اٹھ جائے تو اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ سلام کے بعد مقتدی کو مسجد سے نکلنے کی شرع نے اجازت دی ہے قرآن مجید میں ہے فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ [3] کیا عوام کی یہ ناپسندیدگی درست ہے؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ عوام کی یہ ناپسندیدگی شرع کے مطابق ہے۔ استنباط حکم اس آیت سے فرماتے ہیں۔ وَإِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا [4]

آیت کے اس عموم سے استنباط کی یہ ندرت اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

(۴)

ولی کے ساتھ یا اس کی اجازت سے نماز جنازہ ہو جانے کے بعد اس کی تکرار ممنوع ہونے پر ایک نفیس استنباط فرمایا۔

بخاری و مسلم وغیرہ میں اس مضمون کی کئی حدیثیں ہیں کہ مسلمانوں کا حق مسلمانوں

---

[1] قرآن پاک پارہ ۱، رکوع ۵ آیت ۱۔ [2] فتاویٰ افریقہ ص ۴۵ [3] قرآن پاک پارہ ۲۸ رکوع ۱۱، آیت ۹۔ [4] فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص

پر جنازے میں شرکت کرنا ہے۔ اسی طرح صحاح ستہ کی کئی کتابوں میں متعدد صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث ملتی ہے کہ صالح مسلمان کے نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کس کا حق ہو سکتا ہے اور ان کی نماز جنازہ سے بڑھ کر ہماری بخشش کے لئے کون سی نماز ہو سکتی ہے اس کے باوجود عہد صحابہ سے لے کر آج تک کسی بھی فقیہ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ بعد دفن نہ پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ تکرار جنازہ جائز نہیں البتہ یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ جائز ہونے کے لئے لاش کی سلامتی کا گمان ضروری ہے اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ و تابعین نے قبر رسول پر اسی شبہ کی وجہ سے نماز نہ پڑھی ہو۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اقدس کے متعلق معاذ اللہ اس کا اصلاً احتمال ہی نہیں کہ اس کی سد رمق پر کوئی آنچ آئے مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ میں صریح حدیث موجود ہے۔

"ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" [2]

اعلیٰ حضرت کا یہ استنباط نہایت نفیس اور خود ان کی دریافت ہے ساتھ ہی اس استدلال میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تکرار جنازہ ناجائز ہونا اجماع امت کے مرتبہ میں ہے۔

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۴ ص۔ [2] فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۳۵۔

کثرت استدلال

احکام شرعیہ کا استنباط و استخراج چار قسم کے دلائل سے ہوتا ہے۔ بے دلیل کسی حکم کا شرع میں اعتبار نہیں۔ سب سے پہلے کتاب و سنت کو مدار حکم قرار دیا گیا ہے اس کے بعد علی الترتیب اجماع و قیاس کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ان دلائل سے مسائل کا استنباط ہر ایک کا کام نہیں۔ بلکہ صرف ایک نکتہ رس فقیہ ہی کا یہ منصب ہے کہ وہ دلائل اربعہ سے احکام اور ان کے قواعد و ضوابط اخذ کر سکتا ہے اسی لئے علم فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے۔

"هو العلم بالاحکام الشرعیة العملیة من ادلتها التفصیلیة[1]۔"

لہٰذا ایک فقیہ کے لئے ہر ہر مسئلہ میں مکمل اور مفصل دلائل پر واقف ہونا اساس فقہ ہے اگر دلائل کی قوت اور ندرت استدلال فقیہ کی بصیرت پر روشن دلیل ہیں تو دلائل کی کثرت اس کے علم کی وسعت اور ہمہ گیری کا واضح نشان ہے۔ دلائل ہی سے ایک فقیہ کی شان تفقہ ظاہر ہوتی ہے اور دلائل ہی سے اس کی رفعت مراتب نمایاں ہوتی ہے۔ اس حیثیت سے جب ہم اعلیٰ حضرت کے فتاوے پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو آپ کتاب و سنت سے استنباط کرنے میں ایک صاحب بصیرت فقیہ نظر آتے ہیں دلائل کی کثرت آپ کے فتاوے میں اس حد تک ہے کہ ادھر کئی سو سال کے فقہاء کے درمیان یکتا و یگانہ دکھائی دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے یہاں دلائل کی بہتات دیکھنے کے بعد مذہب حنفیت کی قوت واضح ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی اس اعتراض کی حیثیت ظاہر ہو جاتی ہے کہ علمائے

---

[1] التوضیح والتلویح ص ۳۴۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۰۹، ۱۱۰۔

حنفیہ زیادہ تر قیاس پر عمل کرتے ہیں۔

آپ کے اکثر فتاوے کئی صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں بلکہ الگ الگ سیکڑوں مسائل پر مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں فتوے کی یہ وسعت صرف دلائل کی کثرت اور بار علم کی بنیاد پر ہیں نمونہ کے طور پر ہم چند فتووں کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱)

اوقات صلوٰۃ کی پابندی لازم ہے اور جمع بین الصلوٰتین ناجائز ہے اس موضوع پر اعلیٰ حضرت نے کثیر دلیلیں جمع فرمائیں۔ قرآن مجید کی سات صریح آیتوں سے اوقات صلوٰۃ کی محافظت اور التزام کو ثابت فرمایا ہے۔ پابندیٔ اوقات کا حکم جن سات سورتوں سے فرمایا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مؤمنون (۶) معارج۔ (۷) ماعون (۱) حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (۲) اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ٥ (۳) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ٥ (۴) فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ (۵) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ٥ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ (۶) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ٥ (۷) اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ [1]

۳۶ حدیثیں متداول اور مشہور کتب احادیث سے پیش فرمائے اور ہر ایک کی تخریج کا حوالہ بھی لکھا ہے۔ ان حدیثوں میں وقت کی حفاظت کا حکم ہے اور وقت ٹالنے پر وعیدیں وارد ہیں ان حدیثوں میں عذر اور بے عذر کا فرق نہیں

---

[1] حاجز البحرین ص ۹، ۱۰، ۱۱۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۱، ۱۲۔

کیا گیا ہے۔

حدیث ۱

امام احمد بہ سند صحیح حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ عنہ سے راوی۔ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حافظ علی الصلوٰت الخمس رکوعھن وسجودھن ومواقیتھن وعلم انہ حق من عند اللہ دخل الجنۃ او قال وجبت لہ الجنۃ او قال حرم علی النار[1]۔

حدیث ۲

ابوداؤد سنن اور طبرانی معجم میں بہ سند جید ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ خمس من جاء بھن مع ایمان دخل الجنۃ من حافظ علی الصلوٰت الخمس علی وضوءھن ورکوعھن وسجودھن ومواقیتھن۔ الحدیث[2]۔

حدیث ۳

امام مالک وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ خمس صلوٰت افترضھن اللہ تعالیٰ من احسن وضوءھن وصلی ھن لوقتھن واتم رکوعھن وخشوعھن کان لہ علی اللہ عھد ان یغفر لہ ومن لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عھد ان شاء غفر لہ وان شاء عذبہ۔[3]

حدیث ۴

ابوداؤد طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ ابن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے

---

[1] ماجرا لبحرین ص ۱۳ [2] ماجرا لبحرین ص ۱۳ [3] ماجرا لبحرین ص ۱۱۳۔

انی فرضت علی امتك خمس صلوٰت وعھدت عندی عھداً انه من جاء یحافظ علیھن لوقتھن ادخلته الجنة ومن لم یحافظ علیھن فلا عھد له عندی[1]

حدیث ۵

دارمی حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد فرماتا ہے۔ من صلی الصلوٰۃ لوقتھا فاقام حدھا کان له علی عھد ان ادخله الجنة ومن لم یصل الصلوٰۃ لوقتھا ولم یقم حدھا لم یکن له عندی عھد ان شئت ادخلتہ النار وان شئت ادخلته الجنة۔[2]

حدیث ۶

طبرانی بہ سند صالح عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی۔ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا۔ جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔ وعزتی وجلالی لا یصلیھا احد لوقتھا الا ادخلته الجنة ومن صلاھا لغیر وقتھا ان شئت رحمته وان شئت عذبته۔[3]

حدیث ۷

طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صلی الصلوٰۃ لوقتھا واسبغ لھا وضوءھا واتم لھا قیامھا وخشوعھا ورکوعھا وسجودھا خرجت وھی بیضاء مسفرۃ تقول حفظك اللہ کما حفظتنی ومن صلاھا لغیر وقتھا ولم یسبغ لھا وضوءھا ولم یتم خشوعھا ولا رکوعھا ولا سجودھا خرجت سوداء مظلمۃ تقول ضیعك اللہ کما ضیعتنی

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۴۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۱۵۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۱۵۔

حتیٰ اذا کانت حیث شاء اللہ لفت کما یلف الثوب الخلق ثم ضرب بہا وجہہ[1]

حدیث ۸

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور داری عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ــــ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ تعالیٰ قال الصلوٰۃ علیٰ وقتہا۔[2]

حدیث ۹

ابو داؤد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ عنہ سے راوی۔ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان فیما علمنی وحافظ علی الصلوات الخمس۔[3]

حدیث ۱۰

بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ــــ قال جاء رجل فقال یا رسول اللہ ای شیٔ احب الی اللہ فی الاسلام قال الصلوٰۃ لوقتہا ومن ترک الصلوٰۃ فلا دین لہ والصلوٰۃ عماد الدین۔[4]

حدیث ۱۱

طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــ ثلث من حفظہن فہو ولی حقا ومن ضیعہن فہو عدو حقا الصلوٰۃ والصیام والجنابۃ۔[5]

حدیث ۱۲

امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی ــــ ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عمالہ ان اہم امرکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظہا وحافظ

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۲۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۱۲۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۱۲۔ [4] حاجز البحرین ص ۱۱۷۔ [5] حاجز البحرین ص ۱۱۷۔

علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو ما سواھا اضیع۔ الحدیث۔[1]

حدیث ۱۳

بخاری ومسلم صحاح اور امام مالک اور امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو محمد عبداللہ دارمی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیین اوقات عرض کی۔ بھذا امرت اسی کا حکم حضور کو دیا گیا ہے ابن ابی ذئب کے لفظیوں ہیں۔۔۔ عن ابی شھاب انہ سمع عروۃ بن الزبیر یحدث عمر بن عبد العزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغیرۃ ابن شعبۃ اخر الصلوٰۃ فدخل علیہ ابو مسعود فقال ان جبرئیل نزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی وصلی وصلی وصلی وصلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم قال ھکذا امرت۔[2]

حدیث ۱۴

دارقطنی وطبرانی وابو عمر ابن عبدالبر ابو مسعود وبشیر ابن ابی مسعود دونوں صحابیوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے راوی حضرت جبریل نے عرض کی۔۔۔ مابین ھذین وقت یعنی امس والیوم۔[3]

حدیث ۱۵

ابو داؤد ترمذی شافعی طحاوی ابن حبان حاکم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے عرض کی۔۔۔ الوقت مابین ھذین الوقتین۔[4]

حدیث ۱۶

نسائی وطحاوی وحاکم وبزاز ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۰۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۱۵ [3] حاجز البحرین ص ۱۱۵ [4] حاجز البحرین ص ۱۱۵۔ [5]

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل نے عرض کی۔ الصلوٰۃ بین صلوتک امس وصلاتک الیوم ثم قال مابین ھٰذین وقت[1]۔

حدیث ۱۷

نسائی واحمد واسحٰق وابن حبان وحاکم جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل نے گذارش کی۔ مابین ھاتین الصلوٰتین وقت[2]۔

حدیث ۱۸

طحاوی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل نے عرض کی ــــ الصلوٰۃ فیما بین ھٰذین الوقتین۔[3]

حدیث ۱۹

مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ وقت صلاتکم بین ما رأیتم[4]۔

حدیث ۲۰

مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ابان، طحاوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الوقت بین ھٰذین[5]۔

حدیث ۲۱

طحاوی بطریق عطاء ابن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر ابن عبداللہ

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۰ [2] حاجز البحرین ص ۱۱۹ [3] حاجز البحرین ص ۱۱۹ [4] حاجز البحرین ص ۱۱۹۔ [5] حاجز البحرین ص ۱۱۹۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور امام عیسیٰ ابن ابان بلفظ عن عطاء ابن ابی رباح۔ قال بلغنی ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــ ما بین صلاتی فی ھذین الوقتین وقت کلہ [1]

حدیث ۲۲

مالک ونسائی و بزار حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــ ما بین ھذین وقت [2]

حدیث ۲۳

مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، احمد، دارمی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ــ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیت فی قوم یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتھا قال قلت ما تأمرنی قال صل الصلوٰۃ لوقتھا [3]

حدیث ۲۴

احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ بہ سند صحیح عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــ ستکون علیکم بعدی امراء یشغلھم اشیاء عن الصلوٰۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلوٰۃ لوقتھا [4]

حدیث ۲۵

ابو داؤد حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ــ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف بکم اذا اتت علیکم امراء یصلون الصلوٰۃ لغیر میقاتھا قلت فما تأمرنی اذا ادرکنی ذالک یا رسول اللہ

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۱۹ ۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۲۰ ۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۲۰ ۔ [4] حاجز البحرین ص ۱۲۰ ۔

قال صل الصلوٰۃ لمیقاتھا واجعل صلوٰتک معھم سبحۃ۔[1]

حدیث ۲۶

مسلم، ابوداؤد، نسائی وعیسٰی ابن ابان حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ــــ وقت الظھر مالم یحضر العصر ووقت المغرب مالم یسقط ثور الشفق۔[2]

حدیث ۲۷

ترمذی وطحاوی بہ سند صحیح بہ طریق محمد ابن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ــــ ان للصلوٰۃ اولا و اٰخرا وان اول وقت صلوۃ الظھر حین تزول الشمس واٰخر وقتھا حین یدخل وقت العصر وفیہ ان اول وقت المغرب حین تغرب الشمس وان اٰخر وقتھا حین یغیب الشفق۔[3]

حدیث ۲۸

مسلم واحمد وابوداؤد وابن ماجہ وطحاوی وابن حبان حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــ لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان یوخر صلوٰۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخریٰ۔[4]

حدیث ۲۹

بزار و محی السنہ بغوی حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ــــ قال سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قول اللہ عزوجل

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۲۱ ۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۲۲، ۱۲۱ ۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۲۳ ۔ [4] حاجز البحرین ص ۱۲۲

اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۝ قال ھو الذین یأخرون الصلوٰۃ عن وقتھا[۱]

حدیث ۳۰

امام ابن ابان حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال وقت الظھر الی العصر و وقت العصر الی المغرب و وقت المغرب الی العشاء والعشاء الی الفجر۔[۲]

حدیث ۳۱

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا ـــ ما ھو التفریط فی الصلوٰۃ؟ فرمایا ان تام حتی یجئ وقت الاخری۔[۳]

حدیث ۳۲

نیز اسی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ـــ قال لا تفوت صلاۃ حتی یجئ وقت الاخری۔[۴]

حدیث ۳۳

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابو داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی میں بہ طرق عدیدہ والفاظ مجملہ و مفصلہ و مختصرہ و مطولہ راوی ـــ وھذا لفظ البخاری حدثنا عمر بن حفص ابن غیاث حدثنا ابی حدثنا الاعمش حدثنی عمارۃ عن عبدالرحمٰن عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتھا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا۔ ولمسلم ـــ حدثنا یحیی ابن یحیی وابوبکر ابن ابی شیبہ وابوکریب جمیعا عن ابی معاویۃ قال یحیی اخبرنا ابومعاویۃ عن الاعمش عن عمارۃ عن عبدالرحمٰن بن یزید عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[۱] حاجز البحرین ص ۱۲۲۔ [۲] ایضاً ص ۱۲۲ [۳] ایضاً ص ۱۲۳ [۴] ایضاً ۱۲۳۔

وسلم صلی صلوٰۃ الا لمیقاتہا الا صلوٰتین صلوٰۃ المغرب والعشاء وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا وحدثنا ہ عثمان بن ابی شیبہ واسحاق ابن ابراہیم جمیعا عن جریر عن الاعمش بھذا الاسناد قال قبل وقتہا بغلس۔ [1]

حدیث ۳۴

سنن ابی داؤد میں ہے ـــــ حدثنا قتیبۃ حدثنا عبد اللہ ابن نافع عن ابی مودود عن سلیمان ابن ابی یحیٰ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الا مرۃ۔ [2]

حدیث ۳۵

مؤطا امام محمد میں ہے ـــــ قال محمد بلغنا عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کتب فی الآفاق ینہاھم ان یجمعوا بین الصلوٰۃ ویخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر۔ [3]

حدیث ۳۶

امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آثار ماثورہ کتاب الحج عیسٰی ابن ابان میں بروایت فرماتے ہیں ـــــ اخبرنا اسمٰعیل بن ابراہیم البصری عن خالد الحذاء عن حمید ابن ہلال عن ابی قتادۃ العدوی قال سمعت قراۃ کتاب عمر ابن الخطاب ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاتین والفرار من الزحف والنھبہ۔ [4]

(۲)

نماز میں عمامہ کی فضیلت سے متعلق محدث سورتی علیہ الرحمہ نے ایک استفسار فرمایا تو آپ نے چالیس احادیث عمامہ کی فضیلت میں پیش کی اور تمام حدیثوں

---

[1] حاجز البحرین ص ۱۳۱۔ [2] حاجز البحرین ص ۱۳۲۔ [3] حاجز البحرین ص ۱۳۲۔ [4] حاجز البحرین ص ۱۳۲

کی تخاریج بھی التزام کے ساتھ پیش فرمایا ـــــ اس کے علاوہ محدث سورتی علیہ الرحمہ نے جامع الرموز کے حوالہ سے ایک حدیث کا متن نقل کرکے اس حدیث کے موضوع یا ضعیف ہونے سے متعلق اور اس کی تخریجی حوالہ سے متعلق سوال کیا تو مزید آپ نے تحقیق فرمائی اور حدیث مذکور کو ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی کی مسند الفردوس کے حوالہ سے عبداللہ ابن عمر سے مروی ہونا نقل کیا اور امام جلال الدین سیوطی سے اس حدیث کی تقویت نقل کی پھر اس کے رجال پر بھی گفتگو فرمائی۔ اور جن لوگوں نے اس حدیث پر وضع و ضعف کا حکم لگایا تھا اس کا مدلل جواب دیا۔

عمامہ کی فضیلت میں جن احادیث کو پیش فرمایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ فرق ما بيننا و بين المشركين العمائم على القلانس۔

(۲) و (۳) قضاعی شہاب میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولیٰ علی و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ العمائم تيجان العرب۔

(۴) مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ العمائم تيجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزهم و فى لفظ وضع الله۔

(۵) ابن عدی امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ ايتوا المساجد حسرا و معصبين فان العمائم تيجان المسلمين۔

(۶) طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
اعتموا تزدادوا حلما۔

(۷) ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــ اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب۔

(۸) دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان اسلم حصین فعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــ العمائم وقار المؤمن و عز العرب فاذا وضعت العرب عمائمها وضعت عزها۔

(۹) رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــ لا تزال امتی علی الفطرة ما لبسوا العمائم علی القلانس۔

(۱۰) ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف اور ابو داؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ــــ ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملئکة یعتمون هذه العمة ان العمامة حاجزة بین الکفر والایمان۔

(۱۱) دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ــ هکذا ما عتموا فان العمامة سیماء الاسلام وهی حاجزة بین المسلمین والمشرکین۔

(۱۲) ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے
هکذا تکون تیجان الملئکة۔

(۱۳) و (۱۴) طبرانی کبیر میں عبداللہ ابن عمر اور بیہقی شعب عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں — علیکم بالعمائم فانھا سیماء الملئکۃ وارخوا لھا خلف ظھورکم۔

(۱۵) ابوعبداللہ محمد ابن وضاح فصل لباس العمائم میں خالد ابن معدان سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں —— ان اللہ تعالیٰ اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب۔ الحدیث۔

(۱۶) بیہقی شعب الایمان میں خالد ابن معدان سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں — اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم۔

(۱۷) معجم کبیر طبرانی میں ہے۔ حدثنا محمد ابن عبداللہ الحضرمی حدثنا العلاء ابن عمرو الحنفی حدثنا ایوب ابن مدرک عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ وملئکۃ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ۔

(۱۸) دیلمی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں —— الصلوۃ فی العمائم تعدل بعشر الاف حسنۃ۔

(۱۹) رامہرمزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں —— العمائم تیجان العرب ماعلوا تزدادوا حلما ومن اعتم فلہ بکل کور حسنۃ فاذا حط فلہ بکل حطۃ حطھا خطیئۃ۔

(۲۰) مسند الفردوس میں جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سے مروی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں —— رکعتان بعمامۃ خیرٌ من سبعین رکعۃ بلا عمامہ۔

رہی حدیث مذکور سوال اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بہ طرق عدیدہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس ابن کثیر ح والدیلمی بطریق الحسنین بن اسحق العجلی حدثنا اسحق بن یعقوب القطان حدثنا سفین بن زیاد النحوی حدثنا العباس ابن کثیر القرشی حدثنا یزید ابن ابی حبیب عن میمون ابن مھران قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرك بحدیث تحبه وتحمله عنی وتحدث به قلت بلی قال دخلت علی ابی عبد اللہ بن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنھما وھو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی قال احبھا تکرم ولا یراك الشیطان الا ولی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول صلوۃ تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعتم فان الملئکة یشھدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اھل العمائم حتی تغیب الشمس۔

حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی اصلا مخالفت لاجرم اسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا ——— ترکت القشر واخذت اللباب وصنته عما تفرد به وضاع او کذاب۔ اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مھدی المروزی انبأنا ابو بشیر ابن سیار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن حبیب قال قال لی مھدی بن میمون دخلت علی سالم ابن عبد اللہ ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہم وھو یتیم فقال لی یا ابا ایوب الا احدثک بحدیث تحبہ وتحملہ وترویہ فذکر مثلہ وقال لا یزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغیب الشمس قال الحافظ فی اللسان ھذا حدیث منکر بل موضوع و لم ار للعباس بن کثیر ذکرا فی الغرباء لابن یونس ولا فی ذیلہ لابن الطحان واما ابوالبشر بن سیار فلم یذکرہ ابواحمد الحاکم فی الکنی وما عرفت محمد بن مھدی المروزی و لا مھدی ابن میمون الراوی لھذا الحدیث من سالم ولیس ھو البصری المخرج فی الصحیحین ولا ادری ممن الآفۃ اھ[1]

(۳)

نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلے میں ثبوت طلب کیا گیا اور جو لوگ اسے بدعت بتاتے ہیں ان کی رائے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ثبوت میں ایک آیت اور حدیث کی متداول کتب سے دس حدیثیں تخریج فرمائیں جب کہ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی سے یہی سوال کیا گیا تھا تو آپ نے صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا اور فرقہ اہل حدیث کے مسلم الثبوت محدث مولوی محمد نذیر حسین نے بھی اس موضوع پر صرف ایک ہی حدیث لکھی تھی۔

قال اللہ عزوجل فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۝ قول اصح در تفسیر کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز ونصب نصب در دعا است یعنی چوں از نماز فارغ شوی در دعا جہد ومشقت نما وبسوئے پروردگار خود بزاری وتضرع گرا فی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلوۃ فانصب انصب فی الدعاء والی ربک فارغب تضرع۔ ہم در خطبہ اوست ھذا تکملۃ تفسیر الامام جلال الدین

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹۔

المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترك التطویل بذکر اقوال غیر مرضیہ اھ ملخصًا ـــــ علامہ زرقانی درشرح مواہب لدنیہ فرماید۔ ھو الصحیح فقد اختصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال۔

حدیث اوّل۔

مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی وابن السنی برہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ مولائے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روایت کنند ـــــ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا انصرف من صلاتہ استغفر ثلثا قال اللّٰھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔

مگر ایں حدیث در صحاح مشہور و متداول نیست یا از خُدا طلب مغفرت و سوال سلامت دُعا رَنہ باشد آرے جہل بلائیست وجہل وچوں مرکب شود دوائے ندارد والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی۔

حدیث دوم وسوم وچہارم

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابوبکر بن السنی وابوالقاسم وطبرانی از مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وبزار وطبرانی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ونیز بزار از جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کنند ـــــ وھذا حدیث المغیرۃ واللفظ للنسائی قال کتب معاویۃ الی مغیرۃ ابن شعبۃ اخبرنی بشئ سمعت من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قضی الصلٰوۃ قال لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہٗ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد۔

اللّٰھم لا مانع لما اعطیت الخ اگر دعار نسبت آخر چیست؟ بلکہ لما محمد خود بہترین

دعا راست - ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم اول بہ تحسین و آخر بہ تصحیح از جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آوردند کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ -

حدیث پنجم -

در سنن نسائی از عطار ابن ابی مروان از پدرش مروی است ان کعبا حلف لہ باللہ الذی فلق البحر لموسیٰ انا نجد فی التوراۃ ان داؤد نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا انصرف حتی صلوٰتہ قال اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ و اصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ یعنی بعفوک من نقمتک و اعوذ بک منک لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد قال وحدثنی کعب ان صھیبا حدثہ ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقولھن عند انصرافہ من الصلوٰۃ -

حدیث ششم -

در صحیح مسلم از براء ابن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت است گفت کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجھہ قال فسمعت یقول رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک

حدیث ہفتم -

بزار در مسند و طبرانی در معجم اوسط و ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ و خطیب بغدادی در تاریخ از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروایت دارند کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا فرغ من صلوٰتہ مسح بیمینہ علیٰ راسہ وقال بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن -

طرفہ تر آنکہ ایں ہوشمنداں را از قول امام وقت و مجتہد العصر و صاحب الزمان خود شاں خبرے نیست تا بدرک احادیث وادراک دلائل چہ رسد مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی راہمیں در ثبوت دُعا بلکہ در اثبات رفع یدین از برائے دعا بعد از نماز فتوائے نوشت امام ایناں میاں نذیر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آوردہ ائمۂ دین خدا را بجوئے نشمرند و فقہ و فقہار ا دشنام دہند تصدیق و تائید او کرد و حدیثے عجیب لکھنوی آوردہ بود حدیثے دگر ایں کس افزود و فتوائے اینست۔

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دُعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمۂ دیاراست ہرچند فقہا مستحسن می نویسند واحادیث در مطلق رفع یدین و دُعا نیز وارد در یں خصوص حدیثے وارد است یا نہ بینوا توجروا۔

ھوالمصوب دریں خصوص نیز حدیثے وارد است حافظ ابوبکر احمد ابن محمد بن اسحٰق بن السنی درکتاب عمل الیوم واللیلہ می نویسند۔ حدثنی احمد ابن الحسن حدثنا ابواسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید الیاسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلاۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبرئیل ومیکٰئیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبین واللہ تعالیٰ اعلم[۱]۔

حاصل ایں حدیث کہ **حدیث ششم** باشد آنست کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمت را دُعاے می آموزد کہ ہرکہ بعد ہر نماز ہر دو دست خود را

---

[۱] ابوالحسنات محمد عبدالحی۔

برداشتہ ایں دعا رکنند بر حضرت حق جل وعلا حق باشد دستہائے اورا نومید باز نہ گرداند باز تصدیق امام الطائفہ خود بہ بلندی سرایہ الجواب صحیح و نویدہ ما رواہ ابوبکر ابن ابی شیبہ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث فثبت بعد الصلاۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما لا یخفی عن العلماء الاذکیاء ۔[1]

حدیث دہم۔

امام احمد در مسند ونسائی در مجتبیٰ وابن حبان در صحیح از حارث ابن مسلم و ابوداؤد در سنن از پدرش مسلم ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو الصواب کما افاد الحافظ المنذری فی الترغیب ۔ روایت کنند سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرا ورا فرمود اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تتکلم احدا من الناس اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ (سبع مرات) فانک ان مت من یومک ذلک کتب اللہ لک جوارا من النار ۔[2]

(۴)

نماز جنازہ دوبارہ پڑھانے کی اجازت ہے یا نہیں اعلیٰ حضرت نے اس سوال کی تنقیح فرمائی کہ پہلی نماز جنازہ ولی کی اجازت سے ہوئی ہے یا بغیر اجازت کے اور اگر بغیر اس کی اجازت کے ہوئی تو کیا اس نے اس نماز میں شرکت کی ہے یا نہیں۔ تو اگر بغیر اجازت ولی کے نماز ہوئی اور اس نے جماعت میں شرکت بھی نہ کی تو دوبارہ اس ولی کے لئے جائز ہے ورنہ ناجائز۔ اور ولی کے علاوہ اگر سلطان یا

---

[1] سید محمد نذیر حسین [2] فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵ ۔

امام جامع یا امام محلہ نے پڑھ لی تو ولی کو بھی حق اعادہ نہیں ہے اس کے ثبوت میں فقہ کی متداول کتابوں سے آپ نے دوسو سات حوالے اور عبارتیں پیش فرمائیں

نوع اول - نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں۔

(۱) درمختار میں ہے تکرارھا غیر مشروع (۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے تکرار الصلاۃ علی میت واحد غیر مشروع (۳) امام الاجل مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاذ امام اجل صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں۔ باب فتاوی الشافعی وحدہ وما بہ قال وقلنا ضدہ وجائز فی فعلھا التکرار وفی القبور یدخل الاوتار - (۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاوی عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے لا یصلی علی میت الامرۃ واحدۃ (۷) علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں سقوط فرضھا بواحد فلو عادوا اتکررت ولم تشرع مکررۃ (۸) مبسوط امام الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ البحر الرائق میں ہے لا تعاد الصلاۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ۔

نوع دوم - دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں۔

(۱۱) ھدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی - (۱۳) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی (۱۴) جوھرہ نیرہ شرح مختصر القدوری (۱۵) درر شرح غرر (۱۶) بحر الرائق شرح الکنز العلامہ زین (۱۷) مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر (۱۸) متخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے الفرض یتأدی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع زاد فی التبیین ولھذا لا یصلی علیہ من صلی علیہ مرۃ — کافی کے الفاظ یہ ہیں حق المیت یتأدی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلاۃ الاولی فلم فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا

وزاد غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ۔ (۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوی ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے التنفل بصلاۃ الجنازۃ غیر مشروع (۲۳) امام محمد محمد محمد بن امیرالحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں المذھب عند اصحابنا ان التنفل بھا غیر مشروع (۲۴) بحرالعلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں لو صلوا الی بعد التنفل بصلاۃ الجنازۃ و ذا غیر مشروع ــــ ردالمحتار کی عبارت نوع ششم میں آئے گی۔

نوع سوم ـ یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے یا نجس جگہ کھڑے تھے یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی اب اعادہ نہیں کرسکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہوگیا۔ ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی امام میں تھی تو پھر پڑھی جائے گی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی کسی کی صحیح نہ ہوگی۔

(۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبی (۳۵) شرح التنویر للعلائی (۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحب درمختار (۳۷) ردالمحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر۔ (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے بعضھم یزید علی بعض واللفظ للدرام بلا طہارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد ـ محیط اور بحرالرائق کے لفظ یہ ہیں لو کان الامام علی طہارۃ والقوم علی غیرھا لا تعاد لان صلاۃ الامام صحت فلو اعادوا تکرر الصلاۃ وانہ لا تجوز۔ شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں وان کان القوم غیر طاہر لاتعاد لان الاعادۃ لا تجوز۔

نوع چہارم ۔ جب ولی خود یا اس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھائے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں۔

(۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعہ (۴۶) غرر للعلامہ مولی خسرو (۴۷) تنویر الابصار و جامع البحار شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی (۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح للعلامہ ابن کمال پاشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے واللفظ لمتن العلامہ ابراھیم الحلبی لایصلی غیر الولی بعد صلاۃ الولی۔ امام ابن ہمام کے الفاظ یوں ہیں ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ۔ یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا لا یصلی احد علیہ بعدہ وان صلی ولی وحدہ ۔ حلیہ کی عبارت یہ ہے قال علماءنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذالک لا تشرع الصلوۃ علیہ الثانیۃ لغیرہ ۔ (۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ھدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی ابن عبدالجلیل الفرغانی (۵۵) نافع متن مستصفی الامام ناصر الدین ابی القاسم ولمدنی سمرقندی (۵۶) شرح الکنز العلامہ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للعلامہ شیخ زادہ (۵۸) شرح النقایہ للقہستانی (۵۹) ابراھیم الحلبی علی المنیہ (۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ۔ غنیہ کے لفظ یہ ہیں ۔ عدم جواز صلوۃ غیر الولی بعدہ مذھبا (۶۲) مستصفی للامام النسفی (۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے ۔ لو لم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ

نوع پنجم ۔ کچھ ولی کی خصوصیت نہیں ۔ حاکم اسلام یا امام مسجد جامع یا مسجد محلہ سب کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحب حق ہیں ۔

(۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا ۔ وکذا بعد

امام الحی وبعد کل من یقدم علی الولی (۶۵) فاتح شرح مقد دری (۶۶) ذخیرۃ العقبی علی صدر الشریعہ (۶۷) حواشی سید حموی میں ہے۔ تخصیص الولی لیس لانہ لو صلی السلطان او غیرہ ممن ھو اولیٰ من الولی لیس لاحد انہ یصلی بعدہ (۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے۔ اذا منعت الاعادۃ بصلوٰۃ الولی فبصلاۃ من ھو مقدم علی الولی اولیٰ (۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے۔ لا یجوز ان یصلی غیرالاحق بعد صلاۃ الولی والاحق۔

نوع ششم۔ ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لئے اعادہ کر سکتے ہیں اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہو سکتا ہے۔

(۷۱) نور الایضاح (۷۲) درمختار (۷۳) بحر الرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایہ لعلامہ عبد العلی (۷۶) شرح الملتقی للعلامہ عبد الرحمٰن الرومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامہ شرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وھبان للعلامہ ابن الشحنہ (۷۹) حاوی علی الدر میں ہے واللفظ لہ لیس لمن یصلی اولا ان یعید مع الولی (۸۰) فتح القدیر میں ہے وکذا قلنا لو یشرع لمن صلی مرۃ التکریر (۸۱) شامی علی الدر میں ہے لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجہ بخلاف الولی لانہ صاحب الحق۔

نوع ہفتم۔ جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریک نماز ہوا یا کوئی اجنبی بے اذن ولی خود ہی پڑھ گیا مگر ولی شریک نماز ہو گیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کر سکتا۔

(۸۲) جوہرہ میں ہے ان اذن الولی لغیرہ فصلی لا تجوز لھا الاعادۃ (۸۳) بحر میں ہے اذن لغیرہ بالصلاۃ لا حق لہ فی الاعادۃ (۸۴) فتاویٰ امام قاضی خاں (۸۵) فتاوی ظہیریہ (۸۶) فتاوی الواجیہ (۸۷) واقعات (۸۸) تجنیس للامام صاحب ھدایہ (۸۹) فتاوی عتابیہ (۹۰) فتاوی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ھدایہ۔

(۹۲) نمایہ ادل شرح ھدایہ (۹۳) منبع (۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر (۹۵) شبلی علی تبیلق الکنز (۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی (۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ (۱۰۰) شرح علائی (۱۰۱) ہندیہ میں ہے۔ واللفظ للعنایہ عن الولوالجی وللشبلی عن النھایہ عن الولوالجی والظھیریہ والتجنیس وللبحر عنھم وعن الواقعات رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ ولم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لایعید لانہ صلی مرۃ ـــــ

نوع ہشتم۔ یوں ہی اگر سلطان وغیرذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھیں ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیار اعادہ نہیں (۱۰۲) تا (۱۱۹) ۹۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتب مذکورہ (۱۲۰) فتح القدیر (۱۲۱) فتح العین میں ہے۔ اما من ذکرنا لفظھم انما فبالفاظ متفقۃ والباقون بمعانی متقاربہ وھذا لفظ الخانیہ ان کان المصلی سلطانا اوالامام الاعظم اوالقاضی او والی مصر وامامہ فیہ لیس للولی ان یعید فی ظاھر الروایہ زادالذین سقناھ لفظھم ولانہ اولی بالصلٰوۃ منہ (۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ (۱۲۴) بحر (۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے۔ لوصلی من لہ حق التقدم کالسلطان ونحوہ لایکون لہ حق بالاعادۃ کفایہ ومستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور ان کی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں۔ امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع امام محلہ پر مقدم ہے (۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔ لوصلی امام المسجد الجامع لاتعاد (۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی۔ تنبیہ امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولی ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور درمختار میں مجتبٰی وشرح المجمع للمصنف سے نقل

فرمائی۔ حلیہ میں اسی عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبیٰ نقل کر کے فرمایا وھو احسن اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا (۱۳۲) خانیہ (۱۳۳) وجیز کردری (۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتیین میں ہے۔ واللفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلاۃ الا ولی باذن القاضی او الوالی لا تعاد۔

نوع نہم۔

اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان و حکام کہ اس سے اولیٰ ہیں بعد کو آئے اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر وہ موجود تھے اور ان کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک اختیار اعادہ انھیں ہے وھو مجمل ما فی الدر عن المجتبی فی النھایہ والجوھرۃ ثم الھندیہ والطحطاوی فی العنایہ والبرجندی عن النھایہ فی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدر عن المجتبیٰ وغیرہ ـــــ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی کسی کو اختیار اعادہ نہیں۔ معراج الدرایہ میں اس کی تائید کی۔ ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی۔ اور یہی ظاہر اطلاق متون وظاہراً من حیث الدلیل اقوی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا۔ ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا۔ غرض ہر طرح اعادہ و تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں (۱۳۶) غایۃ البیان شرح ہدایہ للعلامہ الاتقانی میں ہے ھذا علی سبیل العموم حتی لا تجوز الاعادۃ لا بسلطان ولا لغیرہ (۱۳۷) صغیری میں ہے ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ (۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے من صلی اولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ (۱۳۹) و (۱۴۰) السعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلوۃ الولی وبہ جزم

فی السراج وغایۃ البیان والنائع (۱۴۱) مستصفی للامام النسفی (۱۴۲) حلبی علی الکنز میں ہے الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان اوغیرہ (۱۴۳) و (۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لاو یدل علی ھذا قول الھدایہ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن المبسوط ان للسلطان الاعادۃ ثم ایدہ بروایۃ المنافع الخ ملخصا ــــ (۱۴۵) بحرالرائق میں ہے صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادہ ـ

نوع دہم۔

حدیہ کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جُنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کر کے شریک ہوجائے کہ ہو چکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نماز عید۔ و لہذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے۔ بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازت امامت دے دی تو اب بھی ولی تیمم کر سکے گا کہ اجازت دے کر اختیار اعادہ نہ رہا یوں ہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا اور دوسرا آگیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا تیسرا جہاں تک ہوں پڑھ سکتے ہیں (۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر (۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نورالایضاح (۱۵۰) محیط میں ہے صح لخوف فوت الجنازہ (۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ (۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ (۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی (۱۵۷) غرر (۱۵۸) منیہ میں ہے اللفظ للاصلاح الوقایہ ھو لمحدث وجنب وحائض ونفساء عجز واعن الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی الخ ومثلہ فی الغرر غیر انہ قال لغیر الاولی ــ مرد ہو یا عورت جسے غسل کی حاجت

ہو اور اس میں نماز جنازہ فوت ہو جانے کا اندیشہ کریں ان کو تیمم جائز ہے سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اسے خوف فوت نہیں ۔ مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں مایفوت لا الی خلف کصلاۃ الجنازۃ لغیر الولی۔ (۱۵۹) منتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاوی غیاثیہ میں ہے لا یجوز التیمم لمن ینتظر الناس فلو لم ینتظر وادہ اجزاہ۔ (۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے یعتبر الخوف بغلبۃ الظن (۱۶۲) امام اجل طحطاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں۔ قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلوۃ علی الجنازۃ و فی صلوۃ العیدین لان ذلک اذا فات لم یقض۔ (۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے لانہ لا تقضی لیتحقق العجز۔ (۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی (۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوی غیریہ میں انھا تفوت بلا خلف زاد البرجندی بالنسبۃ الی غیر الولی (۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ۔ صلوۃ الجنازۃ والعیدین تفوتان لا الی بدل لانھما لا تقضیان فیتحقق العجز۔ (۱۷۰) عنایہ میں ہے کل مایفوت لا الی بدل جاز ادائوہ بالتیمم مع وجود الماء وصلوۃ الجنازۃ عندنا کذلک لانھا لا تعاد (۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے صلوۃ الجنازۃ تفوت لا الی خلف فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیھا (۱۷۳) ظہیریہ (۱۷۴) عالمگیریہ (۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نور الایضاح (۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے والنظم للدرر ولو جنبا او حائضا اس کے لئے جنب اور حائض کو بھی تیمم روا اور یہ مسئلہ وقایہ اور اصلاح غرر سے واضح تر گذرا (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی علی المراقی (۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ھو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت (۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر (۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے واللفظ لھذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلوۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی کذا فی الخلاصہ (۱۸۷) فتاوی کبری (۱۸۸) فتاوی قاضی خاں (۱۸۹) خزانۃ المفتیین (۱۹۰) جامع المضمرات

شرح قدوری (۱۹۱) فتاوٰی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر (۱۹۳) جواہر اخلاطی (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے تیمم فی المصر وصلی علی جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذالك التیمم الخ قال فی الدر بہ یفتی الخ قال فی المضرات والجواھر والھند یۃ علیہ الفتوی (۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ القدسی (۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے مجرد الکراھۃ لا یقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما۔ (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر (۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج وہاج (۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) متخلص (۲۰۷) طحطاوی علی المراقی ــ واللفظ للفتح ترك الناس عن آخرھم الصلوٰۃ علی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولو کان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ ـــ حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج و غنیہ و امداد سے یوں ہیں ــ والا یصلی علی قبرہ الشریف الی یوم القیمۃ لبقائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما دفن طریا بل ھو حی یرزق ویتنعم بسائر الملاذ والعبادات وکذا سائر الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام وقد اجتمعت الامۃ علی ترکھا۔ [1]

اس کے علاوہ ایک دوسرے فتوے میں چالیس عبارتوں سے اس مسئلہ کو ثابت کیا اور خاص اسی مسئلہ پر آپ نے حدیثوں سے بھی ثبوت فراہم کی ہیں۔

(۱) امام اجل برہان الملۃ والدین ابوبکر ہدایہ میں فرماتے ہیں ــ ان صلی

---

[1] فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶۔

غیر الولی والسلطان اعاد الولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والتنفل بها غیر مشروع لہذا رأینا الناس ترکوا عن آخرهم الصلاۃ علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو الیوم کما وضع۔

(۲) امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ـ لوکان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاھر علیہ فوجب اعتبارہ۔

(۳) امام اجل نسفی وافی اور اس کی شرح کافی میں فرماتے ہیں۔ لم یصل غیرہ بعدہ ای ان صلی الولی لم یجز لغیرہ ان یصلی بعدہ لان حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلوٰۃ الاولی فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وذا غیر مشروع ولو کن صلی علیہ مرۃ الخ۔

(۴) امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں ـ قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذالک لا تشرع الصلوٰۃ علیہ ثانیا لغیرہ۔

(۵) علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں ـ لا یصلی علیہ لئلا یؤدی الی تکرار الصلوٰۃ علی میت واحد فانہ غیر مشروع۔

(۶) درر شرح غرر و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے ـ الفرض یتادی بالاولی والتنفل بہا غیر مشروع۔

(۷) درمختار و (۸) فتح اللہ المعین میں ہے لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع۔

(۹) مراقی الفلاح میں ہے لا یعید مع من لہ حق التقدم من صلی مع غیرہ لان التنفل بہا غیر مشروع ـ (۱۰) ایضاح و (۱۱) عالمگیریہ میں ہے لا یصلی

علی المیت الا شرذ واحدۃ والتنفل بصلوٰۃ الجنازۃ غیر مشروع (۱۲) فتاوی امام قاضی خاں و (۱۳) ظہیریہ و (۱۴) شرح نقایہ برجندی و (۱۵) خلاصہ و (۱۶) لوالجیہ (۱۷) تجنیس (۱۸) واقعات (۱۹) بحرالرائق وغیرہ میں ہے۔ ان کان المصلی سلطانا والامام الاعظم اوالقاضی او والی المصر اوامام الحیہ لیس للولی ان یعید (۲۰) شرح نقایہ علی قہستانی میں ہے۔ لا یصلی علی المیت الامرۃ (۲۱) سراج وہاج (۲۲) بحرالرائق۔ (۲۳) ردالمحتار (۲۴) جامع الرموز (۲۵) جوہرہ نیرہ (۲۶) ہندیہ (۲۷) مجمع الانہر وغیرہا میں ہے۔ واللفظ للبحر عن السراج ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ ـــــ (۲۸) قدوری (۲۹) ہدایہ (۳۰) منیہ (۳۱) وقایہ (۳۲) نقایہ (۳۳) وافی (۳۴) کنز (۳۵) غرر (۳۶) اصلاح (۳۷) الملتقی (۳۸) تنویر (۳۹) نورالایضاح ــ ان بارہ متنوں اور ان کی غیر سب میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ جب ایک بار ہو چکی فوت ہوگئی (۴۰) مختصر میں ہے۔ یجوز التیمم للصحیح المقیم اذا حضرت الجنازۃ والولی غیرہ خاف ان اشتغل بالوضوء فوت الصلاۃ۔

ھدایہ۔ تیمم الصحیح فی المصر اذا حضرت الخ وقال بالطہارۃ مکان بالوضوء وھو اشمل۔ منیہ۔ الصحیح فی المصر تیمم لصلاۃ الجنازۃ اذا خاف الفوت الا الولی۔ وقایہ۔ ھو لمحدث وجنب و حائض و لونفساء لوبقدرۃ علی الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی۔ اصلاح۔ مثلہ وقال عجز عن الماء۔ نقایہ۔ مایفوت لاالی خلف کصلوۃ الجنازۃ لغیر الولی۔ کنز۔ صح لخوف فوت صلوٰۃ الجنازۃ۔ تنویر۔ جاز لفوت الخ وافی۔ مثل الکنز۔ وزاد لم یکن ولیھا۔ غرر۔ جاز لمحدث وجنب و حائض عجز وا عن الماء لخوف فوت صلوٰۃ الجنازۃ۔ ملتقی۔ یجوز فی المصر لخوف

فوت صلوٰۃ الجنازہ ۔ نور الایضاح ۔ العنز المبیح للمقیم خوف فوت صلوٰۃ الجنازہ ۔ ہدایہ و مجمع الانہر میں ہے لانہا لا تقضی فیحقق العجز ۔ کافی امام نسفی میں ہے ۔ صلوٰۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہا لا تقضیان فیتحقق العجز ۔ مراقی الفلاح و برجندی میں ہے لانہا تفوت بلا خلف ۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے ۔ لا یجوز التیمم مع وجود الماء الا فی موضع یخشی الفوات لا الی خلف کصلوٰۃ الجنازۃ ۔

ان سب عبارت کا بھی وہی حاصل کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھنی صرف مکروہ ہی نہیں بلکہ محض ناجائز ہے ۔ برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرح نظم الکنز للعلامہ القدسی پھر حاشیہ علامہ نوح آفندی پھر ردالمحتار شامی میں ہے مجرد الکراھۃ لا یقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانہا لیست اقوی من فوات الجمعہ والوقتیہ مع عدم جوازہ لہا ۔ [1]

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۳۵، ۳۶، ۳۷ ۔

اقوال متبائنہ میں ترجیح

علمائے حنفیہ میں یہ اختلاف ہے کہ مسواک قبل وضو سنت ہے یا وضور میں کلی کرتے وقت۔ صاحب مبسوط اور کثیر العلماء مسواک کو وضور میں کلی کرتے وقت سنت بتاتے ہیں امام ابن ہمام صاحب عنایہ وغیرہ نے اسی کو لیا ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ الا ستیاک وقت المضمضۃ[1]۔ بحرالرائق اور شرح نقایہ میں اسی کو قول اکثر بتایا ہے۔ صاحب بدائع اور امام زیلعی نے قبل وضو، مسواک کو سنت قرار دیا ہے۔ صاحب حلیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ اور ان کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کلی کے وقت مسواک کرنا بعض کا قول ہے۔ "ان یکون فی حالۃ المضمضۃ علی قول بعض المشائخ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اکثر مشائخ کے نزدیک قبل وضو سنت ہے امام ابن ہمام نے کلی کے وقت سنت ہونے پر ایک حدیث سے استدلال کیا ہے۔

لو لا ان اشق علی اُمتی لامرتھم بالسواک مع کل صلوٰۃ۔[2]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسواک وضو کے اندر سنت ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ لفظ "عند کل وضور" سے مسواک کا وضور کے اندر ہونا تو کیا وضور سے متصل ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ "عند" عام ہے نیز حدیث مذکور میں وقت مضمضہ کا بھی ذکر نہیں اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے امام ابن ہمام کی تائید میں اپنی طرف سے تین حدیثیں اور پیش فرمائیں[3] اور ہر ایک کا محقق جواب دیا کہ ان احادیث سے مسئلہ پر واضح

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۱۴۰ [2] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۱۵۱۔ [3] فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۱۵۵۔

روشنی نہیں پڑتی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ در حقیقت مسواک قبل وضور ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ۲۵ صحابۂ کرام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضور کی کیفیت مروی ہے لیکن کسی میں مسواک کا ذکر نہیں ہے بلکہ وضور اور مسواک سے متعلق صد ہا احادیث سامنے ہیں کسی ایک حدیث صریح سے وضور کے اندر مسواک کا ہونا ثابت نہیں۔ علاوہ ازیں خود صاحب بحر وغیرہ فرماتے ہیں کہ مسواک اگر سنّت وضور ہو تو اس میں یہ خرابی لازم آئے گی کہ بسا اوقات مسوڑھوں سے خون جاری ہو جاتا ہے اگر شافعیہ کے نزدیک خون ناقض وضور نہیں ہے لیکن بالاجماع نجس تو ہے۔ اس استدلال سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوا کہ مسواک وضو میں کلّی کے وقت سنّت نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ اس سے پہلے کے افعال کا اعادہ لازم آجائے گا۔ کیونکہ خون نکلنا مظنون ہے۔ نیز مسلم شریف میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ انہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم تسوک وتوضأ ثم قام فصلی ــــ جس سے اشارہ ملتا ہے کہ مسواک قبل وضور ہے۔ اور ابو ذر نے حضرت عائشہ سے اس سے واضح روایت کی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرقد من اللیل ولا النہار فیستیقظ الا تسوک قبل ان یتوضأ۔ [1]

لہٰذا ترجیح یہی ہے کہ مسواک قبل وضور سنّت ہے۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۵۵

متعارض دلائل میں تطبیق

جمع بین الصلوتین سے بحث کرتے ہوئے جمع تاخیر کی دلیلوں کا ذکر آیا تو آپ نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جو اس مسئلہ میں سب سے قوی دلیل ہے اس کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ اس حدیث کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیش نظر ہیں جن میں سے بیشتر مجمل ہیں البتہ بعض طرق میں غروب شفق کے بعد مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن ان سب میں کسی سے بھی دلیل قائم نہیں ہوتی کہ جمع حقیقی کسی نماز کی تاخیر کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) مسند عبدالرزاق اور ابن جریر کی روایتوں میں ابن عمر سے ہے۔

قال قال عبد اللہ جمع لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم مقیما غیر مسافر بین الظھر والعصر والمغرب والعشاء فقال رجل لابن عمر لم تری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل ذلک قال لان لا نحرج امتہ ان جمع رجل[1] ابن جریر بایں لفظ راوی ہیں۔ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان یؤخر الظھر ویعجل العصر فیجمع بینھما و یؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینھما[2]

نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں یوں ہے ــــ اذا بادر احد کم الحاجة فشاء ان یؤخر المغرب ویعجل العشاء او یصلیھما جمیعا فعل[3]

ان حدیثوں سے بھی اعلیٰ حضرت نے جمع صوری ثابت فرمایا جمع حقیقی اس سے مراد نہیں ہے۔

(۲) سنن ابوداؤد میں اس حدیث کے بارے میں عبداللہ بن واقد جو ابن

---

[1] حاجز البحرین ص ۲۹ [2] حاجز البحرین ص ۲۹ [3] حاجز البحرین ص ۲۹

عمر کے شاگرد ہیں بیان کرتے ہیں کہ غروب شفق سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار کر کے شفق ڈوبنے پر عشاء پڑھی۔ ؎

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت میں نماز مغرب کو غروب شفق کے بعد پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ غروب شفق کے قریب مغرب پڑھی اور یہ محاورہ قرآن پاک میں بھی وارد ہے۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ؎

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انھیں اچھی طرح نکاح میں روک لو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ یہاں میعاد کے پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ میعاد کے قریب پہنچ جائیں ــــ دوسری آیت فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ ؎

ظاہر ہے کہ جب عورت عدت کو پہنچ گئی تو نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل اور اسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار تو بالیقین قرب انقضائے وقت کو انقضائے وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب ختم عدت کے قریب پہنچیں اس وقت رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے ــــ اس طرح کے محاورے کثیر احادیث سے بھی ثابت ہیں۔

امامت جبرئیل امین کے واقعہ میں دوسرے دن کی ظہر پہلے دن کے عصر کے وقت میں پڑھنا مذکور ہے اور تمام علماء اس سے یہی معنی لیتے ہیں کہ پہلے دن کی عصر کے قریب ظہر ادا فرمائی جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صبح اسراء بعد فرضیت نماز اوقات نماز معین کرنے اور ان کا اول و آخر بتانے کے لئے دو روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اوّل وقت میں پڑھیں اور دوسرے دن

؎ حاجز البحرین ص ۔۔ ؎ سورہ بقرہ پ۲ رکوع ۱۲ ؎ پ ۲۸ سورہ طلاق رکوع ا۔

ہر نماز آخر وقت میں، اس کے بعد گذارش کی کہ: الوقت ما بین ھذین الوقتین۔

(۳) شفق کے بارے میں دو قول ہیں اول شفق احمر دوم شفق ابیض (جو احمر کے بعد بھی رہتی ہے)۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کے ختم اور عشاء کے شروع ہونے میں شفق ابیض کا اعتبار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شفق احمر پہلے غروب ہوتی ہے لہذا اگر حدیث ابن عمر میں شفق کا غروب ہونا ذکر ہے تو اس سے شفق احمر مراد ہے اور جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اس سے مراد شفق ابیض ہے۔ اس وضاحت سے اعلیٰ حضرت نے یہ ثابت کر دیا کہ دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے زہر الربی اور جامع الاصول کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ شفق حقیقۃً بیاض ہی ہے۔ زہر الربی میں ہے ـــــ فحمۃ العشاء ھی اقبال اللیل واول سوادہ[1] شرح جامع الاصول میں ہے۔ ھی شدۃ سواد اللیل فی اولہ حتیٰ اذا سکن نورہ قلت بظھور النجوم وبسط نورھا ولان العین اذا نظرت الی الظلمۃ ابتداءً لاتکاد تری شیئاً۔[2]

اس کی تائید میں امام طحاوی کی ایک روایت پیش کی ہے ـــــ حدثنا محمد ثنا الحمانی حدثنا ابن عیینۃ عن ابن ابی نجیح عن اسمعیل ابن ابی ذویب قال کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فلما غربت الشمس ھبنا ان نقول الصلوٰۃ فسار حتی ذھبت فحمۃ العشاء ورأینا بیاض الا فق فنزل فصلی ثلاثا للمغرب واثنتین للعشاء وقال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل[3]

یہ حدیث بقاء ابیض میں نص صریح ہے کہ سر شام کا دھندلکا جاتا رہا اور افق

---

[1] حاجز البحرین ص ۸۰ [2] حاجز البحرین ص ۸۰۔ [3] حاجز البحرین ص ۸۱۔

کی سپیدی نظر آئی اس وقت نماز پڑھی اور کہا کہ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔

(۴) ابن عمر کی اس حدیث کی کسی بھی روایت میں مذکور نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غروب شفق کے بعد نماز ادا کی ہو۔ زیادہ سے زیادہ ابن عمر کا عمل مذکور ہے اور ابن عمر شفق کے معاملہ میں احمر کے قائل تھے یعنی مغرب کا وقت ان کے نزدیک شفق احمر تک ہے۔ بیہقی اور نووی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔
انہ قال الشفق الحمرۃ [1]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مغرب کا وقت شفق ابیض تک ہے حضرت صدیق اکبر حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت معاذ ابن جبل اور ابی ابن کعب اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابۂ کرام اور امام باقر اور عمر ابن عبدالعزیز جیسے اجلۂ تابعین کا مسلک بھی یہی تھا۔ اب اگر ابن عمر سے یہ ثابت بھی ہو کہ انھوں نے غروب ابیض کے بعد مغرب پڑھی تو صاف احتمال ہے کہ انھوں نے کسی سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفق احمر کے بعد شفق ابیض میں مغرب پڑھتے دیکھا تو انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا ہو کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت کے بعد نماز پڑھی اور پھر اس اجتہاد پر ابن عمر نے بعد میں عمل کیا لہذا ان کا یہ عمل حجت نہیں ہوگا

اعلیٰ حضرت نے جہاں اس تحقیق سے ابن عمر کی حدیث جمع بین الصلاتین سے استدلال کرنا ضعیف کر دیا ہے وہیں آپ نے ان کی روایتوں کے تعارض کو بھی متعدد وجوہ سے دفع کیا ہے۔

---

[1] حاجز البحرین ص ۸۲۔

شواہد سے تائیدات

کسی مسئلہ میں حکم کی دریافت کا ایک فطری طریقہ شہادت نظائر ہے جسے اصول فقہ میں قیاس واجتہاد اور منطق میں تمثیل کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کتاب و سنّت کی متعدد نصوص سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ امثال ونظائر پر قیاس کرتے ہوئے دو مسئلوں کے درمیان اتحاد حکم ثابت کرنا لازم ہے بشرطیکہ معلوم و مسکوت کے درمیان اشتراک علّت ثابت ہوجائے ــــ

عہد صحابہ سے لے کر اب تک بے شمار مسائل جدیدہ میں اسی طریقہ کو تخریج حکم کے سلسلہ میں اپنایا گیا ہے بلکہ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس بعض احکام میں اجتہاد فرماتے۔ آیت مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ سے اس مدعی پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دین اسلام چونکہ قیام قیامت تک کے لئے حیات وموت کا مکمل ضابطہ ہے اور نئے جزئیات کا پیش آنا لوازم کائنات سے ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر نئے مسئلہ میں دریافت حکم کا قیاسی طریقہ عمل میں لایا جائے اسی لئے فقہائے کرام قیاس کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس کے برتنے کے بھی پابند ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے بہ حیثیت فقیہ کثیر مسائل میں یہ طریقہ بھی استعمال فرمایا ہے۔ نئے مسائل میں بالخصوص شواہد ونظائر کے ذریعہ حکم کا استخراج فرمایا۔ علتوں کے اشتراک سے ایک شئ کا حکم دوسری شئ تک پہنچانے میں آپ اپنے تفقہ میں یگانۂ روزگار نظر آتے ہیں۔ ہمارے دعوے پر درج ذیل مسائل سے روشنی پڑتی ہے۔

(۱) لوبان یا اگر بتی کا دھواں بے ارادہ ناک یا حلق کے ذریعہ جوف میں داخل

ہوجائے تو اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم دیا کہ دُھواں حلق یا دماغ میں خود سے چلا جائے تو اس سے روزہ نہ جائے گا۔

دُھوئیں کا اطلاق اگر بتّی اور لوبان کے دھوئیں کو بھی شامل ہے اور دھوئیں کا یہ حکم اگلے فقہاء سے ثابت ہے کہ اگر وہ خود سے حلق میں اُتر جائے تو روزہ نہیں جاتا لیکن اعلیٰ حضرت نے تائید مزید کے لئے اس مسئلہ کو غبار اور مکھی کے حلق میں داخل ہونے پر بھی قیاس فرمایا اور اس سلسلہ میں کہ غبار اور مکھی کا حلق میں جانا مضطر صوم نہیں ہے۔ فقہ کی ۲۰ کتابوں سے حوالہ قلم بند فرمائے۔[1]

اشتراک علت کے ثابت کرنے میں یہ قاعدہ ضبط فرمایا کہ جوف صائم میں داخل ہونے والی چیزیں تین قسم پر ہیں اوّل جس سے بچنا محال۔ دوم جن سے تحرز کلی قدرت سے باہر ہو یعنی کبھی کبھی انسان کو اس سے سابقہ ضرور پڑتا ہو جیسے دخول غبار اور دُخان کہ اس سے آدمی بچ سکتا ہے لیکن بعض اوقات، بچنا مشکل ہے کہ آدمی مُنہ بند رکھے تو ناک کی راہ سے داخل ہوجائیں گے شرع مطہر نے ان دونوں قسموں کو مفطرات سے خارج فرمایا ہے۔[2]

سوم وہ چیزیں جن سے ہمیشہ بچ سکتا ہے اگرچہ بعض حالات میں ان پر مجبور ہو جیسے طعام و شراب جنھیں بالقصد جوف تک پہنچایا جائے کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں اس لئے یہ قسم بہرحال مفطر ہے۔[3] اس میں ضرورت و عدم ضرورت ارادہ و بے ارادہ کا کوئی فرق نہیں البتہ قسم اول بہر صورت مفطرات سے خارج ہے اور قسم دوم بے قصد و اختیار مفسد صوم نہیں اور قصد و ارادہ سے مضطر ہے لہٰذا قسم دوم کے حکم میں صرف قصد اور عدم قصد کا فرق ہے غبار

---

[1] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۲،۳، [2] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۵

[3] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۵،۶،۷

اور دھوئیں کی جگہ جانا قصد سے ہو یا بے قصد ضرورت سے ہو یا بے ضرورت
اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ دھواں نگلنے کا قصد نہ ہو[1]

اس ضابطہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے ایک اور نظیر کا اضافہ فرمایا کہ کلی کے بعد
جو تری منہ میں رہ جاتی ہے اسے نگلنے سے روزہ نہیں جاتا وجیز کردری اور فتح القدیر
شرنبلالیہ، شرح الملتقی اور بزازیہ سے اس جزئیہ کو نقل فرمایا ہے جس سے یہ نتیجہ
نکلا کہ مطلق دخول شئی موجب افطار نہیں۔ مدار فرق صرف دخول اور ادخال پر
رکھا گیا ہے۔ مزید ایک اور شاہد کا اضافہ فرمایا کہ پانی میں غوطہ لگایا اور کان میں پانی
داخل ہوگیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا کہ اگرچہ غوطہ بالقصد ہے لیکن کان میں پانی پہنچانا
اس کے ارادہ میں نہ تھا اسی طرح بالاجماع رمضان شریف میں دن میں کھانا پکانا
جائز ہے جس سے دھواں حلق اور دماغ تک پہنچ سکتا ہے لیکن روزہ نہیں ٹوٹتا
ان مسائل پر دس سے زائد عبارتیں پیش کیں۔ اب نظائر کا اجمال یوں فرمایا کہ
رمضان المبارک میں نہانا، غوطہ لگانا، کھانا پکانا، آگ جلانا مطلقاً جائز ہے ورنہ نانبائیوں
حلوائیوں، سناروں کی دکانوں کو معطل کرنا واجب ہوگا کہ ان سے دھواں اٹھتا ہے
اسی طرح قصابوں، شکر سازوں، حلوہ فروشوں پر ہڑتال کرنا واجب ہوگا کہ کثرت
مگس کا موجب ہے۔ نیز دن کو چکی پیسنا، غلہ پھٹکنا، گلیوں میں چلنا پھرنا حرام ہوجائے
کہ یہ غبار سے خالی نہیں اسی طرح جھاڑو دینا۔ دوائیں کوٹنا غلہ آسانا دیوار گرانا،
ریگستان میں سفر کرنا، گھوڑوں پر نرم زمینوں سے گزرنا ممنوع قرار پائےگے۔[2]

(۲) کاغذ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ اس حکم کے استنباط میں اعلیٰ حضرت نے
درخت کے پتوں کو شاہد بنایا اس لئے کہ درخت کے پتے نرم اور چکنے ہوتے ہیں جس کی
وجہ سے نجاست زائل ہونے کے بجائے پھیلے گی اس لئے بحرالرائق میں اس سے استنجاء

---

[1] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۰ ۔ [2] الاعلام بحال البخور فی الصیام ص ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲۔

مکروہ قرار دیا گیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہی حال کاغذ کا ہے کہ وہ نرم اور چکنا ہے۔ لہٰذا اس کا حکم بھی درخت کے پتوں کے مثل ہے اور دوسرا قیاس قیمتی چیزوں پر فرمایا جو قابل احترام ہوتی ہیں ان سے استنجا رکروہ ہے۔ کاغذ کتاب علم کا سب سے قریبی اور عام طریقہ ہے لہٰذا یہ بھی قابل احترام ہوا جس کی وجہ سے اس سے استنجا، ممنوع ہے اور اگر لکھا ہوا کاغذ ہو تو حروف کا احترام آداب دین سے ہے اس لئے بھی اس سے استنجا رممنوع ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اس فتوے میں ممانعت کی دو علتیں مشترک پائی گئی ہیں جن میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ شاہد پیش فرمایا۔ [1]

(۳) اعلیٰ حضرت کبھی کبھی واضح، دلنشین، عام فہم علت مشترکہ بیان فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے جمعہ کی اذان خطبہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے سوال کیا کہ آج تک تو بہت سی مسجدوں میں داخل مسجد ممبر کے نزدیک جمعہ کے دن اذان خطبہ دیا جاتا تھا لیکن آپ فرمارہے ہیں کہ یہ جو ہندوستان کا رواج ہے وہ غلط ہے۔ تو اعلیٰ حضرت نے ان کے پیشہ کے اعتبار سے بہت ہی عام فہم اور دلنشیں علت مشترکہ بیان فرمائی فرماتے ہیں۔

"آپ روز دیکھتے ہیں کہ کچہریوں میں چپراسی مدعی، مدعا علیہ یا گواہوں کی حاضری کے لئے کچہری کے کمرے کے اندر کھڑے ہوکر نہیں پکارتا ہے بلکہ باہر سے پکارتا ہے اور اگر اندر ہی سے چلانا شروع کردے تو دربار عدالت کی توہین ہوگی تو احکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی دربار توارفع واعلیٰ ہے۔ کیا یہاں اندر ہی سے چلایا جائے انھوں نے کہا میں نے سمجھ لیا۔ [2]

(۴) اس موقع پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت استنباط حکم میں

---

[1] فتاویٰ افریقہ ص ۱۰۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۷۷۳۔

علت صحیحہ مؤثرہ ہی کو ذریعہ معرفت بناتے ہیں اور کسی کی ذکر کردہ علت فاسدہ سے مرعوب نہیں ہوتے۔ چنانچہ آپ کی کتاب النہی الحاجز کے جواب میں کسی نے تکرار صلوٰۃ جنازہ پر یہ علت پیش کی کہ نماز جنازہ مثل جواب سلام فرض کفایہ ہے لہٰذا جس طرح جواب سلام میں تکرار جائز ہے اسی طرح نماز جنازہ بھی کئی بار ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس طریقہ استنباط کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

"**قولہ** رد سلام مثل صلاۃ جنازہ فرض کفایہ ہے **اقول** مثل بھی آپ کا عجیب مثل ہے ذرا یہ تو فرمایئے مثل سے یہاں کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ جو حکم نماز جنازہ کا ہے بعینہ وہی حکم رد سلام کا تو یہ غیر مسلم کہ نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ، استقبال قبلہ، باوضو، وتیمم نماز نہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ ہے جو ہرگز رد سلام میں شرط نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ صرف فرض کفایہ میں دونوں مساوی بایں معنی ہیں کہ جس طرح رد سلام فرض کفایہ ہے کہ اگر بعض نے جواب سلام دے دیا سب کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اگر کسی نے نہ دیا سب گنہگار ہوئے تو مسلم ہے مگر تمہاری کوئی مفید نہیں ہاں البتہ اگر یہ استدلال کیا جاتا کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جب بعض کر لیں باقیوں کو ناجائز ہو جاتا ہے تو اس وقت البتہ اس نقض کی گنجائش ہوتی حالانکہ استدلال یہ ہے کہ ایک بار سے فرض ساقط ہو گیا اب دوبارہ ہو تو نفل ہوگی اور وہ (نماز جنازہ) بطور نفل مشروع نہیں ورنہ مزار اقدس پر ہمیشہ نماز ہوتی اب اگر سلام میں تنفل جائز تو نقض کے کیا معنی اور ناجائز تو نقض ہی سرے سے باطل[1]

---

[1] الرد الناھر عن دام النھی الحاجز۔ ص ۸۔

ضمنی مسائل

[ایک مسئلہ کے ساتھ مسائل ضمنیہ کا بیان
جو
ایک ہی اصول کے تحت ہوں]

شمس الائمہ لطف الرحمٰن بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ نے فتویٰ دیا تھا کہ شرافت نسب شرع کے نزدیک غبار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اللہ و رسول کے نزدیک شرافت علم یقیناً شرافت ہے۔ بہ نظر حقارت کسی عالم کو پاشا یا جولاہا یا شکاری وغیرہ کے خطاب سے منسوب کرنے والے دائرۂ کفر میں داخل ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت سے اس فتویٰ کی تصدیق و تحقیق چاہی گئی آپ نے جواب میں جو فتویٰ تحریر فرمایا وہ چھتیس صفحہ پر مشتمل ۲۶ × ۲۰ سائز بصورت رسالہ جس کا نام اراءت الادب لفاضل النسب ہے۔

سنہ ۱۳۲۹ھ میں رسالہ لکھا گیا۔ اس میں آپ نے تحقیق طلب مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے ضمنی مسائل تحریر فرمائے جن سے اصل مسئلہ کو استدلال و تائید و شہادت حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض مسائل مناقب سے متعلق ہیں ان ضمنی مسائل میں بعض مسائل کلامی اور فقہی ہیں اور بعض اصولی ہیں۔ ضمنی مسائل بصورت استدلال بھی ہیں اور بصورت نظائر بھی اور خود اپنی جگہ ان کا ذکر احادیث کی تائید یا فقہاء کی شہادت کے ساتھ فرمایا ہے۔

مسائل ضمنیہ جو اس رسائل میں ذکر ہوئے حسب تفصیل ذیل ہیں۔

مسئلہ فقہی۔

(۱) کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بے ضرورت ایسے لفظ سے یاد کرنا جو دل شکنی کا باعث ہو حرام ہے[۱] (۲) مدار نجات تقویٰ ہے[۲] (۳) فضل نسب شرعاً باطل و مہجور نہیں[۳] (۴) غیر کفو سے بے اذن ولی عورت نے نکاح کیا نہ ہوا[۴] (۵) امامت صغریٰ (نماز کی امامت) میں شرف نسب بھی وجہ ترجیح ہے[۵]۔ (۶) قریش پر دعوائے استادی نہ کرے[۶]۔ (۷) علمائے سادات سے کوئی کام موجب تعذیر واقع ہو تو قاضی ان سے صرف یہ کہے آپ ایسا کام کرتے ہیں[۷] (۸) شرافت و رذالت کسی شہر کی سکونت پر نہیں[۸] (۹) نسب پر فخر جائز نہیں[۹] (۱۰) دوسروں کے نسب کو بہ نظر حقارت دیکھنا جائز نہیں۔[۱۰] (۱۱) باپ کے سوا کسی اور سے نسب جوڑنا حرام ہے[۱۱]

مناقب۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو سات قسم کی فضیلت دی ہے جو کسی کو حاصل نہیں[۱۲] (۱۳) قریش سے محبت رکھنا واجب ہے[۱۳] (۱۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سب نسب میں سے جو بہتر نسب تھا اس سے چنا[۱۴] (۱۵) عجم میں اہل فارس سب سے بہتر ہیں[۱۵] (۱۶) روز قیامت قریش آگے

---

[۱] ارارۃ الادب بفاضل النسب ص ۳ [۲] نیز ص ۴۔ [۳] نیز ص ۴ [۴] نیز ص ۴۔
[۵] نیز ص ۴ [۶] نیز ص ۶ [۷] نیز ص ۱۲ [۸] نیز ص ۴، [۹] نیز ص ۳ [۱۰] نیز ص ۲
[۱۱] نیز ص ۳۲۔ [۱۲] [۱۳] [۱۴] نیز ص ۱۰ [۱۵] نیز ص ۱۳۔

ہوں گے پھر درجہ بہ درجہ[۱] (۱۷) لوگ اپنے نسب کا فائدہ آخرت میں اٹھائیں گے[۲]

اُصولی۔

(۱۸) حکم اغلب پر ہوتا ہے نہ کہ نادر پر[۳] (۱۹) بعض اکابر یا انبیاء کرام سے کسی پیشے کا ثبوت دلیل جواز ہے نہ کہ دلیل افضلیت[۴]۔

کلامی۔

(۲۰) امامت کبریٰ (خلافت) میں شرف نسب ہی نہیں قریشیت بھی شرط ہے۔[۵]

شتّٰی۔

(۲۱) دُنیا کے جمیع احکام فقہی یا کلامی میں قریش کو سب پر خصوصیت حاصل ہے[۶] (۲۲) اپنے نطفے کے رشتے اچھی جگہ تلاش کرے۔ کفو میں شادی کرے اور کفو سے شادی کر کے لائے بڑی نسل کی خوبصورت عورت پر نہ جائے۔[۷]

---

[۱] اراءۃ الادب ص ۱۷ [۲] نیز ص ۱۸ [۳] نیز ص ۱۴ [۴] نیز ص ۱۴۔ [۵] نیز ص ۲ [۶] نیز ص ۱۳ [۷] نیز ص ۱۶۔

فقہ حنفی کے ابواب پر مکمّل بحث

اعلیٰ حضرت کی تصنیفات میں نادرالوجود تصنیف "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" ہے جو جہازی سائز کے بارہ جلدوں میں بارہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ جن میں فقہ حنفی کے جمیع ابواب پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ ان کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابحاث کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ

الجزء الاوّل

کتاب الطہارۃ، باب الوضوء، نواقض وضوء، باب المیاہ، فصل فی البئر، باب التیمم، (اس جلد میں ۱۱۴ فتاوے اور ۲۸ رسائل ہیں)

الجزء الثانی

باب الغسل، باب المیاہ، باب المسح علی الخفین، باب الحیض، باب الانجاس، باب الاستنجاء، کتاب الصلاۃ، باب اوقات الصلاۃ، باب اماکن الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، باب شروط الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، باب القرأۃ، باب الامامۃ، باب الجماعۃ۔

الجزء الثالث

باب ادراک الفریضہ، باب مفسدات الصلوٰۃ، باب مکروھات الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، تراویح، قضاء الفوائت، سجود السھو، سجود التلاوۃ، صلاۃ المسبوق، صلاۃ المریض، باب صلاۃ المسافر، احکام المسجد، جمعہ، عیدین،

کسوف و استسقاء۔ شتی۔ جنائز۔

الجزء الرابع

کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج۔

الجزء الخامس

کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود۔

الجزء السادس

کتاب السیر، کتاب الوقف۔

الجزء السابع

کتاب البیوع، کتاب الکفالہ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الشہادۃ۔

الجزء الثامن

کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، صلح، مضاربۃ، امانات، ہبہ، اجارہ، اکراہ، حجر، غصب، شفعہ، قسمت، مزارعۃ، صید، ذبائح، اضحیہ

الجزء التاسع

کتاب الحظر والاباحۃ۔

الجزء العاشر

اشربہ، مداینات، رہن، جنایات، وصایا، فرائض۔

الجزء الحادی عشر

شتی، مسائل کلامیہ۔

الجزء الثانی عشر

الباھرۃ الشارقۃ علی المارقۃ الشارقۃ۔ رسائل کلامیہ۔

مذکورہ ابواب وابحاث نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فقہ حنفی کے ہر باب پر اعلیٰ حضرت کی گہری نظر تھی۔

تنقیح مسائل

ائمۂ مذاہب کے لئے سب سے اہم اور مشکل منزل یہ آتی تھی کہ آیات قرآنی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مفاہیم متعارض ہوں اور ان میں تقدیم و تاخیر کا کوئی ثبوت فراہم نہ ہو سکے کہ ناسخ و منسوخ کا تعیتن ہو۔ اسی طرح اقوال صحابہ کے مابین تعارض و اختلاف ملے اور کسی کا رجوع ثابت نہ ہو۔ یا کسی مسئلہ جدیدہ کی مختلف الوجوہ علتیں درپیش ہوں اور کسی کی قوت غالب نہ آتی ہو۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں ہمتیں جواب دے دیتی ہیں اور بعض اوقات فقہاء کے لئے فیصلہ مشکل ہو جاتا ہے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ متقدمین میں اس طرح کی مثالیں وافر مقدار میں ملتی ہیں جامع ترمذی اور امام شافعی کی کتاب الام میں کئی نظائر منقول ہیں۔

امام ابو حنیفہ اس میدان میں ایک مرد حق آگاہ تھے اسی لئے مشکل سے مشکل منزل پر بھی آپ تھکے ہوئے نظر نہیں آئے۔

ائمہ کے بعد ان کے مذہب کے فقہاء کے لئے بھی اس طرح کی صورتیں درپیش آئیں۔ اقوال کی کثرت اور ان کا باہمی اختلاف، روایات کا تعارض مناط و علل کا تباین، اسباب ترجیح کی یکسانیت یہ سب وہ مراحل ہیں کہ انسان تائید الٰہی کے بغیر انھیں طے نہیں کر سکتا ان مرحلوں پر بھی کثیر مسائل میں ائمہ ترجیح نے آنے والوں کے لئے کافی زادراہ فراہم کر دی لیکن نئے پیدا ہونے والے مسائل نے خلیج کی وسعت میں کمی نہ ہونے دی۔ متاخرین میں امام ابن ہمام سے لے کر علامہ ابن عابدین شامی تک فقہ حنفی کے کئی جلیل القدر فقہاء پیدا ہوئے جنھوں نے بڑھتے ہوئے مسائل

کی علتوں کا تعین اور اقوال و ترجیح اقوال سے متعلق تنقیحات کیں اور بہت حد تک افتار کے مسند نشینوں کی مشکلات حل فرمائیں لیکن اس کے باوجود بھی ہزاروں سے زائد مسائل تشنہ تنقیح رہ گئے اور کئی ایسے مواقع بھی رہ گئے جس پر بحث کے بعد بھی یہ ائمہ فیصلہ کن رائے دینے سے احتیاط برت گئے۔

نویں صدی ہجری سے اب تک کی تاریخ میں، ہم نے جن فقہار سے تعارف حاصل کیا ان میں اعلیٰ حضرت کو اس شان میں منفرد پایا ہے کہ مشکل سے مشکل مقام تنقیح میں آپ کا قلم چابک دست نظر آتا ہے ہم نے کئی ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ان کے فتاوے میں کوئی بھی مقام ایسا نہیں پایا کہ جہاں حکم کی تنقیح باقی رہ گئی ہو۔

فقہ حنفی کی جن کتابوں پر آپ کے حواشی و تعلیقات موجود ہیں ان سے بھی یہی شان نمایاں ہے فقہ کی پُر خار وادیوں سے آپ کی یہ سبک خرامی اور علم کے بحر ذخار سے گوہر مراد کی تحصیل کا مشاہدہ کرکے حرمین کے فقہار بھی کہہ اُٹھے۔

لو رآها (فتاویٰ رضویہ) ابو حنیفہ النعمن لاقرت عینہ وجعل مؤلفها من جملة الاصحاب [1]

ذیل میں اعلیٰ حضرت کی نفیس تنقیحات کی چند نظیریں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

صاع کا بیان

صدقہ فطر، کفارات، نماز، روزے کے فدیے میں صاع کا بیان آتا ہے۔ صدقہ فطر نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو واجب ہے۔

صاع کی مقدار میں فقہار کا کئی جگہ آپس میں شدید اختلاف ہے صاع غلہ ناپنے کا

---

[1] الاجازات المتینہ ص ۶۔

ایک پیمانہ ہے، ہر پیمانہ کسی مخصوص وزن کا ہوتا ہے یعنی کسی چیز کو تول کر بنایا جاتا ہے۔

صاع کی مقدار کیا ہوگی ؟ اس میں امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ صاع سے مراد صاع عراقی ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور ائمہ احناف میں خود امام محمد امام یوسف فرماتے ہیں کہ حجازی صاع مراد ہے جو ۵ ⅓ رطل کا ہوتا ہے۔ چونکہ قول راجح اور مختار امام اعظم کا قول راجح اور مختار امام اعظم کا قول ہے اس کی وجہ ترجیح میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کریمہ سے استدلال کیا ہے اور وہ اس بنیاد پر کہ سارے ائمہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ صاع چار مُد کا ہوتا ہے البتہ مُد کی مقدار تعیین میں اختلاف ہے۔ امام اعظم کے نزدیک مُد دو رطل کا ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک مد ۱⅓ رطل کا ہے۔

صحیح مسلم، مسند امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، شرح معانی الآثار، ابوداؤد، نیز طحاوی شریف میں حضرت انس سے مروی ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ بالمد۔ ان حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد کی مقدار پانی سے وضو فرماتے تھے۔ دوسری حدیث طحاوی شریف میں حضرت انس ہی سے یوں مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ برطلین۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ مُد دو رطل کا ہے اور صاع چار مُد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔

رطل ۳۶ روپے بھر ہوتا ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ کہ رطل ۲۰ استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے، اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی ڈھائی مثقال، تو رطل شرعی ۹۰ مثقال کا ہوا۔ ڈھائی پر تقسیم کرنے سے ۳۶ روپے

آئے تو صاع دوسو اٹھاسی روپے بھر ہوا۔

یہ تو وہ مقدار ہوئی کہ اتنی وزن سے کوئی غلّہ تول کر پیمانہ بنایا جائے اب اشکال یہ پیش آیا کہ کون سا غلّہ تولا جائے۔ ابوشجاع ثلجی اور صاحبِ وقایہ نے ماش یا مسور کا اعتبار کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے دانے یکساں ہوتے ہیں اس کا کیل و وزن برابر ہوگا۔ بخلاف گندم یا جَو کے کہ ان میں بعض کے دانے ہلکے اور بعض کے بھاری ہوتے ہیں، دو قسم کے گیہوں یا جَو اگرچہ ایک ہی پیمانہ سے لیں۔ وزن میں مختلف ہوسکتے ہیں۔ درمختار میں بھی صرف اسی کو ذکر کیا۔ مگر امام صدرالشریعہ شرح وقایہ جلد اول میں فرماتے ہیں۔ وانی قد وزنت الماش والحنطة الجیدة المکتنزة والشعیر وجعلتها فی المکیال فالماش اثقل من الحنطة والحنطة من الشعیر فالمکیال الذی یملاء بثمانیة ارطال من الماش یملأ باقل من ثمانیة ارطال من الحنطة الجیدة المکتنزة۔ فالاحوط فیه ان یقدر الصاع بثمانیة ارطال من الحنطة الجیدة[1]

امام صدرالشریعہ نے اس کا لحاظ فرمایا کہ ماش اور مسور چونکہ وزنی ہیں ان کو تول کر اگر صاع بنایا جائے گا اور اس سے گیہوں اور جَو ناپ کر فقیروں کو دیا جائے گا تو مقدار گھٹ جائے گی اس لئے کہ جس برتن میں آٹھ رطل وزنی ماش یا مسور آئے گی اس میں گیہوں یا جَو آٹھ رطل نہ آسکے گا بلکہ آٹھ رطل سے کم آئے گا خواہ مسور کے درمیان گیہوں ہے انھوں نے خیرالامور اوسطھا کا لحاظ کرتے ہوئے عمدہ گیہوں کے صاع کا اعتبار کیا ہے۔ یعنی آٹھ رطل عمدہ گیہوں تول کر صاع بنایا جائے۔

ان دونوں سے ہٹ کر علامہ شامی نے جَو کے صاع کا اعتبار کیا ہے لکھتے ہیں۔ ان الذی علیه مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلهم من مشائخهم وبه کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیة ارطال من الشعیر۔

---

[1] شرح وقایہ جلد اول ص ۲۳۹۔

یعنی حرم مکہ معظمہ میں ہمارے مشائخ اور ان سے پہلے ان کے مشائخ اس پر ہیں کہ آٹھ رطل جَو سے صاع کا اندازہ کیا جائے اور یہ اکابرین اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔

اعلیٰحضرت نے علامہ شامی کے اس قول کو اختیار کر کے دو ایسی ٹھوس دلیلیں پیش کی ہیں جس سے کسی کو انکار کی مجال نہیں فرماتے ہیں۔

اقول۔ ظاہر ہے کہ صاع اس اناج کا تھا جو اس زمان برکت نشان میں عام طعام تھا اور معلوم ہے کہ وہاں عام طعام جَو تھا گیہوں کی کثرت زمانۂ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے لما کثر الطعام فی زمن معٰویۃ جعلوہ مدین من حنطۃ ــــ شرح صحیح مسلم امام نودی میں ہے ــــ الطعام فی عرف اھل الحجاز اسم للحنطۃ خاصۃ صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ــ قال لم تکن الصدقۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا التمر والزبیب والشعیر ولم تکن الحنطۃ۔ صحیح بخاری شریف میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ کان طعامہ یومئذ الشعیر الخ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں جَو ہی عام غذا تھی اور اسی سے صدقہ فطر ادا کیا جاتا تھا تو ظاہر ہو گیا کہ صاع بھی جَو ہی کا ہوتا تھا۔

دوسری دلیل میں فرماتے ہیں ــــ اس سے قطع نظر بھی ہو تو شک نہیں کہ مد و صاع کا اطلاق مد و صاع شعیر کو بھی شامل تو اس پر عمل ضرور اتباع حدیث کی حد میں داخل۔

اس میں خاص قسم یہ ہے کہ در بارہ عبادات احتیاط پسندیدہ چیز ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور جَو کا صاع لینے میں زیادہ احتیاط ہے بہ قدر واجب ادائگی میں کسی قسم کا شبہہ نہیں رہ جاتا لہٰذا ترجیح جَو ہی کے صاع کی ہے۔

اب ایک مرحلہ رہ جاتا ہے کہ آٹھ رطل جو وزن کر کے جو پیمانہ بنایا جائے اس میں

گیہوں کتنے وزن کا آئے گا۔ ہمارے دیار میں آج کل صدقۂ فطر تول کر ہی ادا کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ پیمانہ کا رواج اُٹھ گیا ہے اس مرحلہ کو بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طے فرما دیا فرماتے ہیں۔

فقیر نے ۲۷ ماہ مبارک رمضان ۱۳۴۰ھ کو نیم صاع شعیری کا تجربہ کیا جو ٹھیک چار رطل جو کا پیمانہ تھا اس میں گیہوں برابر ہموار سطح بھر کر تولے تو تین رطل کم پانچ رطل آئے یعنی ایک سو چوالیس روپے بھر جو کی جگہ ایک سو پچھتر روپے آٹھ آنے بھر گیہوں کہ بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے یہ محفوظ رکھنا چاہئے کہ صدقۂ فطر و کفارات و فدیۂ صوم و صلوٰۃ میں اسی انداز سے گیہوں ادا کرنا احوط و انفع للفقراء ہے۔[1]

(۲)

قنوت نازلہ

جب مسلمانوں پر کوئی افتاد آ پڑے تو علماء نے نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ یہ حدیث سے ثابت[2] ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قوم کی درخواست پر ۷۰ چیدہ علماء صحابہ کو بھیجا دشمنوں نے دھوکا دے کر ان حضرات کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

اس کی اطلاع جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قوم کی ہلاکت کے لئے مسلسل ایک مہینہ تک نماز فجر میں قنوت پڑھی۔ اس حدیث کی روشنی میں تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی شدید آفت آ پڑے تو فجر میں فرض کی دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر

---

[1] فتاویٰ رضویہ ص ۱۴۴، ۱۴۵۔ [2] بخاری شریف ج ۱ ص ۱۳۶۔

قنوت نازلہ پڑھی جائے۔ اختلاف یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا رکوع کے بعد۔ شوافع کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد۔ خود علمائے احناف میں دو گروہ ہے۔ علامہ حسن شرنبلالی اور علامہ شامی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ یہ قنوت بعد رکوع پڑھی جائے گی۔ مگر علامہ حموی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ قبل رکوع احادیث اس باب میں متعارض ہیں۔ کسی میں قبل رکوع وارد ہے اور کسی میں بعد رکوع۔

صحیح بخاری شریف میں ہے۔ قال سئل انس ابن مالك أقنت النبی صلی الله علیه وسلم فی الصبح قال نعم فقیل وقنت قبل الرکوع قال بعد الرکوع۔[1]

پھر دوسری حدیث میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ۔ قنت شهرا بعد الرکوع۔ یہی حال علماء کا ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ بعد رکوع ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ قبل رکوع پڑھے۔ اس کو حموی وغیرہ نے اختیار فرمایا۔ علامہ سید احمد طحطاوی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصلی کو اختیار ہے چاہے قبل رکوع پڑھے یا بعد رکوع۔

قنوت نازلہ کے قبل رکوع یا بعد رکوع ہونے پر امام اعظم یا صاحبین کا کوئی قول نہیں ملتا۔ علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں:۔

وظاهره لو قنت فی الفجر لبلیة انه یقنت قبل الرکوع ابو مسعود عن الحموی قلت قد ورد فعله قبله وبه قال الامام مالك وبعده وبه قال الامام الشافعی واقتضاء النظر التخییر وذکر الشرنبلالی انه یقنت بعد الرکوع۔[2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ بعد رکوع پڑھے:۔

هل القنوت هنا قبل الرکوع ام بعده، لم أره والذی یظهر لی ان المقتدی

---

[1] بخاری شریف ج۱ ص ۲۴۹ — [2] طحطاوی حاشیہ درمختار ج۱ ص ۲۸۲۔

يتابع امامه الا اذا جهر فيؤمن وانه يقنت بعد الركوع لا قبله بدليل استدل به الشافعي على قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع۔ [1]

ان سب عبارتوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوا کہ قنوت نازلہ کے قبل رکوع یا بعد رکوع ہونے میں تین مذاہب ہیں۔ قبل رکوع، بعد رکوع، اور علامہ شامی کا اختیار فرمانا یہ ہے کہ مقتدی بہر حال اپنے امام کی اقتدا کرے گا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر امام قبل رکوع پڑھے تو مقتدی بھی قبل رکوع پڑھے اور اگر امام بعد رکوع پڑھے تو مقتدی بھی بعد رکوع پڑھے۔ حنفی ائمہ نے یہ فیصلہ دے دیا کہ بعد رکوع پڑھے۔

ہمارے اور امام شافعی کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ وتر کے علاوہ نماز فجر میں دُعائے قنوت پڑھی جائے گی یا نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ پڑھی جائے گی اور ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ عام حالات میں نہیں پڑھی جائے گی۔ یہی مفاد ہے علمار کے اس قول کا " ولا يقنت في غيره "۔ لیکن مسلمانوں پر کوئی شدید احتیاج آپڑے تو اجازت ہے۔

امام شافعی کا استدلال ان حدیثوں سے ہے جن میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک نماز فجر میں قنوت پڑھی ان احادیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ آں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد رکوع قنوت پڑھا۔

ہمارے علمار نے امام شافعی کے نماز فجر میں دُعائے قنوت کے شروع ہونے کے استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ اس سے مُراد قنوت نازلہ ہے تو ثابت ہوگیا کہ قنوت نازلہ بعد رکوع ہے۔ بظاہر علامہ شامی کا یہ استدلال اتنا مضبوط ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہنے کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ مگر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو سعود اور علامہ حموی کے قول کو اختیار فرمایا کہ قنوت نازلہ قبل رکوع ہے اور

---

[1] شامی ج ۱، ص ۴۵۱۔

علامہ شامی کے اس استدلال کا دو جواب دیا۔ اول یہ کہ مدار کار ان احادیث میں یہ مذکور ہونا ہے کہ یہ قنوت بعد رکوع تھا۔ مگر احادیث کی چھان بین سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سی احادیث میں اس قنوت کے بارے میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل رکوع پڑھا جیساکہ ابھی نمازوں کے حوالہ سے گذرا۔

دوسرا جواب یہ ارشاد فرمایاکہ بعد رکوع محل قنوت ہی نہیں ہے جیساکہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ثابت فرمایا۔

(۳)

جمعہ کی اذانِ خطبہ

جمعہ کی اذان خطبہ کے بارے میں ہندوستان میں یہ رواج تھاکہ ممبر کے قریب دی جاتی تھی اور اس سلسلہ میں فقہار کی واضح تصریحات بھی نہ تھیں جس کی وجہ سے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں علماء کے درمیان ایک فقہی بحث چھڑ گئی۔ عامۂ علمار تداول وتعامل کو دلیل بناکر جواز کا فتویٰ دیتے لیکن اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصول، احکام کی مخالفت کو غلط قرار دے دیا اور جادۂ تفقہ سے سرِ مو بھی تجاوز نہ فرمایا اس مسئلہ پر آپ نے کئی بسیط رسالے تصنیف فرمائے لیکن بدقسمتی سے ان میں سے اکثر ناپید ہیں مثلاً "شمامۃ العنبر فی النداء بازاء المنبر"، "اوفی اللمعہ فی اذان یوم الجمعہ"۔

(۱) معتمد کتب فقہ مثلاً فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ خلاصہ، فتح القدیر، شرح نقایہ، بحرالرائق، عالمگیری وغیرہ میں مطلقاً مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ لکھا ہے جیسے قاضی خاں لکھتے ہیں۔

"ان یؤذن علی المئذنہ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد" [۱]

---

[۱] فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۴۴۱، ۵۰۰۔

اس طرح کی عبارتیں نقل فرماکر لکھتے ہیں یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلاقید ہیں جن میں جمعہ وغیرہ کسی کی تخصیص نہیں۔ مدعی پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثناء دکھائے۔

اب زمانۂ حال کے مصنف مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ حاشیۂ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:-

"قوله بين يديه الى مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجه والمسنون هو الثانی" [1]

(۲) ابوداؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن مروی ہے۔

قال کان یؤذن بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر [2]

اس حدیث سے صاف ثابت ہوگیا کہ عہد رسالت وعہد خلفائے راشدین میں اذان مسجد میں نہیں ہوتی تھی بلکہ باب مسجد پر ہوتی تھی۔

(۳) جن لوگوں نے مسجد میں اذان جائز قرار دی ہے اعلیٰ حضرت نے ان کے تمام شکوک کا ازالہ فرمایا ہے مثلاً بعض کتابوں میں اذان خطبہ میں "یدی الامام" یا "یدی المنبر" مذکور ہے اس پر کلام فرمایا کہ "بین یدی" صرف مواجہت کا مقتضی ہے یعنی اذان منبر یا امام کے سامنے ہو لیکن یہ قید نہیں کہ منبر سے متصل یا اس کے قریب ہو کیونکہ لفظ میں یدی بہت عام اور مبہم ہے اور اس معنی عام پر قرآن پاک کی کئی آیات سے شہادتیں فرمائی ہیں بلکہ ابوداؤد کی حدیث مذکور میں بین یدی کا اطلاق باب مسجد

---

[1] عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ج۱ ص ۲۴۵ [2] فتاویٰ رضویہ ج سوم ص ۷۰۲

نوٹ:- یہی حدیث ج ۲ کے پرانے ایڈیشن میں ص ۴۰۹ اور نئے ایڈیشن میں ص ۳۶۰ پر ہے۔

پر کیا گیا ہے۔

بین یدی ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً " لَہٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِکَ "الآیۃ دوسری جگہ ارشاد ہے وَھُوَالَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ حَتّٰی اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِہِ الْمَآءَ الآیۃ۔

اس آیت میں "بین یدی" نے قُربِ مطر کی طرف اشعار فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلے اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالیٰ اِنْ ھُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ؁

آیت نے قُربِ قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے تیرہ سو اٹھانوے (۱۳۹۸) برس گذر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے۔

(۴) ہندوستان کا رواج یہ ہے کہ اذان متصل ممبر ہوتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نص حدیث اور تصریحات فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندوستانیوں میں رواج پا جانا کوئی حجت نہیں ہندوستانیوں میں تو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ پنجگانہ اذانیں بھی بہت سے لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت دہلی کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے وہاں اذان مسجد کے اندر ہوئی آپ نے مسئلہ بتایا کہ داخل مسجد اذان مکروہ ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہاں لکھا ہے؟ آپ نے بتایا قاضی خاں، خلاصہ، عالمگیری، فتح القدیر میں ہے۔ انھوں نے کہا ہم اسے نہیں مانتے۔ اعلیٰ حضرت نے اس غیر مقلد سے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ میں کچہری میں کام کرتا ہوں تو اعلیٰ حضرت نے پوچھا کہ کچہری کے حاضری کمرہ کے اندر کھڑے ہو کر پکارا جاتا ہے یا باہر تو انھوں نے کہا باہر اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا! اکم الحاکمین

کا دربار تو ارفع و اعلیٰ ہے آپ روز دیکھتے ہیں کہ چپراسی کچہریوں میں مدعی و مدعا علیہ کو پکارتا ہے اگر اندر ہی سے چلّانا شروع کر دے تو بے ادبی ہوگی۔ اس نے کہا میں سمجھ گیا۔

⑤ تحقیق کے ضمن میں دو نکتے پیش فرمائے جن سے مسجد کے اندر اذان ہونے کا محل متعین ہوتا ہے۔

(الف) اگر بانیٔ مسجد نے مسجد بناتے وقت تمامیت مسجد سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنالیا تو یہ جائز ہے۔

اسی طرح اگر اذان کی جگہ بیرون مسجد تھی پھر مسجد بڑھائی گئی اور اب میذنہ درون مسجد ہوگیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں اذان کی جگہ مسجد کے باہر ہے لیکن تمامیت مسجد کے بعد اندر میذنہ بنانے کا کسی کو اختیار نہیں[1]

(ب) متعلقات مسجد میں مسجد کے لئے اذان ہونے کو عرف میں تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوگی اس کا معنی ہرگز یہ نہیں کہ اذان مسجد میں ہو چنانچہ فتح القدیر کے باب الجمعہ میں ہے۔

وهو ذكر الله في المسجد اى في حدوده لكراهة الاذان في داخله۔ لہذا اگر کہیں کوئی لفظ فقہ کی کتابوں میں اذان فی المسجد کے ہم معانی نظر آئے تو وہ یقیناً عرفی معنی پر محمول ہے یا صورتاً مسجد میں اور حقیقتاً خارج مسجد میں۔

بالفرض اگر ایک آدھ غریب اور نامتداول کتاب میں بھی کوئی تصریح ہوتی تو بھی عامہ کتب معتمدہ مذہب کے خلاف عقلاً و عرفاً و شرعاً قابل قبول نہ ہوتی۔

مکہ معظمہ میں اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد حرام مطاف ہی تک تھی۔

---

[1] فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۷۷۳۔

المطاف ھو کان فی زمانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجداً۔ [1]

تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو رکے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہے گی ولہٰذا اگر مسجد بڑھا کر کنواں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف۔ حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں ہے فتاوی قاضی خاں، فتاوی خلاصہ، و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے

یکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون لہ موضع اعد لذلک و لا یصلی فیہ ـــــ وہیں ہے۔ لا یحفر فی المسجد بئر ماء و لو کانت قدیمۃ یترک [2]

تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے [3]

مدینہ طیبہ میں خطیب سے ۲۰ بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند کبرہ پر اذان کہتے ہیں۔ لہٰذا ہندوستان کے دونوں رواج کے خلاف ہیں ممبر کے سامنے اور داخل مسجد

(۴)

تنقیح عبارت

تصویر کی موجودگی میں نماز مکروہ ہوتی ہے اس مسئلہ پہ صاحب درمختار نے تحریر فرمایا:۔

ولو کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضاءھا لناظر قائماً وھی علی الارض ذکرہ الحلبی او مقطوعۃ الراس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ۔

خط کشیدہ فقرہ یہ شبہہ پیدا کرتا ہے کہ اگر کسی تصویر کا دھڑ الگ کر دیا جائے یا سینہ پھاڑ دیا جائے یا گردن کاٹ لی جائے تو نماز میں کوئی کراہت نہ ہوگی اگرچہ اس کا چہرہ

---

[1] منسک متقسط علی قاری ص ۲۸۱ - [2] فتاوی عالمگیری ص ۴۰ - [3] فتاوی رضویہ ۲ ص ۴۹۱ -

اپنی حالت پر باقی ہو۔

اس عبارت پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کراہت تصویر کی اس طرح تنقیح فرمائی کہ عبارت کا یہ فقرہ متقدمین کی کتابوں میں تلاش کیا جائے یا اس قسم کا حکم دیکھا جائے نیز یہ بھی دیکھا جائے کہ کن لوگوں نے صاحب درمختار کا اتباع کیا ہے اور یہ بھی تنقیح کی جائے کہ اگر متقدمین میں اس قسم کا حکم نہیں ملتا ہے تو صاحب دُرمختار نے اسے کہاں سے استنباط کیا اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھا جائے کہ تصویروں کی وجہ سے نماز میں کراہت کی بنیادی علت کیا ہے؟ اور یہ بھی معلوم کیا جائے کہ تصویروں کا مقصود کیا ہے اور کون سی تصویر موجب کراہت ہوسکتی ہے اور کون سی نہیں ہوسکتی پھر اس کے ضمن میں جو سوالات پیدا ہوں اس کی خانی تحقیق بھی ہوجائے۔ تو نہ ٹے۔

اعلیٰ حضرت نے ان نکات پر علی الترتیب بہت ہی مکمل بحث فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا خط کشیدہ فقرہ متقدمین کی کتابوں میں کسی ہم معنی لفظ سے بھی نہیں ملتا اس سلسلہ میں آپ نے فقہ کی چالیس متداول متون و شروح کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ محرر مذہب امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک صرف یہی فرماتے ہیں کہ اگر تصویر بے سر کی ہو یا اس کا سر مٹا دیں تو کراہت نہیں۔ نیز سید ابو سعود ازہری جو دُرمختار ہی سے مسائل اخذ کرتے ہیں انھوں نے بھی اس فقرہ کو نہیں لیا البتہ درمختار کے محشی قاری نے ان کی پیروی کی ہے۔

ممکن ہے کہ صاحب درمختار نے اس مسئلہ کو فتح القدیر سے اخذ کیا ہو کہ اس میں امام ابن ہمام فرماتے ہیں:۔

"لو قطع یدیھا و رجلیھا لا ترتفع الکراھۃ لان الانسان قد تقطع اطرافہ وھو حی"

چنانچہ درمختار کے محشی علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی میں لکھا ہے کہ امام ابن ہمام

نے اپنی توجیہ سے یہ بتایا ہے کہ تصویر کا سر کٹا ہوا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کو اس حالت پر بنانا مقصود ہے جس کے ساتھ زندگی نہ رہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ سید طحطاوی نے فتح القدیر سے جو مطلب نکالا وہ محل نظر ہے کیونکہ اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ ہاتھ، پاؤں کٹنے سے بھی زندگی باقی رہتی ہے تو وہ مکروہ ہے اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کراہت صرف آثار زندگی والے اعضاء کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ کسی خاص حالت کی نفی سے کسی حکم عام کی نفی نہیں ہو سکتی۔

حلیہ میں بھی فتح القدیر جیسی عبارت زیادتی کے ساتھ موجود ہے جس میں یہ ہے کہ گردن پر نشان لگانا، یا کمر پر کوئی ایسا نشان لگانا جس سے دھڑ کا کٹنا یا دو حصوں میں تقسیم ہونا سمجھا جائے نفی کراہت کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات گردن میں فیتہ باندھنا، کمر میں پٹکے لگانا بھی اسی نشان سے سمجھا جاتا ہے جو زندگی کے منافی نہیں۔ عجب نہیں کہ صاحب درمختار نے انھیں عبارات سے یہ تعمیم کچھ لی ہو حالانکہ وہ عبارتیں مفید تعمیم نہیں ہیں۔ اس لئے امام ابو جعفر طحاوی نے غیر جاندار کی تصویر جائز ہونے پر سر کٹی ہوئی تصویروں کے جواز سے استدلال کیا اور ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی کہ "الصورۃ الرأس فکل شئ لیس لہ رأس لیس بصورۃ"

معلوم ہوا کہ صورت کا نہ رہنا ہی عدم کراہت کا مدار ہے۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کسی بھی تصویر میں حیات بھی نہیں پائی جاتی اور نہ وہ کسی حال میں تمام مدار حیات اعضاء کی جامع ہوتی ہے چنانچہ عکسی تصویر میں صرف ایک طرف کی بالائی سطح کا عکس ہوتا ہے اور صرف ایک سطح سے حیات ناممکن ہے اور تمثالی اور مورتی میں اندرونی اعضا، دل، دماغ، جگر، رگیں جو مدار حیات ہیں نہیں ہوتیں۔

ڈاکٹری تصویر میں اندر باہر کی رگیں اور پٹھے ضرور ہوتے ہیں لیکن رگوں میں

خون کیسے آئے گا۔ الغرض کسی بھی تصویر میں تمام مدار حیات چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں تو اگر صاحب دُرِ مختار کی تقسیم لی جائے تو مطلقاً کسی بھی تصویر میں کراہت باقی نہیں رہتی۔ و ھو کما تری۔

دراصل مدار کراہت یہ ہے کہ تصویر دیکھنے والا یہ تصور کرے کہ میں کسی زندہ ذی روح کی تصویر دیکھ رہا ہوں۔

ابوداؤد، ترمذی، سنن ابن حبان اور طحاوی، حاکم حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ حضرت جبرئیل بارگاہ رسالت میں حاضری کے لئے آئے اور واپس ہوگئے دوسرے روز حاضر ہوکر یہ عرض کی کہ میرے لئے یہ رُکاوٹ ہوئی کہ دروازہ پر تصویریں تھیں اور گھر کے پردہ پر بھی تصویریں تھیں گھر میں ایک کتا تھا تو حکم دیجئے کہ دروازہ پر جو تصویر ہے اس کا سر کاٹ دیا جائے کہ درخت کی طرح ہوجائے اور پردہ چیر کر اس کے دو گدے بنادئے جائیں جو اندر آجائے اور کُتا نکال دیا جائے تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اس حدیث کا صریح یہ نتیجہ نکلا کہ صورت حیوانی سر کٹے بغیر ممنوع ہے کہ بغیر سر کاٹے درخت کے مثل نہیں ہوسکتی اور نہ صورت حیوانی سے الگ یا کم از کم یہ کہ بے جان کی طرح معلوم ہو اس وجہ سے نشان زدہ فقرہ پر سید طحطاوی فرماتے ہیں کہ نماز میں مکروہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مُردہ کی صورت ہے جو پوجی نہیں جاتی اور بلاشبہ تصویریں نیم قد یا صد سینہ یا صرف چہرہ مثل شجر نہیں ہوسکتیں تو موت کی نشاندہی کرسکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ سکوں پر سلاطین نصاریٰ ایسی ہی ناقص تصویریں نقش کرتے ہیں۔

لہٰذا عبارت دُرِ مختار کا مطلب یہ ہے کہ وہ تصویر جسے توڑ پھوڑ کر ایسا بنادیں کہ حکایت حیات کی حکایت نہ رہے دیکھتے ہی بے روح کی صورت جانے تو اب مدار حیات اعضاء سے اصل مقصود یہ ہے کہ عُرفاً حکایت حیات ہوسکے۔

بحث نامکمل رہ جائے گی اگر یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ تصویر سے کراہت نماز کی اصل

علت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں فقہائے حنفیہ کی تمام تر کتابوں میں زیادہ سے زیادہ تین علتوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۱) عبادت اصنام سے مشابہت۔ ہدایہ، فتح القدیر، تبیین الحقائق کافی وغیرہ میں اس علت کو مدار کراہت رکھا ہے۔

(۲) دوسری علت تعظیم تصویر۔ حلیہ، ردالمحتار، بحرالرائق وغیرہ۔

(۳) تیسری علت ملائکہ رحمت کا نہ آنا۔ کیونکہ جس مکان میں ملائکۂ رحمت نہ آئیں وہ ہر جگہ سے بدتر ہے۔ کافی میں ہے۔ بحیث لا تدخل الملائکۃ فی شر البیوت یہ علت ہدایہ، تبیین، فتح القدیر، حلیہ وغیرہ میں ہے۔ بلکہ حلیہ نے صرف اس علت کو مدار کراہت لکھا ہے۔ اور تشبہ اصنام کو زیادت کراہت کا سبب بتایا۔

اعلیٰ حضرت ان علتوں کی تنقیح فرماتے ہیں کہ بے شک اصل علت تشبہ اصنام ہے اور تعظیم بھی علت اور امتناع ملائکہ بھی۔ لیکن ان تینوں چیزوں میں اگرچہ مفہوم کا فرق ہے لیکن وجود کے اعتبار سے ایک دوسرے کے لازم ہیں۔ تشبہ عبادت بے تعظیم ناممکن اور تعظیم تصویر تشبہ عبادت کو مستلزم۔ اس لئے کہ تصویر کا رب قدیر سے کوئی علاقہ نہیں اسی لئے امام فخرالاسلام جامع صغیر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"امساک الصورۃ علی سبیل التعظیم خاص امکروہ لان ذلک تشبیہ عبادۃ الصنم"

امتناع ملائکہ اسی گھر میں ہوگا جہاں تصویر بطور تعظیم ہو ورنہ ہرگز نہیں اسی لئے حضرت جبریل نے کپڑے کو پامال گدا بنانے کے لئے خواہش ظاہر کی کہ اس میں تعظیم مرتفع ہے۔

امام محمد مؤطا میں فرماتے ہیں کہ بستر اور فرش کی تصویروں میں حرج نہیں لیکن پردے اور نصب کرنے میں کراہت ہے وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقھائنا

طبرانی اوسط میں حضرت ابوہریرہ سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پامال ہونے والی تصویر کی رخصت دی اور اسی مضمون کو علاّمہ شامی نے ردالمحتار میں اور مُلاّ علی قاری نے مرقاۃ میں تفصیل سے بیان کیا لہٰذا علماء کا علّت کراہت میں مختلف ہونا اختلاف نہیں کہ دراصل ہرایک کا نتیجہ ایک ہے۔

پھر یہاں ایک اور تنقیح کی ضرورت ہے کہ تشبہ عبادت اگر علّت کراہت ہے تو تصویروں پر سجدہ طریقۂ کفار میں داخل نہیں تو اسے مکروہ نہ ہونا چاہئے لہٰذا یا تو شبہ عبادت کے معنی میں تصرّف کیا جائے یا علّت کراہت کسی اور چیز کو قرار دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ تشبہ کی دو قسمیں ہیں تشبہ عام اور تشبہ خاص۔

تشبہ عام :۔ تصویر کا اس طور پر ہونا جس سے تعظیم مفہوم ہو۔

تشبہ خاص :۔ مصلّی کی حالت تعظیم تصویر کی مشعر ہو مثلاً تصویر سامنے ہو یا دائیں یا بائیں۔

تشبہ عام کراہت تنزیہی کا سبب ہے اور خاص سے تحریمی ثابت ہوتی ہے امام محمد نے ایک جگہ عضو پر سجدہ کو مکروہ اور دوسرے مقام پر غیر مکروہ فرمایا اس سے مراد تحریمی کی نفی اور تنزیہی کا اثبات ہے اس تطبیق سے فقہاء کی مختلف عبارتوں کی توجیہہ آسان ہوگئی۔

اب ایک اور مشکل ترین تنقیح باقی رہ گئی کہ اگر علّت کراہت تشبہ عبادت ہے تو پھر وہی تصویریں موجب کراہت ہونی چاہئیں جو مشرکین کے معبودان باطل کے قبیل سے ہوں اسی لئے چھوٹی تصویریں جن کے اعضاء کی تفصیل مختصر فاصلہ سے ظاہر نہ ہوسکے اور سر بریدہ میں کراہت نہیں اور اسی لئے چراغ یا قندیل یا لالٹین مصلی کے سامنے ہوں تو کراہت نہیں اور بھڑکتی آگ یا تنور وغیرہ ہو تو کراہت ہے کہ مجوس

اسے پوجتے ہیں مصحف یا تلوار کا سامنے ہونا مکروہ نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی اور اسی سے چھپی ہوئی تصویروں کا حکم بھی ثابت ہوتا ہے جیسے جیب یا بٹوے یا ٹوپی کے اندر ناجائز تصویروں کا ہونا، چاند، سورج، ستارے اور درختوں کی تصویریں موجب کراہت نہیں کہ مشرکین ان تصویروں کی عبادت نہیں کرتے اور مُلّا علی قاری نے معبودان باطل شمس و قمر کی تصویروں کو جو حرام لکھا اس میں غیر جاندار کو شامل کرنا محل نظر ہے کہ تمام کتب مذاہب کے خلاف ہے علامہ کاکی نے شرح ہدایہ میں فرمایا "عبد عینہ لا تمثالہ" اگر مُلّا علی قاری کی بات مانی جائے تو ہمارے علاقہ میں عصر کے وقت سورج کا سامنا ہوتا ہے اور جنگلوں میں درختوں کا اور مغرب وعشاء میں کبھی کبھی چاند کا تو مسافروں کے لئے نماز میں سخت اشکال پیدا ہو۔ بلکہ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت کو سامنے کرکے نماز ادا فرمائی اور جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ان میں سورج کے مقابلہ میں ہونے کی قید نہیں بڑھائی۔ اس لئے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

اوّل ۔ ہر جاندار کی تصویر رکھنا حرام ہے حالانکہ مشرکین ان سب کی عبادت نہیں کرتے اور چاند و سورج کا سامنے ہونا مطلق مکروہ نہیں حالانکہ مشرکین ان کی عبادت کرتے ہیں۔

دوم ۔ سر بریدہ کی تصویر کراہت سے مستثنیٰ ہے حالانکہ مشرکین بعض دوسرے اعضاء مثلاً لِنگ کو پوجتے ہیں تو صرف سر یا چہرے کا نہ ہونا کیونکر کراہت کو ختم کرے گا

سوم ۔ اور اگر صرف ہاتھ پاؤں کا کٹنا نفی کراہت نہیں کرتا کہ تشبہ عبادت موجود ہے تو مستور رہنے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ چھپا دینے میں اعزاز ہے اور بے دست و پا بنانے میں اہانت۔

چہارم ۔ جاندار کی تصویر ملائکہ رحمت سے محروم کردیتی ہے حالانکہ مشرکین

ہر جاندار کو نہیں پوجتے ہیں نہ ان کی تصویروں کو پوجتے ہیں اور گائے کو پوجتے ہیں اس کے باوجود اعزاز کے ساتھ گھر میں رکھے جاسکتے ہیں اس موقع پر اگر گائے کو رکھنا بغرض ضرورت قرار دیا جائے تو تصویر بھی کم از کم زینت کی ضرورت میں شمار کی جاسکتی ہے ۔۔۔ اب علت کراہت کی ایسی تنقیح کی ضرورت ہے کہ جس سے یہ چاروں اعتراضات ختم ہوجائیں۔ اور اصل مسئلہ نکھر جائے۔

اس لئے فرماتے ہیں کہ مدار منع صورت یا ذوصورت یا اس کی نوع یا جنس کی عبادت ہونا نہیں ہے بلکہ تصویر کا معنیٰ وثن ہوتا ہے جیساکہ فتح القدیر میں فرمایا "مالیس لھا حکم الوثن فلا تکرہ فی البیت"۔ جس سے صورت حیوانیہ کی تخصیص ہوئی کہ صورت غیر حیوانی میں مضاہات خلق اللہ نہیں ہے اور یہ مضاہات ہر مجسمہ اور عکس تصویر میں پائی جاتی ہے کہ اگر بطور اہانت نہ ہو تو نفرت ملائکہ کا سبب ہے اتنے ہی بیانات سے چاروں سوالات ختم ہو گئے کہ تصویر کواکب غیر حیوانی ہے تو معنیٰ وثن میں داخل نہیں جاندار کی تصویر معنیٰ بُت میں ہے اگرچہ مشرکین ان کی عبادت نہ کرتے ہوں لہٰذا پہلا اعتراض حل ہوگیا۔ تنور صورتِ حیوانی نہیں۔ اور گائے اگرچہ صورت حیوانی میں ہے لیکن وہ خود مخلوق خُدا ہے اس میں مضاہات خلق اللہ کا معنیٰ نہیں اس سے سوال چہارم دفع ہوا۔ نیز صورت حیوانی ہونے کا مدار چہرہ پر ہے اگر چہرہ نہیں تو صورت حیوانی کا اطلاق نہیں ہوتا جیساکہ حدیث جبرئیل اور فرمان ابو ہریرہ سے ثابت ہوا اسی وجہ سے حدیث میں چہرے پر مارنے سے منع فرمایا گیا کہ چہرے پر مارنا تعظیم کے خلاف ہے اور چہرہ ہی کو شناخت کی علامت قرار دیا گیا ہے اور دوسرے اعضاء شناخت میں کالعدم قرار دیئے گئے اور اسی لئے یادگاری تصویریں بے چہرہ کے نہیں ہوتیں تو ثابت ہوا کہ صرف چہرہ ہی تصویر کو بُت کے معنیٰ میں کرتا ہے لہٰذا جنس "مایعبد المشرکون" سے مراد صرف معنیٰ بُت میں ہونا ہے جس کے لئے صرف اتنا ہی

کافی ہے کہ تصویر کسی صورت حیوانی کی آئینہ دار ہو جس کا مدار چہرہ پر ہے ایسی تصویر کا بااعجاز رکھنا ناجائز و حرام اور ملائکہ رحمت سے محرومی کا سبب ہے اگر مصلی کے سامنے ہو تو نماز مکروہ تحریمی۔ پیچھے ہو تو نماز مکروہ تنزیہی۔ سر کٹے اور چہرہ مٹے کی تقدیر پر معنی بُت میں نہیں ہے لہٰذا اعتراض دوم حل ہوا۔ اور بہت چھوٹی تصویر یا اتنی مستور کہ نظر نہ آئے تو وہ بھی صورت حیوانی کی آئینہ دار نہیں ہے پھر کیونکر وہ معنی بُت میں ہو کہ مشرکین صنم کی وضع اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے الٰہان باطل کے آئینہ دار ہوں اس سے تیسرا اعتراض دفع ہوا۔

اس تنقیح کے بعد مسئلہ تصویر کو چار صورتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) تصویر کا رکھنا بطور توہین کہ پاؤں سے پامال ہو کے جائز ہے۔

(۲) جس میں تصویر ہو اسے باعزت رکھنا لیکن عزت کا سبب وہ تصویر نہ ہو جیسے روپئے پیسے اسٹامپ وغیرہ کہ اس کا مقصود نہ تعظیم ہے کہ اس تصویر کو مٹانے کے بعد وہ روپئے وغیرہ بے کار ہو جائیں گے یہ "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت جائز ہے۔

(۳) اہانت کا نہ ہونا تصویر ہی کی وجہ سے ہو لیکن مقصود خاص تعظیم تصویر نہ ہو بلکہ زینت و آرائش کا خیال ہو یہ حرام ہے اور ملائکۂ رحمت سے محرومی کا سبب کہ اس میں بھی اکرام تصویر ہے اگرچہ قصداً نہ ہو۔

(۴) خاص تصویر کی تعظیم بھی مقصود ہو کہ اسے بوسہ دے، سر اور آنکھوں سے لگائے، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو یہ سخت گناہ کبیرہ اور بُت پرستی کے مشابہ ہے، اگرچہ بزرگوں ہی کی تصویر ہو کہ یہ اور باعث غضب ہے کہ ایسی تصویروں کو بطور تبرک رکھنا تمام بزرگوں کے نزدیک معیوب اور رکھنے والا معتوب ہے۔[1]

---

[1] عطایا القدیر فی حکم التصویر (ملخصاً)

معروضات

اپنے پیش رو فقہار کے اقوال پر اعتراضات وارد کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ معترض کے پاس قوی دلائل موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے بے شمار متقدمین فقہار پر معروضات قائم فرمایا ہے۔ مگر ادب کی پاسبانی یہ ہے کہ متقدمین فقہار کے اقوال پر جہاں تنقید کی ہے لفظ معروضہ نہیں استعمال کیا ہے بلکہ فرق مراتب کا پاس رکھتے ہوئے، متقدمین کے اقوال پر معروضہ کے بجائے لفظ تطفل استعمال کیا ہے۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ کے جلد اوّل میں ۱۹۴۵ جگہ متقدمین فقہار کے اقوال پر تطفل کے عنوان سے دقیق بحث کی ہے اور ۱۹۴۰ مقامات پر متاخرین فقہار کے اقوال پر معروضہ کے عنوان سے اہم تحقیق پیش کی ہے جس سے اعلیٰ حضرت کی فقہی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں چند نظیریں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

زکام سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ائمہ کی تصریحات یہ ہیں کہ بلغم کا خروج خواہ بطور رقے ہو یا دماغ سے نزول کی صورت میں ہو ناقض وضو نہیں ہے جس کا صریح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زکام خواہ قلیل ہو خواہ کثیر ناقض وضو نہیں لیکن علامہ سید طحطاوی نے فرمایا کہ اسے ناقض وضو رہنا چاہئے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ "کل ماخرج بوجع فھو ناقض" نتیجتاً کہنا پڑے گا ظاہر کہ یعم الانف اذا زکم۔

علامہ شامی نے اس پر اعتراض کیا کہ سونے والے کے مُنہ سے خارج شدہ رطوبت پاک ہے اگرچہ بودار ہو تو زکام کیونکر ناقض وضو ہو سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کے اس استنباط پر دو اعتراض فرمائے اول یہ کہ علامہ سید طحطاوی اس رطوبت کے بارے میں کلام کر رہے ہیں جو مرض کی وجہ سے خارج ہو اور دوم یہ کہ سوتے میں رال کا نکلنا مرض نہیں اور نہ اس کی بو علامت مرض ہے جیسے روزے دار کی بوئے دہن آخری پہر متغیر ہوتی ہے اور وہ بالاجماع نجس نہیں ہوتی اور یہ بوجہ مرض نہیں ہوتی ہے۔

علامہ شامی کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہوا کہ رطوبت زکام پاک ہے اور پاک چیز ناقض وضو نہیں ہوتی۔ یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کیونکہ نیند، جنون، بے ہوشی نجس نہ ہوتے ہوئے بھی ناقض وضو ہیں۔ اسی طرح مذہب معتمد پر ریح ظاہر ہے حالانکہ بالاجماع ناقض وضو ہے۔ بلکہ خود علامہ شامی درایہ میں لکھتے ہیں فلا یقال ما لا یکون نجسا لا یکون حدثا۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ زکام ظاہر ہوتے ہوئے بھی ناقض وضو ہو۔ دراصل مسئلہ زکام کا اخذ و استنباط بلغم ہی سے مناسب ہے[1]

ویسے علامہ شامی کی بات قابل توجیہ ضرور ہے جس سے علامہ طحطاوی پر ایک نیا معروضہ قائم ہوگا وہ یہ کہ جو رطوبت بدن سے نکلے اور نجس نہ ہو تو ناقض وضو نہیں چنانچہ حلیہ میں ہے۔ ان کان ای القیٔ بلغما لا ینقض لانہ طاھر[2]۔

علامہ طحطاوی پر ایک تیسرا معروضہ یہ ہے کہ درد اور مرض سے بہنے والی رطوبت اسی صورت میں ناقض وضو ہے کہ اس میں خون وغیرہ کی آمیزش ہو جیساکہ آشوب چشم اور کان کے بہنے وغیرہ میں ہوتا ہے[3]۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے منیہ میں ہے کہ آشوب چشم سے جو رطوبت خارج ہو میں اس پر وضو کا حکم دیتا ہوں کہ مجھے خوف ہے کہ اس سے بہنے والی چیز پیپ کی قسم سے ہو۔ عن محمد اذا کان فی عینہ رمد و یسیل الدموع منہا امرہ بالوضوء

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۵۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۶۔ [3] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۷۔

لانی اخاف ان یکون ما یسیل منہ صدیدًا۔ [1]

تبیین الحقائق میں بھی یہی ہے۔ لاحتمال ان یکون صدیدًا۔ [2]

امام ابن ہمام نے اس احتمال سے یہ اخذ کیا کہ امام محمد کا حکم وضو بطور استحباب ہے کیونکہ محض احتمال سے وضو نہیں جاتا۔ فی عینہ رمد یسیل دمعها یؤمر بالوضوء لکل وقت لاحتمال کونہ صدیدًا داقول هذا التعلیل یقتضی انہ امر استحباب فان الشک والاحتمال فی کونہ ناقضا لایوجب الحکم بالنقض اذ الیقین لا یزول بالشک واللہ تعالیٰ اعلم نعم اذا علم من طریق غلبة الظن باخبار الاطباء او علامات تغلب الظن للمبتلی یجب۔ [3]

امام ابن ہمام کی اس تقریر پر امام احمد رضا نے یہ معروضہ قائم فرمایا کہ اولاً ان کا یہ قول تصریحات عامہ فقہاء کے خلاف ہے۔ ثانیًا یہ حکم احتمال محض پر مبنی ہے ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ حکم وجوب بر بناء احتیاط ہو۔ جس طرح خواب دیکھنے پر رطوبت پائے جانے کی صورت میں حکم غسل بطور وجوب ہے اگرچہ رطوبت رطوبت مذی ہو [4] بحر الرائق میں آشوب چشم سے متعلق امام ابن ہمام کا قول نقل کر کے اس کے خلاف حکم فرمایا [5] صاحب بحر پہ نہر الفائق میں یہ اعتراض کیا گیا کہ فتح القدیر میں وجوب کی صراحت موجود ہے۔ [6]

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ فتح القدیر میں وجوب کی تصریح نہیں ہے [7] بلکہ صرف یہ ہے

قالوا من رمدت عینہ وسائل الماء منها وجب علیہ الوضوء۔ [8]

یہ تو صیغہ قالوا نقل قول ہے نہ کہ اپنی تصحیح اور تصحیح تو وہی ہے جو عبارت بالا میں گذری لہٰذا صاحب نہر کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ صاحب بحر نے وجوب کی روایت نقل

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۔ [2] تبیین الحقائق ج ۱ ص ۹۔ [3] فتح القدیر ج ۱ ص ۱۲۹
[4] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۔ [5] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۔ [6] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۔ [7] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۔ [8] فتح القدیر ج ۱ ص ۳۶۔

نقل کی ہے۔ چنانچہ ابن ہمام کے شاگرد صاحب حلیہ لکھتے ہیں کہ ینبغی ان یحمل علی ما اذا کان الماء الخارج من العین متغیراً بسبب ذلک الخ مختصراً۔ [1]

اعلیٰ حضرت نے صاحب حلیہ پر معروضہ قائم فرمایا کہ وجود مرض خود مظنۂ دم ہے جس طرح مسئلہ احتلام میں رطوبت کا ہونا کہ احتلام ہی مظنۂ انزال ہے رطوبت میں رنگ کا تغیر اسی وقت شرط ہے جہاں کوئی مظنہ نہ ہو مثلاً ناف سے رطوبت کا آنا ہو سکتا ہے کہ داخل جسم سے ہو اور ممکن ہے پسینہ ہو۔ لہٰذا یہاں رنگ کا تغیر ضروری ہے۔

مسئلہ زکام میں علامہ طحطاوی پر چوتھا معروضہ یہ قائم فرمایا کہ زکام ایک عام چیز ہے دنیا کا کوئی بھی شخص جس نے چند سال عمر پائی ہو اسے کبھی نہ کبھی زکام ضرور ہوا ہوگا تو یقین عادی کی رو سے کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام، تابعین ائمہ کو بھی زکام عارض ہوا ہوگا۔ پس عموم بلوی کی چیز میں وضو کا حکم ہوتا تو حدیث یا متون و شروح یا فتاویٰ میں وہ حکم ضرور ملتا حالانکہ ۱۲ سو برس کے بعد صرف ایک مصری فاضل علامہ سید طحطاوی ہی کا ذہن نظر آتا ہے کہ ادھر منتقل ہوا اور انھوں نے زکام کو ناقض وضو قرار دیا اس لئے ان کا یہ قول یقیناً محل نظر ہوا بلکہ غیر مفتی بہ۔ [2]

(۲)

کیا اقرار نکاح سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسط و تفصیل کے ساتھ پچاسوں کتابوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ خلاف واقعہ اقرار سے عنداللہ نکاح منعقد نہ ہوگا اور حرام اپنی جگہ حرام رہے گا ایک شبہ کا ازالہ کرنے کی غرض سے امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ کی عبارت نقل فرماتے ہیں جس میں ان سے امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت سے مسئلہ زیر بحث کے استخراج میں سخت تسامح ہوا ہے۔ امام محمد نے صلح کے بیان میں فرمایا ہے۔ ادعی رجل علی امراۃ نکاحا فجحدت

---

[1] فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۳۹۔ [2] فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۱۳۹-۴۰۔

فصالحها بمأة على ان تقربهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم [1]

اس پر صاحب ذخیرہ نے یہ استنباط فرمایا کہ اقرار سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ اقرار گواہوں کے محضر میں ہو اور فرمایا ان الا صح الصحة لوکان الشهود حضورا [2]۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحب ذخیرہ کی اس عبارت پر پانچ معروضے قائم فرمائے ہیں۔

(۱) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس اقرار کے جواز اور لزوم مال کا ذکر فرمایا ہے جس کا مطلب صرف جواز صلح ہے کہ اس کے بعد اگر عورت انکار کرے تو قاضی نہ سنے گا اس سے لازم نہیں آتا کہ واقع میں عند اللہ بھی عقد نکاح نافذ ہو جائیگا کیونکہ ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ اگر دعویٰ واقعۃً کاذب ہو اور صلح ہو جائے تو بدل صلح عند اللہ حلال نہیں۔ [3]

(۲) کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں نے اپنا گھر میرے ہاتھ بیچ دیا ہے مدعا علیہ قسم سے بچنے کے لئے یا قاضی کے سامنے سُبکی ہونے سے تحفظ کی خاطر اقرار کر لیا تو اس اقرار سے قضاءً بیع ثابت ہوگی اور تمام احکام بیع وجوب، تسلیم، لزوم و شفعہ وغیرہ بھی مرتب ہوں گے لیکن وہ مدعی آگ سے رہا نہیں ہے۔ [4]

(۳) صلح کرنے والے جب ارادۂ صلح کریں تو وہ اسی وقت صحیح ہوگی جب کہ عقود شرعیہ میں سے قریب ترین عقد کی طرف راجع ہو سکے تاکہ کلام کی تصحیح اور نصرت کا انقطاع ہو سکے لیکن زیر بحث مسئلہ میں دونوں نے کسی عقد کا ارادہ نہیں کیا بلکہ ایک جھوٹی خبر دی ہے جو اگرچہ فیما بین العباد مؤثر ہو سکتی ہے لیکن عند اللہ اس کا کوئی اثر نہیں ہے لہٰذا باب صلح میں اقرار نکاح اور اقرار بیع کے درمیان فرق بالکل ظاہر ہے۔ [5]

(۴) ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور وہ انکار کرتی

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۵ جز ۱ ص ۱۱۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج ۵ جز ۱ ص ۱۱ [3] فتاویٰ رضویہ ج ۵ جز ۱ ص ۱۲۔
[4] 〃 〃 〃 〃 ۱۲ [5] 〃 〃 〃 ۱۲

ہے تو اس عورت نے کچھ مال دے کر ترک دعویٰ کے لئے صلح کر لی تو جائز ہے اور یہ صلح مرد کی طرف سے خلع کے معنی میں ہوگی اور عورت کی طرف سے دفع خصومت کے لئے ہوگی پھر بھی ائمہ نے فرمایا ہے کہ مرد کو عند اللہ اس سے کچھ لینا حلال نہیں جب کہ اپنے دعویٰ کو باطل کر دیا ہے کفایہ میں فرمایا کہ یہ حکم تمام انواع کو شامل ہے۔ [1]

(۵) دُرمختار میں قہستانی سے ہے کہ بعض دین پر صلح صحیح ہے اور وہ دعویٰ باقی سے بری ہو جائے گا یعنی قضاءً نہ کہ دیانۃً لہٰذا اگر قابو پالے تو لے سکتا ہے شامی نے اس مضمون کے کثیر اقوال نقل فرمائے ہیں۔ [2]

ان اقوال کی روشنی میں صاحب ذخیرہ پر اجمالی طور سے تین بھاری اعتراض واقع ہوتے ہیں۔

(۱) صلح کا کسی عقد کی طرف راجع کرنا صرف تصویر و تقدیر ہے صلح کی تاثیر اس سے متجاوز نہیں ہو سکتی۔

(۲) وہ عقود صرف ضمن صلح میں ثابت ہوں گے نہ کہ قصداً چنانچہ اعتق عبدک عنی بالف سے ضمناً بیع ثابت ہوتی ہے لیکن قصداً لفظ اعتاق سے بیع منعقد کرنا کسی طرح درست نہیں

(۳) یہ عقود صرف قضاءً ثابت ہوتے ہیں جن کا دیانت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تا وقتیکہ واقعۃً دعویٰ صادق نہ ہو اور ہماری گفتگو دیانت ہی میں ہے۔ [3]

(۲)

امام ابن ہمام نے وضو میں بسم اللہ اور ذکر الٰہی کو واجب عملی قرار دیا ہے۔ اس پر امام احمد رضا فرماتے ہیں اقول لم یأت الاستدلال بشیٔ حتی سمع ما سمع پھر فرماتے ہیں اور مسئلہ تسمیہ اولاً تنہا محقق کی اپنی بحث ہے کہ نہ ائمۂ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول خود ان کے تلمیذ علامہ قاسم ابن قطوبہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلاف

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۵/۱ ص ۱۲۔ [2] فتاویٰ رضویہ ج ۵/۱ ص ۱۲۔ [3] فتاویٰ رضویہ ج ۵/۱ ص ۱۲۔
[4] ″ ″ ص ۱۲، ۱۳

مذہب ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا۔علامہ قاسم کے قول پر امام احمد رضا نے یہ اضافہ فرمایا کہ اقول یعنی جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔کما افتوا بجواز الاجارۃ علی التعلیم والاذان والاقامۃ۔[1]

(۴)

وضو میں جو اجزاء دھوئے جاتے ہیں ان پر پانی بہانا فرض ہے۔اس سلسلہ میں فقہاء نے حسب عادت کچھ باریکیاں پیدا کیں ان پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔مُنہ، ہاتھ، پاؤں تینوں اعضاء کے مذکور ذرّوں پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوند ہر ذرہ ابدان مذکورہ سے بہیں۔۔درمختار میں ہے ایک قطرہ بھی بہنا کافی ہے فیض میں ہے کہ مذہب اصح ہے کم از کم دو قطرے بہ جائیں پھر صاحب بحر کا قول نقل کیا کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ

ان الغسل مجرد بل المحل بالماء سال او لم یسل ولا جلہ جعل فی البحر الا سالۃ مختلفا فیھا بینہ وبین الطرفین وزعم ان اشتراطھا ھو ظاھر الروایۃ فالحق الذی لا محید عنہ ولا یحل المصیر الا الیہ ان تاویلہ ما فی الحلیۃ عن الذخیرۃ انہ سال من العضو قطرۃ او قطرتان ولم یتدارک کیف ولو لا ذلک لکان ھذا والعیاذ باللہ تعالیٰ انکارا للنص وتبدیلا للشرع فان اللہ تعالیٰ امر بالغسل وھذا لیس بغسل لا لغۃ ولا عرفا وقد قال فی البحر نفسہ الغسل بفتح الغین ازالۃ الوسخ عن الشیئ ونحوہ باجراء الماء علیہ لغۃ وھل الاجراء الا الاسالۃ۔اقول فما کان ینبغی لمثل ھذا المحقق الحبران یجعلہ مختلفا فیہ کی یجری علیہ الجاھلون۔[2]

---

[1] فتاویٰ رضویہ۔ج ۱۲ ص ۲۱۔ [2] فتاویٰ رضویہ۔ج ۱ ص ۱۹۔

مسائل جَدیدہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی کی حیثیت سے تشریف لائے اب ان کے بعد کسی نبی کی آمد اور نزول وحی کے امکانات ختم ہو چکے آپ کا دین قیامت تک کے ہر انسان کے لئے خواہ کسی طبقہ اور ملک سے تعلق رکھتا ہو۔ ایک مکمل قانون ہے چنانچہ عین حجۃ الوداع کے روز مقام عرفہ میں دین اسلام کی تکمیل کا اعلان اس آیت کے نزول نے کر دیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔

دین چونکہ حیات و موت کے ہر شعبہ سے متعلق ایک منظم قانون ہوتا ہے اس لئے دین اسلام میں تمام ضروریات زندگی کی بھرپور رعایت رکھی گئی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں زندگی کے جو حالات اور تقاضے تھے ان کے لئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ یقیناً کفیل تھی پھر ہر دور میں اس قسم کے انقلابات پیدا ہوئے جیساکہ در ودِ آدم سے عہد رسالت تک حالات و ضروریات میں تغیر و تبدل ہوتا رہا اس لئے ہر دَور میں دین سے متعلق نئے نئے مسائل اور مختلف النوع احکام پیش آتے رہے تو اگر دین اسلام قیامت تک آنے والی نسل کے لئے مکمل نظام حیات ہے تو یقیناً اس دین میں حالات کے تنوع کے لئے قوانین و ضوابط موجود ہیں۔

کتاب و سنّت میں جو وقائع اور جزئیات ملتے ہیں ائمہ فقہاء نے ان سے قاعدے اور ضوابط اخذ فرمائے اور نئے پیدا ہونے والے مسائل کو اپنے علم و فکر اور اجتہاد کی روشنی میں کسی ایک ضابطہ یا ایک حکم کے خانے میں منتقل فرمایا یہ صرف ایک فقیہ کی شان ہے کہ مسائل جدیدہ کا حکم متعین کرنے میں علت اور اس کی تاثیر کو دریافت کرنا ہے۔ فقہائے حنفیہ نے کسی دَور میں کسی مسئلہ جدیدہ کو تشنۂ تحقیق نہ چھوڑا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس دور میں پیدا ہوئے جب کہ مادیت نے ساری دُنیا میں ہلچل پیدا کر دی تھی اور سائنس کی ترقی نے ایک انقلاب برپا کر کے مختلف النوع نئے مسائل اس طرح کھڑے کر دئے کہ پوری تاریخ عالم میں مسائل جدیدہ کی اتنی طویل فہرست نہیں نظر آتی ہے جو اُنیسویں اور بیسویں صدی کے درمیان تیار ہوئی۔

ٹرین، موٹر و ہوائی جہاز کی ایجاد نے احکام سفر سے متعلق کئی مسئلے پیدا کئے۔ ان پر نماز جائز ہے یا نہیں۔ منٹوں میں بے مشقت مسافت سفر طے کرنے میں قصر صوم کی رخصت ہوگی یا نہیں۔ مسافت سفر ہر نابالغ کا ولی مقیم ہے جو منٹوں میں وطن واپس آسکتا ہے کیا اس کی غیر موجودگی میں ولی ابعد کو نابالغ کے نکاح کرنے کا حق ہے۔ وغیرہ اسی طرح بیڑی تمباکو وغیرہ کی ایجادات نے اپنے حکم کا مطالبہ کیا۔ فوٹو جو بغیر قلم اور سنگ تراش کی مدد کے صرف ایک روشنی کے ذریعہ عکس لینے کا طریقہ ہے اسے حلت و حرمت کے کس خانہ میں رکھا جائے رنگ، دوائیں، شکر اور دوسری بعض مصنوعات جن میں شراب یا دوسری حرام چیزوں کی آمیزش کا شبہ ہے اس کا حکم کیا ہوگا۔ ٹیلیفون، ریڈیو، لاؤڈ اسپیکر اور اخبارات وغیرہ نے لمبی لمبی مسافتوں سے مشکل سے حاصل ہونے والی خبروں کو ہم سے بالکل قریب کر دیا۔ ان کے اوپر کن معاملات میں اعتبار کیا جائے اور کہاں انھیں کالعدم قرار دیا جائے۔ ان سے قرآن عظیم کی تلاوت کا سُننا اور آیات سجدہ پر سجدہ کرنا واجب ہے یا نہیں اس طرح حکومتوں کے تغیر سے ہندوستان، پاکستان وغیرہ کو دارالحرب مانا جائے یا دارالاسلام پھر یہاں کے کُفار کو حربی، ذمی، مستامن کس قسم میں شمار کیا جائے۔

اس قسم کے ہزاروں مسائل ہیں جن کا تعلق عبادات سے لے کر معاملات و قضا تک ہر ابواب سے متعلق ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے ایک عظیم تجدیدی کارنامہ انجام

دیا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے بے شمار مسائل کے احکام وعلل کی دریافت کے لئے رہبر اصول وضع فرما دئے ہیں اور مسائل جدیدہ کی وجہ سے فقہار اور مفتیان کرام کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا وہ حل ہوگئیں۔

(۱)

ہندوستان دارُالحرب ہے یا دارُالاسلام

احکام کے اعتبار سے آبادیوں کی تقسیم دو طرح پر ہے دارالاسلام دارالحرب۔ ہندوستان میں جب اسلامی حکومت تھی ہندوستان دارُالاسلام تھا لیکن جب ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط عام ہوگیا تو علمار کے درمیان یہ بحث چھڑ گئی کہ اب ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارُالحرب؛ چنانچہ علمار کے ایک گروہ نے اس پر فتویٰ دیا کہ ہندوستان نہ دارُالحرب ہے نہ دارُالاسلام بلکہ دارالامن ہے۔ مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب نے ہندوستان کو دارُالامن قرار دیا ہے [۱]

انور شاہ کشمیری صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ ہندوستان دارُالامن ہے ——

ملک ما اگر ہست دارالامان است۔ [۲]

جہاں تک کتب فقہ کا تعلق ہے اس مسئلہ میں بہت چھان بین کی گئی مگر دارالامن قسم کا کوئی شہر کسی کتاب میں نہ ملا۔ فقہار کا اس پر اجماع ہے کہ آبادی یا تو دارالاسلام ہوگی یا دارُالحرب۔ کچھ علمار نے ہندوستان کو دارالحرب ہونا بتایا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹/۱۲۳۹ھ) نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا ہے [۳]

کچھ علمار نے فیصلہ ہی نہیں کیا بلکہ زندگی بھر تردد میں رہے۔ جبکہ مولانا رشید احمد

---

[۱] مفتی اعظم کی یاد ص ۱۳۲ [۲] مہاجر نمبر ص ۳۱ [۳] فتاوی عزیزیہ ص ۱۶، ۱۷۔

گنگوہی صاحب فتاوٰی رشیدیہ میں فرماتے ہیں۔

"ہند کے دارالحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بظاہر تحقیق حال ہند کی خوب نہیں ہوئی۔ [1]"

حالانکہ مسئلہ بالکل ظاہر ہے عام کتب فقہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ہندوستان انگریزوں کے عہد میں بھی اور آج بھی دارالاسلام ہے ہندوستان کے بارے میں کچھ لوگ اس بنیاد پر دھوکے میں پڑ گئے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دارالاسلام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں مسلمانوں کی حکومت بھی ہو اور بہت سے لوگوں کو تشابہ لگ گیا ہے۔ یہاں دو صورتیں الگ الگ ہیں ایک یہ کہ دارالاسلام دارالحرب کب ہوگا۔ یعنی ایک ملک دارالاسلام تھا پھر اس پر کافروں کا قبضہ ہوگیا تو محض کفّار کے قبضہ ہی سے وہ دارالحرب ہوجائے گا یا اس کے لئے اور بھی شرائط ہیں۔ کچھ لوگوں نے کتب فقہ پر نظریں ڈالیں اور اجتہاد کر لیا کہ جب مسلمانوں کے تسلط سے دارالحرب دارالاسلام ہوجاتا ہے تو کفّار کے تسلط سے دارالاسلام دارالحرب ہوجائے گا یا بیچ میں لٹک کر دارالامن ہوجائے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کفّار کے تسلط کے ساتھ ساتھ دو اہم شرطیں اور بھی ہیں ایک یہ کہ اس بستی میں احکام اسلامیہ بالکل بند کر دئے جائیں دوسری یہ کہ اس کی کوئی سرحد دارالاسلام سے نہ ملتی ہو۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ایک دارالاسلام کے دارالحرب ہونے کے لئے تین چیزیں ہوتی ضروری (۱) کفّار کا تسلطِ تام (۲) احکام اسلام کا بالکلیہ بند ہونا۔ (۳) دارالاسلام سے اس کی سرحد کا نہ ملا ہونا۔ اگر ان تین میں سے ایک شرط بھی مرتفع ہو تو دارالاسلام ہی ہوگا۔ مثلاً کفّار کا تسلط ہے مگر احکام اسلام کل نہ سہی بعض کی

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ ص ۴۲۔

باقی ہیں مثلاً جمعہ، عیدین، نماز پنجگانہ، داڑھی رکھنا وغیرہ وغیرہ تو وہ دارالاسلام ہی ہوگا۔ جیساکہ ہندوستان انگریزوں کے زمانے میں بھی دارالاسلام تھا ـــــ اور اگرچہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو کم ازکم اتنا تو ضرور تھاکہ اس کی سرحد ایران اور افغانستان اور اسلامی ملکوں سے ملی ہوئی تھیں اس لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا کوئی شبہہ بھی نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔" ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک اعلانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اس قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمداللہ یہاں قطعاً موجود نہیں اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شرائع شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان کرتے ہیں۔ فرائض نکاح، رضاع، طلاق، عدۃ، رجعۃ، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ، وقف وصیت شفعہ وغیرہا بہت سے معاملات مسلمین ہماری شریعت پر فیصل ہوتے ہیں۔"[1]

(۲)

زندگی کا بیمہ

اعلیٰ حضرت سے زندگی کے بیمہ کے بارے میں مولانا غفران علی صاحب نے سوال کیا ـــــ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زندگی کا بیمہ کرانا شرعاً جائز ہے یا حرام۔ صورت

---

[1] اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ص ۲۔

اس کی یہ ہے کہ جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار لیا جاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپئے، چار یا چھ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر میعاد مقررہ کے اندر مرگیا تو اس کے ورثاء کو دو ہزار روپیہ یک مشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مرجائے اور اگر میعاد مقررہ تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملیں گے۔ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔

اس کے جواب میں اعلیٰحضرت نے اپنا فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں زندگی کا بیمہ (Life Insurance) کرنا جائز ہے جس سے کوئی شرعی قباحت نہ پیش آئے فرماتے ہیں۔

جبکہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی عائد نہ ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

(۳)
اسپرٹ کا حکم

دوسری شکر جو ہڈیوں سے صاف کی جاتی تھی اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے، اسی طرح مشین سے تیار شدہ برف اور وہ چیزیں جن میں شراب کا امتزاج مشہور ہے علیٰ حضرت سے ان سب کا حکم شرعی پوچھا گیا تو آپ نے

---

[1] احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸۲۔

ایک رسالہ "الاحلی من السکر لطلبۃ السکر من الروسر"۔

اس رسالہ میں آپ نے دریافت حکم کے لئے دس مقدمے وضع فرمائے اور ہر مقدمہ کا ثبوت احادیث کریمہ، تصریحات فقہاء یا قرآن پاک کی آیات سے کیا ہے اور دلائل کی کثرت نیز۔

مقدمۂ اولیٰ۔

خنزیر کے سوا ہر جانور کی ہڈی پاک ہے۔ خواہ وہ جانور ماکول ہو یا غیر ماکول اس مقدمہ کا اثبات تنویرالابصار، درمختار اور ردالمحتار کی عبارتوں سے فرمایا عبارتوں کے ذیل میں کچھ حوالہ جات بھی آگئے۔

مقدمہ ثانیہ۔

بعض اشیاء کے سوا ہر شئی میں طہارت وحلت اصل ہیں تاوقتیکہ کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہوسکے اس مقدمہ کی توضیح فرماکر ایک حدیث کا اضافہ فرمایا اور طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ سے ایک عبارت نقل کی جس میں ثبوت کے طور پر قرآن شریف کی آیت "هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" ذکر ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ یہی اصل حنفیہ وشافعیہ وغیرہ کی کتابوں میں ملتی ہے۔ اور اس کے خلاف کسی بھی اہل علم کا قول نظر نہیں آیا۔ اسی طرح الاشباہ والنظائر اور حموی کی غمز العیون سے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔

مقدمہ ثالثہ۔

بے ثبوت کسی شئی کو حرام و مکروہ کہنا شریعت پر افتراء ہے اس مقدمہ کے اثبات میں شیخ عبدالغنی نابلسی کی ایک عبارت تحریر کی ہے اور شامی سے بھی حوالہ دیا جس میں یہ تصریح بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نص قطعی کے نازل ہونے بغیر شراب جیسی اُم الخبائث شئی سے منع نہ فرمایا حالانکہ آپ کو تشریعی اختیارات

مقدمہ رابعہ۔

احکام شرع میں بازاری افواہیں ناقابل اعتبار ہیں اس سلسلہ میں بعض تمثیلات کے بعد تین حدیثیں تحریر فرمائیں اور حاشیہ درمختار سے ایک عبارت نقل کرکے شامی کا بھی ایک حوالہ اس کی تائید میں پیش فرمایا۔

مقدمہ خامسہ۔

احکام دینیہ میں کافر کی خبر غیر معتبر ہے اور حلت و حُرمت طہارت و نجاست احکام دینیہ ہی ہیں۔ اس کا اثبات دو آیتوں سے فرمایا۔ اور دُرمختار اور عالمگیری کی عبارتیں نقل کیں اور توضیح کے بعد قاضی خاں، عالمگیری اور شامی و شرح تنویر وغیرہ سے عبارتیں نقل کیں۔

مقدمہ سادسہ۔

کسی شئ میں احتیاط کا نہ ہونا یا کسی قوم کا بے احتیاط ہوجانا کہ جس میں نجاست و حُرمت سے کوئی پرہیز نہ ہو اس سے چیزیں مطلقاً حرام قرار نہ پائیں گی کیوں کہ بے احتیاطی وقوع دائم کی مقتضی نہیں تو نفس شی میں ظنون و خیالات کے سوا کیا رہا۔

اس مقدمہ کے ضمن میں سات نظیریں پیش فرمائیں اور ہر حدیث میں مثل سابق عبارتیں، حدیثیں و فقہا کے مصرح ضوابط اور جزئیات تحریر فرمائے۔

مقدمہ سابعہ۔

شدت بے احتیاطی اکثر اقوال میں نجاست و آلودگی کا غلبۂ ظن پیدا کرتی ہے اور شرعاً ظن غالب معتبر ہے مگر اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ اعتماد ہو کہ دوسری جانب کو بالکل نظر سے ساقط کردے ایسا ظن غالب فقہ میں حکم یقین رکھتا ہے۔ اصطلاح علماء میں اکثر اس کو غالب ظن

کہتے ہیں ثبوت میں غمز العیون اور بصائر کی عبارتیں ہیں پھر اپنی طرف سے کئی تحقیقات پیش کی ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جانب راجح پر دل ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو پورے طور پر مضمحل نہ سمجھے یہ صورت نہ یقین ہے اور نہ یقین کے حکم میں۔ کلمات علماء میں ظن غالب کا استعمال اس معنی پر بھی ہوا ہے۔ حدیقہ ندیہ اور شرح مواقف کی عبارتیں اسی معنی میں نقل کئے پھر فرمایا اس صورت میں علماء احتیاط کو بہتر جانتے ہیں واجب قرار نہیں دیتے چنانچہ کفار کے پاجامے، مشرکین کے برتن بچوں کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اس حال میں ہوتے ہیں کہ طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس بیس دفعہ اس کے باوجود ان میں سے کسی چیز کو بے دیکھے تحقیقی طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا علماء نے تصریح کی کہ ان کے پانی سے وضو اور اس کا استعمال اور کپڑوں میں نماز صحیح و جائز ہے شہادت میں طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح سے عبارتیں نقل کیں جن کے ضمن میں دوسرے حوالہ جات بھی آگئے پھر اپنی تحقیق کے طور پر چند حدیثیں تحریر فرمائیں۔

مقدمہ ثامنہ۔

کسی شئ کی نوع و صنف میں نجس یا حرام کا اختلاط، لازم نہیں کرتا کہ اس کے ہر فرد سے منع کیا جائے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ تحقیق سے معلوم ہو کہ اس کے ہر فرد میں وہ نجس و حرام مخلوط ہے۔ لہٰذا علماء نے فرمایا کہ دیبائے فارسی ناپاک اور اس سے نماز ناجائز کہ وہ اس کی چمک و بھڑک زیادہ کریں تو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور دھوتے نہیں کہ رنگ بگڑ جائے گا۔ دُرمختار اور حلیہ سے ثبوت پیش کیا پھر فرمایا کہ اگر ایسا عموم نہیں تو ہرگز ہرگز تحریم و تنجیس کا اطلاق حکم روا نہیں چنانچہ کفار کے معلوم، ملبوس اور مظروف کی نسبت یقین کامل نہیں کہ ان میں سب ہی

ناپاک ہوں ۔ لہٰذا علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا بلکہ مجمع الفتاویٰ وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ ان کے گلوں سے خون دھویا جاتا ہے نہ پکانے میں نجاستوں سے پرہیز پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں بعد میں دھوتے بھی نہیں اس کے باوجود حکم یہ ہے کہ وہ کھالیں بے دغدغہ پاک ہیں ان سے موزے بناؤ کتابوں کی جلدیں بناؤ پانی پینے کے مشک ڈول بناؤ تو مضائقہ نہیں ۔

ثبوت میں طریقہ محمدیہ وغیرہ کی عبارتیں لکھیں پھر دُرِ مختار سے عبارت لائے اور امام محمد کی تصریح سیرت احمدیہ سے نقل کی ۔ فتاویٰ امام ظہیر الدین سے امام محمد کا بلکہ امام اعظم کا قول نقل فرمایا ۔ خلاصہ یہ کہ غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں ۔

مقدمہ تاسعہ ۔

جب بازار میں حلال وحرام فروخت ہوں یا کسی جنس خاص میں مخلوط ہوں اور کوئی علامت امتیاز ظاہر نہ ہو تو شریعت خریداری سے پرہیز کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے اور ہر شئی میں احتمال حلت قائم ہے ۔ مبسوط سے یہ ضابطہ نقل کیا اور حموی سے بھی نظیر لائے پھر تحقیق فرمائی کہ یہ ضابطہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے کہ احتمال حرمت رکھنے والی چیزیں خود اپنی ملک میں نہ ہوں ورنہ ان کا استعمال جائز نہ ہوگا ۔

مقدمہ عاشرہ ۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی کہ وہی چیزیں استعمال کریں جو نفس الامر میں جائز وحلال ہوں یا یہ کہ جسے ہم اپنی یقین کی رو سے طیب وطاہر جانتے ہیں ۔ کہ دین تنگی نہیں پیدا کرتا اور نہ طاقت سے باہر کی ذمہ داری دیتا ہے اس کے ثبوت میں دو آیتوں اور آٹھ حدیثوں کو ذکر فرمایا ہے اور حدیقہ ندیہ د

جامع الفتاوی کی عبارتیں بھی تحریر کی ہیں اس کے بعد پھر تحقیق مزید کے طور پر دو حدیثیں اور لکھیں اور ضمن میں مؤطا امام محمد کی ایک عبارت پر تحقیق انیق فرمائی پھر لکھا شک کی جگہ پر تفتیش و سوال بہتر ہے جبکہ اس پر کوئی فائدہ مرتب ہو لیکن اگر کوئی فساد لازم آئے یا کسی امر اہم کی مخالفت لازم ہو تو تفتیش مذموم ہے مثلاً مسلمان نے دعوت دی اور یہ ان کے حال کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ بے شک یہ باتیں وحشت پیدا کرنے والی ہیں اور اس میں مسلمان کو ایذا دینا ہے اور یہ شئ ممنوع ہے چنانچہ اس کی ممانعت چار حدیثوں سے ثابت کی ہے۔

ان مقدمات کے بعد ایک ضابطہ کلیہ وضع فرمایا۔

کسی چیز میں نجاست مخلوط ہونے کا تعین دو قسموں پر ہے۔ شخصی نوعی، شخص، کسی فرد خاص کی نسبت مثلاً اس کنویں میں نجاست گری ہے اور نوعی کا مطلب نوع کے متعلق یقین ہو اجمالی طور پر یعنی اتنا ثابت ہو کہ اس نوع میں اختلاط ہوتا ہے لیکن اس کے ہر فرد کے متعلق علم نہ ہو اور کلی یعنی نوع کے متعلق عموم و دوام اور التزام کے ساتھ اختلاط معلوم ہو اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو اس سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلا وجہ التزام متیقن نہیں ہوسکتا۔

اب ان تمہیدات کے بعد اصل جواب کی طرف نظر فرمائی۔ مشینی برف میں خراب ملنے کی خبر قابل غور ہے اگر یہ بازاری افواہ ہو یا بعض مشرکین و کفار کی خبر ہو تو بالکل بے اعتبار۔ مقدمہ رابعہ و خامسہ سے ثابت۔ یا فساق و مستور کی خبر ہو تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر، اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے تو بیشک احتراز چاہئے کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل ان کے صدق کی طرف جائے لیکن اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے تو ان کے حق میں احتراز معتبر ورنہ اجازت۔

ہدایہ اور ردالمحتار کی عبارتوں کا حوالہ دیا۔ پھر فرماتے ہیں:۔
ہاں اگر اتنی بڑی جماعت نے خبر دی ہو جن کا کذب پر اتفاق عقلاً محال ہو تو بے شک حُرمت قطعی کا حکم دیا جائے گا۔ بلکہ اگر ایک مسلمان عادل بھی خبر دے کہ اس نے خود مشاہدہ کیا ہے جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس۔ یہاں خواتح المجموت کا حوالہ دیا۔

اس ضمن میں خبر واحد اور خبر متواتر کی کسی قدر تحقیق و تشریح فرمائی کہ جب تک اضطرار کی کیفیت متعین نہ ہو جائے حرام سے تداوی جائز نہیں۔ لیکن دفع یہ ہے کہ اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی تو برف پر حکم جواز ہی ہے۔ ہاں انگریزی دواؤں میں رقیق دوائیں جیسے ٹینچر وغیرہ میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام ہیں ان کا کھانا اور بدن پر لگانا جائز نہیں۔ نہ خریدنا جائز نہ بیچنا جائز۔

اسی طرح شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا موقع انکار نہیں مگر غور طلب یہ ہے کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں کا صرف شکر پر گذر ہو جاتا ہے کہ ان میں ہڈیوں کا کوئی جزء شریک نہیں ہونے پاتا تو اس شکر کی حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ وہ حلال نہ ہوں اور اگر اجزائے استخواں پیس کر اس میں ملاتے ہیں کہ شکر میں وہ مخلوط ہو جائیں تو ان ہڈیوں کا حلال ہونا حلّت شکر کے لئے لازم ہے صرف طہارت استخواں کافی نہیں۔

دُرمختار سے ایک نظیر پیش کہ کنوئیں میں مینڈک کے اجزاء منتشر ہو کر مخلوط ہو گئے تو اس سے وضوء جائز ہے لیکن پینا درست نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ محض خیالات کی بناء پر روسری شکر کو مطلقاً حرام و نجس کہنا صحیح نہیں ہے تاوقتیکہ تحقیق تام نہ ہو لے۔ (مقدمہ ثالثہ)

کیا ممکن نہیں ہے کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں؟ یہی وجہ ہے کہ جنگل کے گدھے

کا پانی پاک ہے حالانکہ وہاں درندے اور خنزیر بھی ہیں۔ یہاں بھی حدیقہ اور بحر کی عبارتوں سے تائید حاصل کی نیز بے احتیاطیوں اور شدت بے احتیاطی پر نجاست و حرمت کا حکم نہیں (مقدمہ سادسہ وسابعہ)

یہ بھی نہیں معلوم کہ ہر شکر میں نجس اور حرام ہڈیاں مستعمل ہوتی ہیں (مقدمہ ثامنہ)

جبکہ کوئی وجہ فائدہ نہ ہو تحقیق کی حاجت نہیں بلکہ تحقیق میں مسلمانوں کی پردہ دری وغیرہ ہے (مقدمہ عاشرہ)

جو شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ خاص مُردار اور حرام ہڈیاں اس کے سامنے شکر میں اس طرح ملائی گئیں کہ جُدائی ہو سکتی ہے تو اس کا کھانا کھلانا ناجائز نہیں دینا ناجائز۔ یا ثابت ہو کہ خاص وہی شکر ہے جس میں یہ عمل کیا گیا تو اس کا بھی استعمال روا نہیں۔ اس کے بعد دین میں سختی پیدا کرنے سے اور غلو و تشدد سے ممانعت کی چند حدیثیں پیش کیں اور بعض جزئیات کے احکام کی طرف بھی نشاندہی کی۔

(۴)

بندوق کا شکار

حلال جانوروں کا گوشت کھانا اسی وقت جائز ہے جبکہ وہ بطریقہ شرعی قتل کئے گئے ہوں۔ جسے عام فہم لفظ میں یہ کہئے کہ ذبح کئے گئے ہوں جو جانور ہمارے قابو میں ہیں ان کے ذبح کا ایک مخصوص طریقہ ہے۔ لیکن جو جانور ہمارے قابو میں نہیں ہیں۔ جنگلی اور وحشی ہیں جنہیں دور سے شکار کر کے بے بس کیا جاتا ہے ان کو ہم جیسے چاہیں ذبح نہیں کر سکتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دور سے جانور کو تیر سے مارا گیا یا نیزے سے زخمی کیا گیا وہ بھاگ کھڑا ہوا اور کہیں

دور دراز بے جان ہو کر گرا اور مر گیا۔ شکار میں ایسا حادثہ اکثر رونما ہوتا رہتا ہے۔ اگر ہر جانور کے لئے ذبح کا وہی طریقہ شرط قرار دیا جائے تو شکار سے بہت کم ایسے جانور ملیں گے جو ہمارے کام آسکیں۔ اس لئے فقہا نے ذبح کی دو قسمیں کی ہیں۔

ذبح اختیاری، ذبح اضطراری

ذبح اختیاری۔ یہ ہے کہ جانور کی گردن کا اتنا حصہ کسی دھار دار چیز سے کاٹا جائے کہ اس کی درج ذیل چار رگیں کٹ جائیں۔

(۱) وہ رگ جس سے کھانا اندر جاتا ہے (۲) وہ رگ جس سے سانس کی آمد ورفت رہتی ہے (۳) و (۴) وہ رگیں جن سے خون کا جریان رہتا ہے اگر چار نہ کٹیں تو کم از کم تین ضرور کٹ جائیں۔

(۱) غذا کی گذرگاہ (۲) سانس کی گذرگاہ (۳) خون کی دو رگوں میں سے کوئی ایک **ذبح اضطراری**۔ کسی دھار دار آلہ کو بسم اللہ پڑھ کر جانور پر پھینکا جائے جو اس کے جسم کے کسی حصہ کو کاٹ دے۔ اس تقدیر پر اگر کسی جانور کو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا گیا تیر جانور کو زخمی کر گیا جانور بھاگا اور جب شکاری اس کے قریب پہنچا تو وہ مر چکا تھا اس کا کھانا حلال ہے۔ اس لئے کہ ذبح اختیاری پر قدرت نہیں تھی تو اس کا قائم مقام ذبح اضطراری پا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زمانہ خیر القرون بلکہ بہت بعد تک بندوق کی ایجاد نہیں ہوئی تھی تواریخ سے پتہ چلتا ہے[1] کہ سب سے پہلے بندوق بابر نے استعمال کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۵۲۶ء کا ایجاد ہے اس لئے قرآن مجید، احادیث، ارشاد ائمہ مجتہدین واقوال ائمہ فقہا میں اس کی کوئی تصریح

---

[1] تاریخ ہند ج۲ ص۲۰

نہیں ملتی ہے کہ اگر بسم اللہ پڑھ کر فائر کی جائے اور گولی لگنے سے جانور گر جائے تو اس کا کھانا حلال ہوگا یا حرام۔ مسئلہ کی تنقیح اس پر موقوف ہے کہ بندوق کی گولی کاٹتی ہے یا توڑتی ہے۔ اگر تیر یا نیزے کی انی کی طرح سے یہ کاٹتی ہے تو بلا شبہ بندوق سے کیا ہوا شکار مطلقاً حرام ہوگا اس لئے کہ قرآن کریم کی نص سے یہ ثابت ہے کہ موقوذہ حرام ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ۔

ماضی قریب کے کچھ نیم اہل علم نے یہ فتویٰ دیا کہ بندوق کی گولی سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ انھوں نے اس کو تیر پر قیاس کیا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا کہ بندوق کی گولی سے مارا ہوا شکار مطلقاً حرام ہے جب تک کہ اسے زندہ رہنے کی حالت میں اس پر قابو پاکر بہ طریق شرعی ذبح نہ کیا جائے اس لئے کہ بندوق کی گولی کاٹتی نہیں ہے بلکہ توڑتی ہے جیسے پتھر اور لاٹھی اس لئے کہ کاٹنا دھار دار چیز کا خاصہ ہے جیسے چھری، چاقو، تلوار، تیر کا پھل اور نیزہ کی انی اور جن چیزوں میں دھار نہ ہو وہ کاٹتی نہیں ہیں بلکہ توڑتی ہیں۔ شدید ٹکراؤ سے جسم کو توڑ کر اندر گھس جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ بندوق کی گولی خواہ گول ہو جیسے پرانے زمانے کے کارتوسوں میں ہوتی تھی اور اب بھی ہوتی ہے یا نوکیلی ہو جیسے رائفل یا پستول کی جدید گولیاں ہوتی ہیں دھار کسی میں نہیں ہوتی نوک ہونا اور بات ہے دھار ہونا اور بات ہے۔ مولی، گاجر نوکیلے ہوتے ہیں مگر کوئی عقلمند یہ نہ کہے گا کہ اس میں دھار بھی ہے۔ تو جب بندوق کی کسی قسم کی گولی میں دھار نہیں ہوتی تو وہ کیسے کاٹے گی اس لئے بندوق کی گولی کو تیر پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کہ تیر کے پھل میں دھار ہوتی ہے۔ ماننا پڑے گا کہ بندوق کی گولی جسم کو توڑ کر زخم پیدا کرتی ہے اس لئے بندوق کا مارا ہوا جانور موقوذہ میں داخل

ہے اور یہ بلا شبہہ حرام ہے۔[1]

(۵)

رویت ہلال

رویت ہلال اس دور کا معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ رویت ہلال کے ثبوت کے طریقے بھی ہیں۔ اسلام کی متعدد عبادتوں کا دارومدار رویت ہلال پر ہے اس لئے کہ شریعت نے ان کے لئے قمری مہینہ یا قمری مہینوں کی تاریخیں متعین کی ہیں مثلاً روزۂ رمضان، نماز عیدین، صدقۂ فطر، قربانی حج۔

قمری مہینہ کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے۔ اس کو لوگوں نے نجی معاملہ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ جب قمری مہینوں کے ساتھ شرعی عبادتوں کا تعلق ہے تو عبادتوں کی حد تک یہ خالص دینی مسئلہ ہوا اس لئے مہینوں کی ابتداء اور انتہاء بھی دینی معاملہ ہے۔ اس کو اسی معیار کے مطابق معلوم کرنا چاہئے جو شریعت نے مقرر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ ساری عبادتیں اور ان کے اوقات شارع کی طرف سے معین ہیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی اپنی رائے سے کرنی شریعت کی تحریف ہے۔

چاند کے ثبوت کے لئے شریعت نے بنیادی طور پر دو طریقے مقرر فرمائے۔ اول کسی مہینہ کا تیس دن پورا ہونا۔ دوم رویت۔ حدیث شریف میں ہے فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین یوماً۔ دوسری حدیث میں ہے صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ۔ اگلے زمانے میں مراسلت کے یہ نئے طریقے نہیں تھے۔ تار، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ کا وجود نہیں تھا۔ خطوط کی آمد و رفت تھی لیکن نہ ہونے کے برابر اس لئے ایک شہر کی رویت کی خبر دوسری جگہ بہت دیر سے پہنچتی تھی لیکن آجکل

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۸۔

چند گھنٹے چند منٹ میں ہلال کی خبر کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔اپنے روز مرہ کے معاملات میں تار ٹیلیفون کا کافی اعتبار ہے۔عام لوگوں نے رویت ہلال کے سلسلہ میں بھی تار ٹیلیفون اور ریڈیو کی خبر کو معتبر سمجھنا شروع کر دیا ہے ان کا استدلال ہے کہ جب ہم اپنے روز مرّہ کے معاملات میں اس کا اعتبار کرتے ہیں تو چاند کے معاملہ میں کیوں نہ اعتبار کریں۔گویا رمضان کب شروع ہوگا؟کب ختم ہوگا؟ کب روزہ رکھنا ہے؟اور کب تک رکھنا ہے؟کب نماز عیدین پڑھنی ہے؟ کب سے قربانی کرنی ہے اور کب تک ہوسکتی ہے؟ان سب باتوں کو لوگوں نے اپنا نجی معاملہ سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ امور خالص دینی شرعی ہیں۔

اعلیٰ حضرت عوام کے اس واہمہ کو دور کرنے کے لئے اور شریعت کے صحیح موقف کی تعیین کے لئے متعدد رسالے تصنیف فرمائے اور متعدد مسائل لکھے جن کا مجموعہ جہازی سائز کے دو سو صفحات سے کم نہ ہوگا۔جس میں احادیث کریمہ اور ارشادات فقہاء سے نہایت واضح طریقہ پر ثابت فرمایا کہ ہلال کے ثبوت کے لئے خط، تار غیر معتبر ہیں۔[1]

اعلیٰ حضرت کے استدلالات کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند کی رویت پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ بطریق شرعی ثابت ہو۔

ثبوت رویت ہلال کے لئے شریعت میں سات طریقے ہیں۔

(۱) کسی مہینہ کا تیس دن پورا ہونا (۲) رویت عامہ (۳) شہادت علی الرویہ (۴) شہادت علی شہادۃ الرویہ (۵) شہادۃ علی حکم القاضی (۶) کتاب القاضی الی القاضی (۷) استفاضہ۔

اعلیٰ حضرت نے اسمی الاھلال بابطال ما احدالناس فی

---

[1] اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں ریڈیو، ٹیلیفون، ٹیلیویژن وغیرہ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔

اس الھلال لکھا جس میں مندرجہ ذیل تنبیہات کے ذریعہ مسائل کو واضح فرمایا۔

تنبیہ اوّل۔

شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بناء فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لئے بہت قیود و شرائط لگائیں جن کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت تک بکار آمد نہیں اور ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبر متواتر پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ فتح القدیر و دُر مختار و فتاوٰی ہندیہ و حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح۔ شرح نور الایضاح میں ہے واللفظ للدر یلزم اهل المشرق برویة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رویة اولئك بطریق موجب۔ علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی و علامہ شامی حواشی دُر مختار میں فرماتے ہیں بطریق موجب بان یتحمل اثنان الشهادة او یشهد علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة کذا راٰه لانه حکایة جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم ہے کہ شرعاً اس کا موجب و ملزم ہونا ثابت کرے مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے۔ پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت اور منصب رفیع فتوٰی پر جرأت کس لئے والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافی کی آئی۔ محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبر طریقے سے پہنچی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر سے زیادہ معتبر کس کی خبر پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے۔

تنبیہ دوم۔

تار کی حالت خط سے زیادہ ردی و سقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے طرز عبارت سے شناخت میں آتا ہے واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے

باایں ہمارے علمار نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہوسکتا کہ اسی کا لکھا ہوا ہے ائمہ دین کی عبارتیں لیجئے اشباہ میں ہے لا یعتمد علی الخط و لا یعمل بہ ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر۔ فتح القدیر میں ہے الخط لا ینطق وھو متشابہ دُرمختار میں ہے لا یعمل بالخط الخ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینہ او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط کافی شرح وافی میں ہے الخط یشبہ الخط وقد یزور و یفتعل عینی شرح کنز میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یلزم حجۃ لانہ یحتمل التزویر مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر میں ہے القضاء والشھادۃ لا یحل الا عن علم و لا علم ھٰھنا لان الخط یشبہ الخط فتاوٰی عالمگیریہ میں ملتقط سے ہے الکتاب قد یزور و یفتعل والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم۔ مختصر ظہیریہ پھر شرح الاشباہ للعلامہ البیری پھر ردالمحتار میں ہے لا یقضی القاضی بذلک عند المنازعۃ لان الخط مما یزور و یفتعل غمز العیون میں فتاوی امام اجل ظہیرالدین عینانی سے ہے العلۃ فی عدم العمل بالخط کونہ مما یزور و یفتعل ای من شانہ ذلک و کونہ من شانہ ذلک یقتضی عدم العمل بہ وعدم الاعتماد علیہ وان لم یکن فی نفس الامر کما ھو ظاھر۔ دیکھئے کس قدر روشن واضح تصریحات ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں نہ اس پر عمل ہو نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو۔ اس کی بنا پر حکم و گواہی حلال کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے مانند بن سکتی ہے اور صاف ارشاد کرتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر ہونا ہی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو پھر تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دستخط و زبان کی کوئی علامت

تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب و تزویر نہایت آسان کیونکہ امور دینیہ کی بنا اس پر حرام قطعی نہ ہوگی سبحان اللہ ائمہ دین کی تو وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ مہر بنا لینا اور خط میں خط ملا دینا سہل نہیں شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی نہ رجسٹری کی طرح شناخت کہ گواہ لئے جائیں علاوہ بریں تار والوں کی وجوب صدق پر کون سی وحی نازل کہ ان کی بات خواہی نہ خواہی واجب القبول ہوگئی اور اس پر احکام کی بنا رہونے لگی ہزار افسوس ذلّت علم قلّت علماء پر انا للہ و انا الیہ راجعون

تنبیہ سوم۔

قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لئے جنہیں مراسلات بھیجے جائیں غالباً ان کا بیان حکایت و اخبار محض سے کہنا جُدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہو تاہم اس کا جامہ اعتبار تار میں اگر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالۃً نہ پہنچا بلکہ نسل در نسل ہو کر آیا صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا اس نے تار کو جنبش دی اور کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلف کو اپنی اصطلاح میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جُدا ہوگیا یہاں کے تار والے نے ان کھٹکوں پر نظر کی اور ضروریات معلومہ سے جو فہم میں آیا اسے نقوش معروفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارہ کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلۂ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول عن مجہول نا مقبول از نا مقبول از نا مقبول اس قدر وسائط کو

لابدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جاکر تار دیں اب جس کے ہاتھ کھلا پہنچنا مانئے وہ جُدا واسطہ اس فارم کی حاجت ہوئی تو تحریر کا قدم درمیان آپ انگریزی نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت اور ہر تار کا بابو اُردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جُدا ضرورت باایں ہمہ فصل زاید ہوا اور تار وصل نہیں جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت و ثاقت سے کہاں تک آگاہ ہیں ماشاءاللہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا نام درکنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود وغیرہم کفار ان خدمات پر معیّن غرض کوئی موضوع سے موضوع حدیث اس نفیس سلسلہ سے نہ آتی ہوگی پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنار کرنا استغفر اللہ علماء تو علماء ہیں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا بھی کام ہو۔

تنبیہ چہارم۔

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو یہاں تک کہ حَکَم کا خط مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولا یقبل من محکم بل من قاضی مولی من قبل الامام اھ ملتقی فتح میں ہے ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لا یصح الا من القاضی غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے رہے قاضی اُن کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی صرف اس وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بر خلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمایا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی ان ہی وجہوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں

مقبول نہ ہو اور پھر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس ہوتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا ہے اور نہ دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل و فاحش خطا پھر حکم قبول خط سے گذر کر تار تک پہنچنا کیوں کر رد؟ ائمہ دین تو یہاں تصریح فرماتے ہیں کہ قاضی اگر اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گذریں ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو صرف در بارۂ خط منعقد ہوا ہے پیام ایلچی و خود بیان قاضی اس سے جدا ہے امام علامہ محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں

الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ فلان غایۃ رسولہ ان یکون کنفسہ وقدمنا انہ لو ذکر ما فی کتابہ لذلک القاضی بنفسہ لا یقبلہ وکان القیاس فی کتابہ کذلک الا انہ اجیز باجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ۔

سبحان اللہ پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں بنائے احکام اس کے سر دھریں

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور جب شرعاً قاضی کا تاریں بے اعتبار تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتاب کا تار ناچیز تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الملک العزیز۔

تنبیہ پنجم۔

قاضی شرع کا نامہ بھی اس وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا یا ہم کو دے کر گواہ کر لیا کہ یہ خط اسی کا ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی مہر بھی لگی ہو

اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو ہدایہ میں ہے لا یقبل الکتاب الا شھادۃ رجلین او رجل او امرأتین لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ وھذا لانہ ملزم فلابد من الحجۃ فتاوٰی ہندیہ میں ملتقط سے ہے یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صار حجۃ شرعًا فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزور الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم ولکن جعلناہ حجۃ بالاجماع ولکن انما یقبلہ القاضی المکتوب الیہ عند وجود شرائطہ ومن جملۃ الشرائط البینۃ حتی ان القاضی المکتوب الیہ لا یقبل کتاب القاضی مالم یثبت بالبینۃ انہ کتاب القاضی عقود الدریہ میں فتاوٰی علامہ قاری الہدایہ سے ہے اذا شھد وا انہ خطہ من غیر ان یشاھد وا کتابتہ فلا یحکم بذلک در مختار میں ہے واکتفی الثانی بان یشھد ھم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی۔ سبحان اللہ یہ خطوط اور تار جو یہاں آتے ہیں ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بیجا مداخلت سب کچھ کراتی ہے۔

لہ الناکی الحلال یا بطال ما احدث الناس من امر الھلال۔

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام

کسی فقیہ کی شان تفقہ کا اندازہ کرنے کے لئے فقہ کی تعریف اور اس کے لوازمات کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے سب سے پہلے اختصار کے ساتھ اس کا بیان ناگزیر ہے۔

مجتہد کے لئے اسلاف سے جن شرطوں کا ذکر ملتا ہے اعلیٰ حضرت یقیناً ان شرائط کے حامل تھے۔ امام صدر الشریعۃ شرائط اجتہاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"شرطه ان یحوی علم الکتاب بمعانیه لغۃً وشرعًا واقسامه المذکورۃ وعلم السنۃ متنًا وسندًا ووجوہ القیاس کما ذکرنا۔[1]

اس کی تفصیل علامہ تفتازانی اس طرح فرماتے ہیں۔ کتاب اللہ کے مفاہیم تک رسائی کے لئے لازمی ہے کہ لغت، نحو، صرف اور معانی وبیان میں مہارت ہو اور اصولی طور پر جو خصوصیات احکام پر اثر انداز ہوتی ہیں ان کی معرفت میں بھی کمال ہو مثلاً عام، خاص، مشترک مجمل، مفسر اور اقسام دلالات وغیرہ بھی جاننا ضروری ہے اور مفاہیم سنت تک پہنچنے میں جہاں یہ تمام علوم اور اقسام اصولی شرط ہیں وہیں احادیث کی سند اور احوال رواۃ پر بھی آگاہی ضروری ہے قیاس کے شرائط واقسام اور ان کے احکام نیز ان میں مقبول اور نامقبول میں تمیز کا علم بطور ملکہ حاصل ہو فقیہ کو اجماع امت سے بھی آگاہ ہونا چاہئے تاکہ اس کا اجتہاد اجماع سے مزاحم نہ ہو۔[2]

---

[1] توضیح مصری ص ۱۱۷، ۱۱۸، ج۲۔ [2] تلویح مصری ص ۱۱۷، ۱۱۸، ج۲۔

علامہ تفتازانی نے علم کلام کی معرفت بھی شرائط اجتہاد میں شمار کی ہیں۔[1]

علامہ طاش کبری زادہ علم فقہ کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ ھو علم باحث عن الاحکام الشرعیۃ العملیۃ من حیث استنباطھا من الادلۃ التفصیلیۃ ومبادیہ مسائل اصول الفقہ ولہ استمداد من سائر العلوم الشرعیۃ والعربیۃ[2]

امام سرخسی نے تمامیت فقہ کے لئے عمل صالح کی قید کا اضافہ بھی فرمایا ہے ان تمام الفقہ لا یکون الا باجتماع ثلاثۃ اشیاء العلم بالمشروعات والاتقان فی معرفۃ ذلک بالوقوف علی النصوص بمعانیھا وضبط الاصول بفروعھا ثم العمل بذلک فتمام المقصود لا یکون الا بعد العمل بالعلم۔[3]

ان شواہد کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایک تخمینہ قائم کیا جا سکے کہ فقہ و اجتہاد کے لئے کتنے علوم کی مہارت شرط ہے اسی طرح اصول و فروع کی تفصیلات نیز اجماع امت اور قیاس کے اقسام واحکام میں کس قدر بصیرت لازم ہے ان شہادات سے یہ امر بھی مفہوم ہوتا ہے کہ فقیہ ہر مسئلہ کا استنباط اس کی تفصیلی دلیل سے کرنے پر قادر ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں جب تک وہ فقیہ ثاقب الذہن طباع سلیم الفکر اور نکتہ رس قابل اعتماد نہ ہو ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ فقیہ کو تدین وتقوی سے بھی متصف ہونا چاہئے تاکہ قدم بہ قدم اسے تائید غیبی بھی حاصل رہے۔

عہد صحابہ کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام فقہاء کے امام اور قائد شمار کئے گئے ہیں امام شافعی فرماتے ہیں مارأیت احداً افقہ منہ من اراد ان یتفقہ فعلیہ بہ وباصحابہ[4]

اصول و فروع کی ترتیب عہد امام ہی میں مکمل ہوگئی البتہ فکری مراتب کے اعتبار

[1] حاشیۃ السعدیہ علی شرح العقائد ج ۲ ص ۱۹۰۔ [2] مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۱۹۲۔

[3] اصول سرخسی ج ۱ ص ۱۰۰۔ [4] مفتاح السعادہ ج ۲ ص ۲۰۲۔

سے ان کی تہذیب کا کام ہر دور میں جاری رہا اس لئے طبقات، فقہاء کا تعین بھی ضروری ہوا۔ تاکہ ہر ایک کی منزلت اور طبقاتی خصوصیت کی رعایت سے ان کے اقوال کی تنقیح اور ترجیح کا اعتبار کیا جائے۔

علامہ ابن کمال پاشا نے فقہا کو سات طبقات میں تقسیم فرمایا ہے۔

(۱) مجتهدین فی الشرع :- وہ فقہاء جنھوں نے قواعد اصول کی تاسیس فرمائی ائمہ اربعہ اسی طبقہ میں معدود ہیں۔

(۲) مجتهدین فی المذهب :- وہ فقہاء ہیں جو مجتہد فی الشرع سے منقول قواعد کی پابندی کے ساتھ دلائل سے استخراج مسائل پر قادر ہیں اگرچہ بعض فروع میں مجتہد فی الشرع کے خلاف بھی ہیں۔

(۳) مجتهدین فی المسائل :- وہ فقہاء جو اصول و فروع میں اپنے امام کے پابند ہیں اور امام کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنے پر قادر ہیں۔

(۴) اصحاب تخریج :- یہ لوگ اجتہاد پر قادر نہیں ہوتے لیکن اصول اور ماخذ تفسیر مجمل، تفصیل مبہم، اور تعیین محتمل پر قادر ہوتے ہیں۔

(۵) اصحاب الترجیح - مذہب کی روایت مختلفہ میں کسی ایک کو ترجیح دینے پر قادر ہوتے ہیں۔

(۶) اصحاب تمییز :- یہ حضرات قوی و اقوی اور ضعیف نیز ظاہر الروایۃ اور نوادر وغیرہ میں فرق کرتے ہیں۔

(۷) اصحاب تلفیق :- جنھیں کھرے کھوٹے میں امتیاز کی تمیز نہیں ہوتی۔

لہ شامی ج ۱ ص ۹، و فصل القضاء فی رسم الافتاء ص ۲ تا ۳ -

علامہ ابن کمال نے طبقات تقسیم کے ذیل میں بطور مثال جن فقہاء کا شمار کیا ہے وہ محل نظر ہے۔ اس لئے کہ آپ نے رازی و کرخی کو اصحاب تخریج میں اور قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے حالانکہ بلا شبہ یہ حضرات مجتہد فی المسائل تھے اسی طرح آپ نے اصحاب تخریج کے متعلق کہا ہے کہ یہ لوگ اجتہاد پر قادر نہیں ہوتے ہیں حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے اصحاب تخریج کے ضمن میں جو فقہا شمار کئے جاتے ہیں وہ سب مجتہد فی المسائل کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ مجتہد مطلق کے بعد ہر طبقہ کے لئے ایک وصف مخصوص ہے اگر یہ اوصاف خاصہ کسی ایک شخصیت میں جمع ہو جائیں تو اس شخصیت کا شمار بہ یک وقت کئی طبقات میں ہو سکتا ہے۔

علامہ کفوی نے فقہائے متقدمین کے پانچ طبقات رکھے ہیں اس لحاظ سے آپ نے ابن کمال پاشا کے ذکر کردہ اول و آخر کو ترک کر کے صرف درمیانی پانچ طبقات شمار کئے ہیں دونوں رایوں میں کوئی تعارض نہیں ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ مجتہد فی المذہب کا دروازہ ابوالبرکات نسفی المتوفی ۷۱۰ھ پر ختم ہو گیا۔[1]

علامہ بحر العلوم لکھنوی نے اس قول کو رد فرما دیا ہے۔[2]

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نیرنگئ زمانہ کی وجہ سے ہر دور میں گوناگوں مسائل کا پیدا ہونا لوازم عالم سے ہے لہٰذا ہر نئے پیدا ہونے والے مسئلہ کا حل نکالنے کے لئے اللہ کی رحمتوں سے مجتہدین کا سلسلہ قائم رہنا ضروری ہے۔ مجتہد مطلق کا وجود ہر دور میں ضروری نہ سہی مگر مجتہد فی المذہب یا مجتہد فی المسائل کے وجود کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا پھر واقعات بھی اسی کی تائید کرتے ہیں چنانچہ امام نسفی کے بہت بعد امام ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) گذرے ہیں۔ آپ کی

---

[1] الفوائد البہیہ ص ۸۶۔ [2] فواتح الرحموت ص ۶۲۴۔

کتابیں اس پر شاہدِ عدل ہیں کہ آپ مجتہد تھے۔ [1]

ابن کمال اور کفوی نے مجتہد فی المذہب کی جو تعریف کی ہے امام ابن ہمام اس پر پورے اُترتے ہیں اس لئے بحرالعلوم کی طرح ہم بھی یہ تسلیم کرنے سے قاصر نہیں کہ مجتہد فی المذہب کا سلسلہ امام نسفی پر ختم ہوگیا۔

پھر امام ابن ہمام کے بعد اعلیٰ حضرت میں ایک عظیم فقیہ کی خصوصیات اجتماعی طور پر نظر آتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی سوانح دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ بچپن ہی سے صائب الفکر، صائب الرائے شخصیت کے حامل تھے آپ کا بچپن ایک ذکی الطبع، قوی الفکر انسان کے شباب سے کم نہ تھا آپ سرحد شباب میں داخل ہونے تک جملہ فنون عربیہ اور علوم دینیہ اور ان کے مبادی میں ماہر نظر آتے ہیں۔ علم کے کسی میدان میں آپ کی جولانیٔ قلم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ علم حدیث میں آپ امام سیوطی کے مظہر نظر آتے ہیں تو تفسیر میں ابن جریر کے پرتو ہیں۔ علوم عربیہ میں سحبان کی شان رکھتے ہیں تو امام ابوحنیفہ کے قواعد واصول برتنے میں آپ پر بزدوی سرخسی کا شبہ ہوتا ہے اور صرف انھیں علوم تک نہیں بلکہ جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں آپ کی شان یکساں معلوم ہوتی ہے اور اس شان میں آپ کی انفرادیت اس درجہ ہے کہ اقران و امثال ہی نہیں بلکہ کئی صدی قبل بھی آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو آپ منفرد نظر آئیں گے۔

اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے مشہور فقہاء کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا وہ اس نتیجہ پر بہت آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ امام ابن ہمام کی شانِ روایت اور رنگ اجتہاد سے مزین فکر جو ان کی خصوصیت تھی ان کے بعد صرف اعلیٰ حضرت کو ملی اور مسائل کی تنقیح فقہ کی جملہ متداول کتب پر نظر رکھتے ہوئے جو علامہ شامی کی ایک مسلمہ خصوصیت تھی اعلیٰ حضرت کے حق میں مقدر

[1] الفوائد البہیہ ص ۱۶۳

ہوگئی گویا اعلیٰ حضرت بہ یک وقت ابن ہمام بھی تھے اور ابن عابدین بھی۔

عرب و عجم کے بے شمار فقہاء اور اہل علم و دانش اعلیٰ حضرت کا تفقہ تسلیم کر چکے ہیں الدولۃ المکیہ اور اعلیٰ حضرت کی دوسری تصانیف پر علمائے حجاز کی تقریظات ہمارے اس دعویٰ کا بیّن ثبوت ہیں اعلیٰ حضرت فقہائے متقدمین کی جملہ خصوصیات کے حامل تھے۔

(۱) اقوال سلف پر آپ کی نظر بہت ہی وسیع تھی جب کسی مسئلہ کی تائید میں ائمہ سابقین کی شہادتیں بیان کرنے پر اُترتے ہیں تو سیکڑوں سے بھی ان کی تعداد متجاوز ہوجاتی ہیں اپنے پیشرو فقہاء کے اقوال کی مکمل تنقیح فرماتے ہیں۔ کسی نقل یا دلیل پر پرکھے بغیر اعتماد نہیں کرتے روایات مذہب اور اگلوں کے استنباط کے قوت و ضعف اور مراتب صحت پر نشاندہی فرماتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اصحاب تمیز کے خواص سے یقیناً متصف تھے۔ ہمارے اس دعویٰ پر اعلیٰحضرت کے ہزاروں فتاوے شاہد ہیں بذل الجوائز، سبحان السبوح، التحریر الجید، نفی العار، ردالرفضار، القطوف الدانیہ۔ الہادی الحاجب جیسے پچاسوں رسالے سے آپ کے استحضار روایات و عبارات پر روشنی پڑتی ہے۔

اس ذیل میں یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ مسائل یا حکم کا منکر جن علماء پر اعتماد رکھتا ہے ان کی شہادتیں التزاماً لاتے ہیں۔ حیات الموات الکوکب الشہابیہ وغیرہ میں ایسے مواد ملتے ہیں۔

(۲) مذہب کی روایات مختلفہ کو باعتبار ترجیح ہم کئی حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ علمائے سلف نے اکثر روایات میں ترجیح و تنقیح فرمادی ہے لیکن جہاں ترجیحات میں معتمد فقہاء متفق ہیں وہیں بھاری تعداد اختلاف ترجیح کی بھی موجود ہے اور بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو تا ہنوز تشنۂ ترجیح ہیں ترجیحات سلف میں ایسا بھی

ہوا کہ جن اسباب کی روشنی میں کسی قول کو ترجیح دی گئی اور مرور زمانہ سے وہ اسباب متغیر ہوگئے اس لئے ترجیح جدید ضروری ہوئی۔

اعلیٰ حضرت نے ترجیح سابق میں کسی قسم کی تبدیلی پسند نہ فرمائی مذہب جس طرح کتب متون میں منقول ہے اس پر اعتماد فرمایا البتہ زمانہ کے تغیرات سے شرعاً حکم پر جو اثر پڑتا ہے اس کی رعایت التزاماً ملحوظ رکھی ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ الفتوی یتغیر بتغیر الزمان البتہ تبدیل حکم میں تغیرات ماحول کا ہر جگہ اعتبار نہ کیا جائے گا اعلیٰ حضرت نے اس کے لئے چھ مواضعات کا تعین فرمایا ہے اور ایک ضابطہ وضع کرکے یہ ثابت کیا کہ یہ تغیر حکم بھی قول امام کے درجہ میں ہے فرماتے ہیں:-

"قول امام کی دو صورتیں ہیں ظاہر اور ضروری۔ قول ظاہر جو امام سے صراحۃً منقول ہو۔ قول ضروری یہ ہے کہ امام سے منقول تو نہ ہو لیکن کسی حکم عام کے تحت آسکے کہ اگر اس ماحول میں امام کے سامنے یہ صورت مسئلہ آتی تو یہی حکم صادر فرماتے قول ظاہر اور ضروری میں تعارض ہو تو ضروری کو ترجیح دی جائے گی اور یہ تعارض صرف چھ صورتوں میں معتبر ہیں۔ (۱) ضرورت (۲) دفع حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) اہم دینی مصلحتوں کی تحصیل (۶) کسی فساد موجود یا مظنون کا ازالہ۔ اور انھیں وجوہ کے پیش نظر صحیح احادیث کے خلاف میں بھی فتوی دیا جاتا ہے جو درحقیقت مخالفت حدیث نہیں جیسے عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا" [1]

اختلاف ترجیح کی شکل میں آپ نے ترجیحات کو کالعدم قرار دیا اور پوری بحث و تحقیق کے بعد یہ ضابطہ مقرر فرمایا یقدم قول الامام عند اختلاف التصحیح

---

[1] اجلی الاعلام ص ۳۸۵، ۳۸۶

اسی طرح آپ نے صدہا غیر منقح تشنۂ ترجیح مسائل کی اسباب و علل کی روشنی میں ترجیح فرمائی۔ آپ کے فتاویٰ کے ساتھ کتب فقہ پر آپ کے حواشی و تعلیقات ہمارے اس بیان کی واضح دلیل ہیں اس لئے ہم کو بجا طور پر یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ائمہ ترجیح میں بھی شمار کریں۔

(۳) روایات مذہب اور فقہائے مابعد کے اقوال میں مجمل اور مبہم اقوال بھی بہ کثرت ملتے ہیں۔ ائمہ تخریج نے مجمل کی تفسیر اور مبہم کا بیان اور دیگر قیود و شرائط کا بیان فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور تک بھی کچھ ایسے گوشے باقی رہ گئے کہ جن میں عمل تخریج کی ضرورت تھی آپ نے ایسے بیشتر مقامات کی تنقیح فرمائی اور اسی تخریج کے ذریعہ حکم کے لئے صورت مسئلہ کا تعین فرمایا۔ مثلاً ماء مستعمل کی تعریف اور اس کا حکم متون مذہب میں بالفاظ ذیل منقول ہے:

والماء المستعمل لا یجوز استعماله فی طهارة الاحداث والماء المستعمل کل ماء ازیل به حدث او استعمل فی البدن علی وجه القربة۔[1]

اعلیٰ حضرت نے کل ماء میں ماء قلیل کی قید پھر بدن سے جدا ہونے کی قید کا بھی اضافہ فرمایا اور ستائیس احتمالات قائم کر کے پانی کے مستعمل ہونے کی صورت متعین فرمائی اس موضوع پر مکمل مفصل تحقیق پر رسالہ "الطرس المعدل" نامی ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جسم انسانی کا پانی سے مس پانی کو کب مستعمل بناتا ہے اس پر مفصل توضیح و تفسیر اور احتمالی صورتوں کی تعلیل وغیرہ کے ساتھ نہایت درجہ محقق و منقح بیان کے لئے ایک بسیط رسالہ النمیقة الانقی تحریر فرمایا۔ بچوں کی صغیر و کبیر اشیاء کا استعمال ممنوع ہونے اور اس کا ہبہ باطل ہونے پر ایک مفصل

---

[1] قدوری ص ۷۔

رسالہ عطاء النبی تحریر فرمایا۔ جس میں مبہم عبارتوں کی تشریح اور احتمالات کی تعیین اور صورت مسئلہ کا تقرر وغیرہ مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ اور رسائل و حواشی میں تخریجات کی نظائر کم نہیں ہیں۔

ائمہ سابقین کی تخریجات میں جو تسامح ہوا ہے اس کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ رسالہ "اضاءۃ الطلاق" اور "جد الممتار" میں اس کے نظائر و شواہد موجود ہیں امام ابن ہمام، ملا ابو السعود، ابن کمال، برجندی، زیلعی، ملک العلماء کاسانی، فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسی علیہم الرحمہ کی تخریجات پر جابجا مدلل کلام فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی ان ابحاث پر نظر پڑنے کے بعد ایک دانشمند قاری آپ کا مقام ائمہ تخریج میں آسانی سے متعین کر سکتا ہے۔

(۴) حوادث و وقائع کا سلسلہ غیر متناہی ہے جب کہ نصوص شرعیہ متناہی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر نئے پیدا ہونے والے مسئلہ کا حکم شرعی اجتہاد کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔ مجتہدین فی المسائل امام مطلق کے اصول و قواعد کی روشنی میں ان مسائل کو حل فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے دور میں پیدا ہونے والے سیکڑوں مسائل میں احکام کا استخراج فرمایا ہے مثلاً نوٹ کی ایجاد کے بعد کئی قسم کے مسائل پیدا ہوئے کہ نوٹ سونا چاندی نہیں ہے لیکن قیمتی ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ جنس قدری نہیں ہے بلکہ عددی ہے تو اس کی بیع تفاضل سود کہلائے گی یا نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے نوٹ کی حقیقت شرعی متعین کر کے اس سے متعلق احکام کا بیان فرمایا۔ آپ کا یہ فتویٰ سو صفحات سے متجاوز ہوگیا۔ جس کا تاریخی نام کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم ہے عرب و عجم کے مشائخ کبار نے اسے بے پناہ سراہا۔ دوسری شوگر مل سے متعلق یہ بات مشہور ہو کر حکم شرع کی طالب ہو گئی کہ

شکر کا تصفیہ ہڈیوں کے بُرادہ سے کیا جاتا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ یہ ہڈیاں حلال جانوروں کی ہیں یا نہیں۔ پاک ہیں یا ناپاک؟ اعلیٰ حضرت نے دریافت حکم کے لئے دس مقدمات استدلال کے ساتھ قائم فرمائے اس کے بعد نہایت اعلیٰ تحقیق کے ساتھ حکم شرع کا استنباط فرمایا۔ آپ کی یہ تحقیق وسیع ہوکر رسالہ "الاحلی من السکر" کی شکل میں کئی اجزاء میں سمائی ریل پر نماز کا حکم کیا ہے جن مقامات میں ایک شب و روز کا سال ہوتا ہے وہاں روزہ نماز کا کیا حکم ہے؟ ریلوے گارڈ اور ڈرائیور ٹرین لے کر مسافت سفر طے کریں تو وہ مسافر کہلائیں گے یا نہیں ان تمام کا حکم استخراج فرمایا۔ [1]

سلف کے استنباط میں جو مواضع تنقیح طلب تھے ان کی تنقیح فرمائی بطور نمونہ ایک مثال پر اکتفاء کرتا ہوں۔

حکم ائمہ یہ ہے کہ وصی یا وارث نے میت کی تجہیز و تکفین مثل اپنے مال سے کردی تو ترکہ سے اپنی رقم واپس لے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ جہاز و کفن محل دین میں شمار ہوگا یا اسے حق تکفین سے مؤخر کرنا پڑے گا۔ اور حکم تکفین میں ارکھیں تو اس سے رقم کی ادائیگی دیون پر مقدم ہوگی۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ کفن دینے والا اسوۃ الغرماء ہے اس کا حق دیگر قرضخواہوں پر مقدم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ دین پر تجہیز کی تقدیم حق میت کے سبب تھی جس طرح حالت حیات میں ذاتی حق مثل نان شبینہ دیون پر مقدم تھا اور جب وصی یا وارث نے تکفین کردی تو حق میت ساقط ہوگیا اب صرف ادائے دین کی صورت رہ گئی۔ فھو اسوۃ الغرماء اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ کوئی شخص لباس کا ضرورت مند ہو تو اس کی یہ ضرورت عام دیون پر مقدم ہوگی۔ لیکن اگر کسی نے

---

[1] فتاوٰی رضویہ ج سوم کتاب الصلوٰۃ۔

اسے یہ شرط رجوع لباس دے دیا تو یہ دینا دیگر دیون پر مقدم نہ ہوگا بلکہ وہ بھی احد الدائنین میں شمار ہے نیز یہ کہ آدمی اپنی حیات میں اکل و شرب و دیگر حاجات اصلیہ کے لئے دین لیتا ہے تو یہ دائن کسی صورت سے اس سے کم درجہ نہیں جس نے موت کے بعد طاری ہونے والی حاجت کے لئے دین دیا۔[۱]

اعلیٰ حضرت کے استنباط و استخراج کو اگر ہم تفصیل سے قلمبند کریں تو یقیناً ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

ان شواہد کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مجتہد فی المسائل کہنے میں بھی ہمیں کسی قسم کا تردد یا اشکال نظر نہیں آتا بلکہ اعلیٰ حضرت میں یہ اوصاف بطور ملکہ تھے۔

(۵) اعلیٰ حضرت جہاں دین کے اصول و فروع اور عربیت کے فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے وہیں آپ فقیہ النفس بھی تھے عہد طفلی میں بھی صاحب بصیرت مفتی دکھائی دیتے ہیں آپ نے آٹھ سال کی عمر میں فرائض کا ایک دقیق فتویٰ تحریر فرمایا[۲] اور جب آپ عمر کے تیرھویں سال میں داخل ہوئے اس وقت درس نظامیہ سے متعلق علوم و فنون میں آپ ماہر ہو چکے تھے بلکہ زیر تعلیم کتابوں پر آپ کے حواشی و تعلیقات بھی موجود تھے۔ اور جب آپ تیرہ سال دس مہینہ پانچ دن کی عمر کو پہنچے اسی روز آپ پر نماز فرض ہوئی اور اسی روز آپ کے والد ماجد نے منصب افتار پر مامور فرمایا۔ بیٹھتے ہی آپ کے سامنے سب سے پہلے حرمت رضاعت سے متعلق ایک وقت طلب مسئلہ پیش ہوا کہ ناک کے ذریعہ عورت کا دودھ بچے کے حلق میں پہنچ گیا تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں۔ آپ نے مدلل طور پر حرمت رضاعت ثابت ہونے کا حکم صادر فرمایا۔[۳]

---

[۱] جد الممتار بر حاشیہ رد المحتار ج ۵ ص ۲۴۳ [۲] حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۳۰ [۳] الملفوظ ج ۱ ص ۱۴۔

ابتدائے عمر میں ہی آپ کو فقہی جزئیات وکلیات پر عبور حاصل تھا عمر کے اضافہ کے ساتھ آپ کی علمی گہرائی، وسعت مطالعہ اور ممارست و تجربہ میں اضافہ ہوتا گیا آپ کی فقہی خصوصیات میں یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے کہ ابتداء سے لے کر اخیر عمر تک آپ کے فتاویٰ تحقیق پر مبنی ہوتے تھے اور آپ کو کسی فتویٰ سے رجوع کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

اعلیٰ حضرت کی فقہی اور کلامی بحثیں اور انداز تحقیق دیکھنے کے بعد ہم درج ذیل نتائج بھی اخذ کرتے ہیں۔

(الف) کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کتاب اللہ سے استنباط ممکن ہو تو اسے نظر انداز نہیں ہونے دیتے۔ یہ ضرورت نہیں کہ جو مسئلہ زیر بحث ہے اسی پر قرآنی شہادت قائم کی جائے بلکہ ضمنی مسائل اور مسئلۂ زیر بحث کے مقدمات پر گفتگو کرتے ہوئے بھی قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں اور جب آپ کتاب اللہ سے کوئی دلیل لیتے ہیں تو بسا اوقات اصولی اور تفصیلی بحثیں بھی سامنے آجاتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم مفسر اور ماہر اصول فقہ ہیں ساتھ ہی ساتھ مفسرین کرام کے اقوال اور بے شمار کتب تفسیر پر عبور تامہ ہونے کا یقین ہو جاتا ہے ہم اپنی تائید میں اعلیٰ حضرت کی تصنیف کردہ "تجلی الیقین، جزاء اللہ عدوہ، الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ، الامن والعلیٰ سبحٰن السبوح جیسی متعدد تصانیف کو پیش کر سکتے ہیں اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کا قابل تعریف موقف یہ بھی ہے کہ تفسیر قرآن میں اپنی رائے کو ہرگز دخل نہیں دیتے۔

(ب) اعلیٰ حضرت کے تحقیقی فتاویٰ میں احادیث کریمہ کی شہادتیں اس وسیع پیمانے پر ملتی ہیں کہ گویا تمام احادیث مرویہ آپ کی نگاہ میں تھیں۔ احادیث کے راویوں، حدیث کے صحت وضعف اور دوسرے اقسام، الفاظ کے تغیرات متن و سند کی زیادات پر موقع موقع سے بحثیں بھی فرماتے ہیں۔ جرح و تعدیل کے الفاظ

و معانی اور متن کے اقسام دلالات احادیث کے محمولات اور محتملات نیز دیگر نکات پر بھی آپ گہری نظر رکھتے تھے۔ بالعموم کوئی بھی حدیث بے حوالۂ کتب ذکر نہیں فرماتے ایک ایک حدیث کی تخریج میں کبھی کبھی دس پندرہ کتابوں کے نام بہ طور حوالہ ذکر فرماتے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر آپ کے پیشروؤں سے کسی حدیث کے حوالہ میں کوئی سہو ہوگیا تو آپ اُس کی تصحیح تخریج فرماتے ہیں اور نتائج کی نشاندہی بھی فرماتے ہیں اسی طرح مراد حدیث میں کسی سے چوک ہوئی تو اس پر بھی آگاہ فرماتے ہیں۔

(ج) مسائل فقیہہ کے استخراج اور استنباط و تائید میں ضمناً کئی علوم کا بکثرت استعمال فرمائے۔ لغت، نحو، صرف، معانی، بیان، منطق و فلسفہ، حساب اقلیدس اور ہیئت وغیرہ سے مدد لینے میں کسر نہیں اُٹھا رکھتے۔

علوم کی معرفت و ممارست بہت ہی اہم اور مشکل شئی ہے لیکن کمال علم و وفور علم یہ ہے کہ علوم غیر متعلقہ سے بھی مقصد برآری میں کامیابی حاصل کرلی جائے۔ اور سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ علوم و فنون کو دین متین کی خدمت میں بھی لگادیا جائے اعلیٰ حضرت کو یہ خصوصیت بدرجۂ کمال حاصل تھی۔

اعلیٰ حضرت کے فتوئی وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اول نظر میں آپ کی حسب ذیل خصوصیات کا ادراک ہر قاری کو ہوتا ہے۔

(۱) جس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں اس میں اقوال سلف کا استقصاء فرماتے ہیں

(۲) احتمال شقوق کا استیعاب کرتے ہیں۔

(۳) غیر معتمد اقوال و شقوق پر کلام وافر فرماتے ہیں۔

(۴) کلام سلف کی توجیہات کرتے ہیں۔

(۵) اقوال متبائنہ و دلائل مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں۔

(۶) تطبیق و توجیہہ ناممکن ہو تو ترجیح دیتے ہیں۔

(۷) توجیہ و توفیق اور ترجیح کے اسباب وعلل پر مدلل کلام فرماتے ہیں۔
(۸) ضوابط کلیہ وضع فرماتے ہیں۔
(۹) اصلاح و اضافہ فرماتے ہیں۔
(۱۰) دلائل کا تکاثر پایا جاتا ہے۔
(۱۱) دلائل و مسائل کی بھرپور تنقیح فرماتے ہیں۔
(۱۲) مسائل جدیدہ کا استنباط کرتے ہیں۔
(۱۳) علوم عصریہ سے دینی مسائل کی تائید فرماتے ہیں۔

اس قسم کی بے شمار خوبیاں اعلیٰ حضرت کی فقہی تصانیف میں نظر آتی ہیں۔ جو قاری فقہ میں جتنی بصیرت رکھتا ہوگا اُتنا ہی زیادہ اس کے خزانۂ علم میں اضافہ ہوگا اور اعلیٰ حضرت کے تفقہ سے اس کا تاثر بھی اسی حساب سے ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کی انھیں فقہی تحقیقات اور بے مثال تنقیحات کا جائزہ لینے کے بعد علامہ سید اسمٰعیل مفتی حرم علیہ الرحمہ پکار اُٹھے۔

لو رآہ الامام ابوحنیفہ لجعلہ فی اصحابہ[1]

ایک حد تک ہم بھی اس رائے سے متفق ہیں کہ اعلیٰ حضرت قواعد اصول و فروع احکام میں امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد تھے اور تقلیدی شان کے ساتھ ہی منصب اجتہاد فی المسائل و اجتہاد فی المذہب کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔

آپ کے معاصرین بھی آپ کے تبحر علمی اور ملکۂ استخراج پر اعتماد رکھتے تھے بلاشبہ آپ نے فقہ حنفی کے لئے بہترین مواد اور عظیم ترین سرمایہ چھوڑا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ۔

---

[1] الاجازات المتینہ ص ۹

اعلیٰ حضرت کی

فقہی تصانیف

(الف) (اُردو) (مطبوعہ)

(الف) ۔ اُردو (مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱	الطراز الرضیہ علی النیرۃ الوضیہ	مکتبۂ قادریہ لاہور	۱۲۹۵ھ
۲	نقاء النیرۃ فی شرح الجوہرۃ	〃 لاہور	۱۲۹۵ھ
۳	نقاء النیرۃ فی شرح الجوہرۃ	〃 لکھنؤ	۱۲۹۵ھ
۴	الفس الفکر فی قربان البقر	〃 اہلسنت بریلی	۱۲۹۸ھ
۵	الامر باحترام المقابر	〃 〃 بریلی	۱۲۹۸ھ
۶	اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ	رضوی کتبخانہ بریلی	۱۲۹۹ھ
۷	انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ ﷺ	〃 〃 بریلی	۱۳۰۴ھ
۸	البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للتعجل	سُنّی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۰۵ھ
۹	ازکی الھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال	〃 〃 مبارکپور	۱۳۰۵ھ

نوٹ ۔ کتاب نمبر ۸ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم میں شریک اشاعت ہے اور کتاب نمبر ۹ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں شریک اشاعت ہے ۔

نمبر سلسلہ	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱۰	حیات الموات فی بیان سماع الاموات	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۰۵ھ
۱۱	النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید	" " "	۱۳۰۵ھ
۱۲	تبیان الوضوء		۱۳۰۶ھ
۱۳	اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام	حسنی پریس بریلی	۱۳۰۶ھ
۱۴	صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین	مطبع اہلسنّت بریلی	۱۳۰۶ھ
۱۵	تجلی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ	رضا اکیڈمی لاہور	۱۳۰۷ھ
۱۶	سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید	مطبع اہلسنّت بریلی	۱۳۰۷ھ
۱۷	التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۰۷ھ
۱۸	الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ہاشم	حنفیہ پٹنہ	۱۳۰۷ھ
۱۹	عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۰۷ھ
۲۰	حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب	رضوی کتب خانہ بریلی	۱۳۰۷ھ
۲۱	حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان	کتبۂ حنفیہ پٹنہ	۱۳۰۷ھ
۲۲	الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن	حسنی پریس بریلی	۱۳۰۸ھ
۲۳	اجلی المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال	" " بریلی	۱۳۰۸ھ
۲۴	اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۰۹ھ
۲۵	الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز	رضوی کتب خانہ بریلی	۱۳۰۹ھ
۲۶	جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت	سُنّی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۰ھ
۲۷	رعایۃ المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین	" " "	۱۳۱۰ھ

نوٹ:- کتاب ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۲۵ بشمول طباعت فتاوٰی رضویہ جلد سوم کتاب ۱۸تا۲۱ بشمول طباعت فتاوٰی رضویہ جلد پنجم۔ کتاب ۱۰ ۔ ۲۷ بشمول طباعت فتاوٰی رضویہ جلد چہارم۔

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ کیفیت
۲۸	بذل الجوائز علی الدعاء بعد الصلوٰۃ الجنائز	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۱ھ
۲۹	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق	" " "	۱۳۱۱ھ
۳۰	وادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواسات وھراسات الفقراء	رضا برقی پریس بریلی	۱۳۱۲ھ
۳۱	الطائب التهانی فی النکاح الثانی	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۲ھ
۳۲	القلادۃ المرصعہ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ	" " "	۱۳۱۲ھ
۳۳	سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب	" " "	۱۳۱۲ھ
۳۴	وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح	" " "	۱۳۱۲ھ
۳۵	سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء	رضا برقی پریس بریلی	۱۳۱۲ھ
۳۶	وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید	اہلسنت بریلی	۱۳۱۲ھ
۳۷	القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعۃ الثانیہ	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۳ھ
۳۸	حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین	اہلسنت بریلی	۱۳۱۳ھ
۳۹	شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ	مطبع حنفیہ پٹنہ	۱۳۱۵ھ
۴۰	الاعلام بحال البخور فی الصیام	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۵ھ
۴۱	النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز	" " "	۱۳۱۵ھ
۴۲	تجویز الرد عن تزویج الابعد	" " "	۱۳۱۵ھ
۴۳	صبۃ النساء فی تحقیق المصاھر بالزنا	" " "	۱۳۱۵ھ
۴۴	مروج النجا لخروج النساء	اہلسنت بریلی	۱۳۱۵ھ
۴۵	لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی	رضوی کتب خانہ بریلی	۱۳۱۵ھ
۴۶	اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (?) / اشراقۃ العاز بحجر الکرائم عن کلاب النار	مکتبہ حنفیہ پٹنہ	۱۳۱۶ھ

نمبر سلسلہ	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۴۷	الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۱۶ھ
۴۸	تفاسیر الاحکام لفدیة الصلاة والسلام	〃 〃 مبارکپور	۱۳۱۶ھ
۴۹	ماحی الضلالة فی انکحة الهند والبنجاله	〃 〃 〃	۱۳۱۷ھ
۵۰	افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان	مطبع حنفیہ پٹنہ	۱۳۱۸ھ
۵۱	خیر الآمال فی حکم الکسب والسؤال		۱۳۱۸ھ
۵۲	مرامی زاغیان معروف بہ دفع زیغ زاغ	اہلسنت بریلی	۱۳۲۰ھ
۵۳	الحلیة الاسماء لحکم بعض الاسماء	مطبع حنفیہ پٹنہ	۱۳۲۰ھ
۵۴	طرق اثبات الہلال	〃 〃 پٹنہ	۱۳۲۰ھ
۵۵	اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر	〃 〃 〃	۱۳۲۰ھ
۵۶	الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل	اہلسنت بریلی	۱۳۲۰ھ
۵۷	الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل	شیخ غلام علی لاہور	۱۳۲۰ھ
۵۸	مرقاة الجمان فی الهبوط عن المنبر لمدح السلطان	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۲۰ھ
۵۹	اوفی اللمعة فی اذان یوم الجمعة	〃 〃 مبارکپور	۱۳۲۰ھ
۶۰	الجلی الحسن فی حرمة ولد اللبن	ماہنامہ اعلیٰ حضرت دسمبر ۶۳ء بریلی	۱۳۲۰ھ
۶۱	اتیان الارواح لدیارهم بعد الرواح	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۲۱ھ
۶۲	اعالی الافادة فی تعزیة الهند وبیان الشهادة	مکتبہ کلیمی کانپور	۱۳۲۱ھ
۶۳	القاء التحقیق بباب التعلیق	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۲۲ھ
۶۴	اهلاک الوهابین علیٰ توهین قبور المسلمین	اہلسنت بریلی	۱۳۲۲ھ
۶۵	هدایة الجنان باحکام رمضان	سنی دار الاشاعت مبارکپور	۱۳۲۳ھ
۶۶	الجود الحلو فی ارکان الوضوء	〃 〃 〃	۱۳۲۴ھ

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۶۷	تنویر القندیل فی اوصاف المندیل	سنی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۴ھ
۶۸	لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام	〃 〃 〃	۱۳۲۴ھ
۶۹	الطراز المعلم فیما هو حدث من احوال الدم	〃 〃 〃	۱۳۲۴ھ
۷۰	هدایة المتعال فی حد الاستقبال	〃 〃 〃	۱۳۲۴ھ
۷۱	نبه القوم ان الوضوء من ای نوم	〃 〃 〃	۱۳۲۵ھ
۷۲	تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون	مطبع سعیدی رام پور	۱۳۲۵ھ
۷۳	حسن التعمم لبیان حد التیمم	سنی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۵ھ
۷۴	السهم الشهابی علی خداع الوهابی	مکتبہ الحبیب الٰہ آباد	۱۳۲۵ھ
۷۵	العروس المعطار فی زمن دعوة الافطار	سنی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۶ھ
۷۶	بدر الانوار فی آداب الآثار	اہلسنت بریلی	۱۳۲۶ھ
۷۷	بارق النور فی مقادیر ماء الطهور	سنی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۷ھ
۷۸	برکات السماء فی حکم اسراف الماء	اہلسنت بریلی	۱۳۲۷ھ
۷۹	النمیقة الانقی فی فرق الملاقی والملقی	〃 〃	۱۳۲۷ھ
۸۰	الهادی الحاجب عن جنازة الغائب	〃 〃	۱۳۲۷ھ
۸۱	ترجمہ شمائم العنبر	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	۱۳۲۷ھ
۸۲	ارتفاع الحجب عن وجوه قراءة الجنب	سنی دارالاشاعت مبارکپور	۱۳۲۸ھ
۸۳	الکشف شافیا فی حکم فونوجرافیا	حسنی پریس بریلی	۱۳۲۸ھ
۸۴	الذیل المنوط لرسالة النوط	اہلسنت 〃	۱۳۲۹ھ
۸۵	کاسر السفیه الواهم فی ابدال قرطاس الدراهم	〃 〃	۱۳۲۹ھ
۸۶	نوٹ کے مسائل	〃 〃	۱۳۲۹ھ

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۸۷	عطایا القدیر فی حکم التصویر	اہلسنت بریلی	۱۳۳۱ھ
۸۸	تعبیر خواب و ھوائے رحباب	تحفۂ حنفیہ پٹنہ	۱۳۳۲ھ
۸۹	نھج السلامۃ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامہ	مکتبہ کلیمی اہلسنت کانپور	۱۳۳۳ھ
۹۰	النھی النمیر فی الماء المستدیر	اہلسنت بریلی	۱۳۳۴ھ
۹۱	رحب الساحۃ فی میاہ لایستوی وجھھا وجوفھا فی الساحۃ	"	۱۳۳۴ھ
۹۲	ھبۃ الحبیر فی حکم ماء کثیر	"	۱۳۳۴ھ
۹۳	النور والنورق لاسفار الماء المطلق	"	۱۳۳۴ھ
۹۴	عطایا النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی	"	۱۳۳۴ھ
۹۵	الرقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان	"	۱۳۳۴ھ
	سمح الندا ملعو فیما یورث العجز عن الماء	"	۱۳۳۵ھ
۹۷	الظفر لقول زفر	"	نامعلوم
۹۸	المطر السعید علی نبت جنس الصعید	"	۱۳۳۵ھ
۹۹	الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید	"	۱۳۳۵ھ
۱۰۰	قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء	"	۱۳۳۵ھ
۱۰۱	الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ	"	۱۳۳۵ھ
۱۰۲	مجلی الشمعہ بجامع حدث ولمعہ	"	۱۳۳۵ھ
۱۰۳	البدور الاجلہ فی امور الاھلہ	حسنی پریس "	
۱۰۴	انوار البشارۃ فی مسائل حج والزیارۃ	قادری پریس "	۱۳۳۹ھ

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱۰۵	اسراءۃ الادب لفاضل النسب	مطبع سنانی میرٹھ	
۱۰۶	احکام شریعت حصہ اول	رضوی کتبخانہ بریلی	
۱۰۷	احکام شریعت حصہ دوم	؍ ؍	
۱۰۸	احکام شریعت حصہ سوم	؍ ؍	
۱۰۹	احکام شریعت حصہ چہارم	؍ ؍	
۱۱۰	عرفان شریعت حصہ اول	؍ ؍	
۱۱۱	عرفان شریعت حصہ دوم	؍ ؍	
۱۱۲	عرفان شریعت حصہ سوم	؍ ؍	
۱۱۳	امام الکلام فی قراءۃ خلف الامام	؍ ؍	
۱۱۴	اذان من اللہ لقیام سنۃ نبی اللہ	؍ ؍	
۱۱۵	الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ	سنانی کتبخانہ میرٹھ	
۱۱۶	السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ	؍ ؍	
۱۱۷	مسائل سماع	مکتبہ کلیمی کانپور	
۱۱۸	المعرکۃ اللمعا علی طالع نطق بکفر طوعاً		
۱۱۹	النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء	انجمن اشرفی دارالمطالعہ مبارکپور	
۱۲۰	رویت ہلال کا ضروری فتویٰ		
۱۲۱	نفی العار عن معائب المولوی عبدالغفار		
۱۲۲	حاشیۃ الاصناف فی احکام الاوقاف		
۱۲۳	منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین	کتب خانہ سنانی میرٹھ	۲۳ھ ۱۳
۱۲۴	جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور	بریلی	۳۹ھ ۱۳

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱۲۵	بوریق المنار بشموع المزار	کتب خانہ سمنانی میرٹھ	۱۳۳۱ھ
۱۲۶	السیف الصمدانی الی السنتالی والکمانی		۱۳۳۲ھ
۱۲۷	الرمز الواصف علی سوال مولانا اصف	رفاہ عام پریس بریلی	۱۳۳۹ھ
۱۲۸	الرصل الرصف علی سوال مولانا اصف	بریلی	۱۳۳۹ھ

(ب) اُردو (غیر مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱	بذل الصفا لعبد المصطفیٰ		۱۳۰۰ھ
۲	الجمل المسدد ان ساب المصطفیٰ مرتد		۱۳۰۱ھ
۳	نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء		۱۳۰۲ھ
۴	اجود القرٰی لمن یطلب الصحۃ فی اجارۃ القرٰی		۱۳۰۲ھ
۵	الهوء لؤ العقود لبیان حکم امراۃ المفقود		۱۳۰۵ھ
۶	باب غلام مصطفٰے		۱۳۰۵ھ
۷	حکم رجوع من ولی فی نفقۃ العرس والجهاز		۱۳۰۷ھ
۸	رفیع المدارک فی حکام السوائب و ساطرح المالک		۱۳۱۰ھ
۹	اول من صلی الصلوٰت الخمسہ		۱۳۱۰ھ
۱۰	السنی والدرر لمن عمس منی آمر درس		۱۳۱۱ھ
۱۱	ستر جمیل فی مسائل السراویل		۱۳۱۲ھ
۱۲	حق الاحقاق فی حادثۃ من نزول الطلاق		۱۳۱۲ھ
۱۳	النجم الجد فی حفظ المسجد		۱۳۱۶ھ

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	کیفیت	سنہ تصنیف
۱۴	الشرا البھیہ فی تحدید الوصیہ		۱۳۱۷ھ
۱۵	لب الشعور باحکام الشعور		۱۳۱۸ھ
۱۶	انقۃ المجاربہ عن حلف الطالب عن طلب المواثبہ		۱۳۲۱ھ
۱۷	رد القضاۃ الی حکم الولاۃ		۱۳۲۳ھ
۱۸	الحق المجتلی فی احکام فی المبتلی		۱۳۲۴ھ
۱۹	سفاد البحر فی الصلوۃ بمقرۃ او جنب قبر		۱۳۲۶ھ
۲۰	حوال اللولتبیین الخلو		۱۳۲۶ھ
۲۱	تابع النور علی سوال جبل پور		۱۳۲۹ھ
۲۲	احکام الاحکام فی التناول من ید من قالہ حرام		
۲۳	نور الادلہ لبدور الاجلہ		
۲۴	رفع العلہ عن نور الادلہ		
۲۵	السنی المشکوۃ فی تنقیح احکام الزکوۃ		
۲۶	اسعد السؤل		
۲۷	سلامۃ اللہ لاھل السنہ		
۲۸	کمال الاکمال شرح جمال الاجمال		
۲۹	حاشیہ غنیۃ المستمل		
۳۰	احسن المقاصد فی بیان ما تخرج عند المساجد		۱۳۰۵ھ
۳۱	رعایۃ السنہ فی ان التھجد نفل او سنہ		۱۳۱۲ھ
۳۲	ما یجلی الاعران تحدید المص		۱۳۲۳ھ

(ج) عربی (مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱	حجل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیہ	بریلی	۱۳۰۴ھ
۲	صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین	مبارکپور	۱۳۰۵ھ
۳	کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراہم	بریلی	۱۳۲۴ھ
۴	ھدایت المسلمین الی ما یجب فی الدین[1]		۱۳۳۰ھ
۵	اجلی الاعلام فی ان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام	مکتبہ ایشق ترکی	

(د) عربی (غیر مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	کیفیت	سنہ تصنیف
۱	عبقری حسان فی اجابت الاذان		۱۲۹۹ھ
۲	حسن البراعہ فی تنفیذ حکم الجماعہ		۱۲۹۹ھ
۳	شوارق النساء فی حد المصر والفناء		۱۳۰۰ھ
۴	احسن الجلوہ فی تحقیق المیل والذراع والفرسخ والغلوہ۔		۱۳۰۰ھ
۵	المقالۃ المسفرہ عن احکام البدعۃ المکفرہ		۱۳۰۱ھ
۶	لمعۃ الشمعہ۔		۱۳۰۰ھ
۷	منزع المرام فی التداوی بالحرام		۱۳۰۲ھ

[1] بحوالہ معجم المطبوعات الرضویہ صفحہ ۶۲۹۔

سنہ تصنیف	کیفیت	اسمائے کتب	نمبر سلسلہ وار
۱۳۰۳ھ		جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلوٰۃ فی النعال	۸
۱۳۰۳ھ		معدل الزلال فی اثبات الھلال	۹
۱۳۰۴ھ		طوالع النور فی حکم السراج علی القبور	۱۰
۱۳۰۵ھ		ازدین کافل لحکم القعدۃ فی المکتوبۃ والنوافل	۱۱
۱۳۰۶ھ		الحلاوۃ التدارہ فی موجب سجود التلاوۃ	۱۲
۱۳۰۷ھ		الصافیۃ الوجیہ لحکم جلود الاضحیہ	۱۳
۱۳۰۷ھ		الطرۃ فی ستر العورۃ	۱۴
۱۳۰۷ھ		النمح الملیحہ فیما نھی عن اجزاء الذبیحہ	۱۵
۱۳۰۸ھ		فتح السلیک فی حکم التملیک	۱۶
۱۳۱۳ھ		الکاس الدھاق باضافۃ الطلاق	۱۷
۱۳۱۴ھ		ھادی الاضحیہ بالشاۃ الھندیہ	۱۸
۱۳۱۸ھ		الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیل	۱۹
۱۳۱۸ھ		ابجل ابداع فی حد الرضاع	۲۰
۱۳۲۳ھ		اضافات افاضات	۲۱
۱۳۱۴ھ		نقد البیان لحرمۃ ابنتہ اخی البیان	۲۲
۱۳۹۹ھ		الجوھر الثمین فی ماتنعقد بہ الیمین	۲۳
۱۳۱۹ھ		الفراز المذھب فی تجویز بغیر الکفو ومخالف النسب ۔	۲۴
		حاشیہ حلیۃ المحل	۲۵
		حاشیہ خادمی	۲۶

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب
۲۸	حاشیہ درر الاحکام
۲	حاشیہ تبیین الحقائق
۳۰	حاشیہ منحۃ الخالق
۳۱	حاشیہ عقود الدریہ تنقیح فتاوی حامدیہ
۳۲	حاشیہ فتاوی بزازیہ
۳۳	حاشیہ محلیۃ الطلبہ
۳۴	حاشیہ فوائد کتب عدیدہ
۳۵	حاشیہ شرح مسالک متقسط
۳۶	حاشیہ اصلاح شرح القیاس
۳۷	حاشیہ فتاوی عالمگیری
۳۸	حاشیہ فتاوی خانیہ
۳۹	حاشیہ فتاوی سراجیہ
۴۰	حاشیہ فتاوی خیریہ
۴۱	حاشیہ فتاوی حدیثیہ
۴۲	حاشیہ فتاوی زربینیہ
۴۳	حاشیہ فتاوی غیاثیہ
۴۴	حاشیہ فتاوی عزیزیہ
۴۵	حاشیہ کتاب الخراج
۴۶	حاشیہ الاسعاف فی احکام الاوقات
۴۷	حاشیہ اتحاف الابصار

نمبر سلسلہ	اسمائے کتب
۴۸	حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام
۴۹	حاشیہ اصلاح شرح ایضاح
۵۰	حاشیہ بدائع الصنائع
۵۱	حاشیہ البحر الرائق
۵۲	حاشیہ جوہرہ نیرہ
۵۳	حاشیہ جواہر اخلاطی
۵۴	حاشیہ جامع الفصولین
۵۵	حاشیہ جامع الرموز
۵۶	حاشیہ جامع الصغار
۵۷	حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ
۵۸	حاشیہ رسائل الارکان
۵۹	حاشیہ رسائل شامی
۶۰	حاشیہ رسائل قاسم
۶۱	حاشیہ شفاء الصغار
۶۲	حاشیہ عنایہ
۶۳	حاشیہ فتح القدیر
۶۴	حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار
۶۵	جد الممتار علی رد المحتار اول
۶۶	جد الممتار ″ ″ ثانی
۶۷	جد الممتار ″ ″ ثالث

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	کیفیت	سنہ تصنیف
۶۸	جد الممتار علی رد المحتار رابع		
۶۹	جد الممتار " " خامس		

(ط) فارسی (مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع	سنہ تصنیف
۱	الحجۃ الفائحہ بطیب التعیین والفاتحہ	مبارکپور	۱۳۰۷ھ
۲	تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	"	۱۳۲۰ھ
۳	الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین	بریلی	

(و) فارسی (غیر مطبوعہ)

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	سنہ تصنیف
۱	حاشیہ فتح المعین	
۲	لوامع البھا فی المصر للجمعۃ والاربع عقیبھا	۱۳۱۳ھ
۳	رویت ہلال رمضان	

(ن) فقہ اسلامی میں نادرالوجود تصانیف

نمبر سلسلہ وار	اسمائے کتب	مطبع
۱	العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد اول	اہلسنت بریلی
۲	" " " " دوم	" "
"	" " " " سوم	سُنی دارالاشاعت مبارکپور
"	" " " " چہارم	" "
"	" " " " پنجم	حسنی پریس بریلی
"	" " " " ششم	غیر مطبوعہ
"	" " " " ہفتم	"
"	" " " " ہشتم	"
"	" " " " نہم	"
"	" " " " دہم	"
"	" " " " یازدہم	"
"	" " " " دوازدہم	"

لہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ عرب وعجم سے جس زبان میں استفتاء کیا گیا اسی زبان میں فتویٰ دیا۔ مثلاً عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی میں۔ مذکورہ جلدوں میں فتاوے موجود ہیں۔

لبابُ الناس

کتابیات

عربی مآخذ

کتابیات

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	ابوداؤد شریف	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	مطبوعہ	مصر	سنہ ۱۳۴۹ھ
۲	ابن ماجہ شریف	محمد بن یزید ابن ماجہ	"	دہلی	سنہ ۱۲۶۳ھ
۳	اصول سرخسی	ابوبکر بن محمد بن احمد سرخسی	"	مصر	سنہ ۱۳۷۲ھ
۴	الاجازات المتینہ	حامد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۲۹۶ھ
۵	الاجازات الرضویہ	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتاب خانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۶	احیاء العلوم	امام غزالی	مطبوعہ	لکھنؤ	سنہ ۱۳۲۰ھ
۷	بخاری شریف	ابو عبداللہ محمد اسماعیل بخاری	"	کانپور	سنہ ۱۳۲۰ھ
۸	بیضاوی شریف	قاضی عبداللہ بن عمر الشافعی	"	لکھنؤ	سنہ ۱۲۸۲ھ
۹	بحر الرائق	زین الدین بن نجیم	"	مصر	سنہ ۱۳۱۱ھ
۱۰	بدائع و صنائع	ابوبکر کاشانی	"	"	
۱۱	تنویر الابصار	زیلعی	"	"	سنہ ۱۳۱۳ھ
۱۲	تبیین الحقائق	ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی	"	"	سنہ ۱۳۰۲ھ
۱۳	ترمذی شریف	امام ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ	"	فخر المطابع	سنہ ۱۲۷۰ھ
۱۴	توضیح شرح تنقیح	عبداللہ بن مسعود	"	کلکتہ	سنہ ۱۲۷۸ھ
۱۵	توضیح تلویح	مسعود بن عمر المعروف سعد الدین	"	لکھنؤ	سنہ ۱۲۹۲ھ
۱۶	تاریخ خطیب	ابوبکر بن احمد بن علی	"	مصر	سنہ ۱۳۴۹ھ

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ/مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۷	تاریخ الادب العربی	احمد حسن الزیات	مطبوعہ	بیروت	
۱۸	جد الممتار جلد اول	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتبخانہ جامعہ سنٹرل اسلام لکھنؤ	سنہ
۱۹	〃 جلد ثانی	〃	〃	〃	〃 〃
۲۰	〃 جلد ثالث	〃	〃	〃	〃 〃
۲۱	〃 جلد رابع	〃	〃	〃	〃 〃
۲۲	〃 جلد خامس	〃	〃	〃	〃 〃
۲۳	حاشیہ درر	ملا خسرو	مطبوعہ	دہلی	سنہ ۱۳۴۰ھ
۲۴	حلیہ	محی الدین النوروی	〃	مصر	سنہ ۱۳۰۷ھ
۲۵	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد	〃	〃	سنہ ۱۳۱۱ھ
۲۶	در مختار	مولانا علاء الدین	〃	ہوگلی	سنہ ۱۲۹۶ھ
۲۷	دار قطنی	امام علی بن احمد	〃	دہلی	
۲۸	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین	〃	〃	سنہ ۱۲۸۶ھ
۲۹	سنن بیہقی	ابو بکر احمد بن حسین ابن علی	〃	حیدر آباد	سنہ ۱۳۴۴ھ
۳۰	سل الحسام الہندی	محمد امین ابن عابدین			
۳۱	شرح وقایہ	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	〃	لکھنؤ	سنہ ۱۲۹۲ھ
۳۲	شرح منار	ملا احمد المعروف ملا جیون	〃	کانپور	سنہ ۱۳۳۵ھ
۳۳	شرح کنز	محمد محمود بن احمد المعروف قاضی بدر الدین	〃	مصر	سنہ ۱۳۸۵ھ
۳۴	شفاء العلیل	شہاب الدین احمد	〃	〃	سنہ ۱۳۲۵ھ
۳۵	شرح منیہ	ابراہیم بن محمد الحلبی	〃	لاہور	
۳۶	شرح سلم الثبوت	عبد الحق خیر آبادی	〃	کانپور	

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ/مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۳۷	شرح معتقد المنتقد	احمد رضا خاں	مطبوعہ	ترکی	سنہ ۱۳۹۵ھ
۳۸	شرح عقائد	علامہ سعد الدین	"	لکھنؤ	سنہ ۱۳۲۸ھ
۳۹	شرح مواقف	سید شریف جرجانی	"	"	سنہ ۱۳۹۲ھ
۴۰	صدرا	صدر الدین شیرازی	"	بمبئی	سنہ ۱۲۹۲ھ
۴۱	طحطاوی علی الدر	احمد طحطاوی	"	مصر	سنہ ۱۲۶۸ھ
۴۲	عقود الدریہ	الشیخ حمزہ فتح اللہ	"	"	سنہ ۱۳۰۸ھ
۴۳	فتح القدیر	کمال الدین بن ہمام	"	"	سنہ ۱۳۱۵ھ
۴۴	فتاویٰ قاضی خاں	فخر الدین قاضی خاں	"	دہلی	سنہ ۱۲۸۱ھ
۴۵	فواتح الرحموت	عبد العلیم	"	لکھنؤ	سنہ ۱۲۹۵ھ
۴۶	فصل الفضائی در رسم الافتا	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتاب خانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	سنہ ۱۲۹۶ھ
۴۷	الفقہ علی مذاہب الاربعہ	عبد الرحمٰن	مطبوعہ	مصر	سنہ ۱۳۴۹ھ
۴۸	قرآن شریف				
۴۹	مسلم شریف	امام مسلم	"	"	سنہ ۱۳۴۹ھ
۵۰	مناقب امام اعظم	الموفق احمد المکی	"	حیدرآباد	سنہ ۱۳۲۱ھ
۵۱	المختصر القدوری	ابو الحسن بن احمد قدوری	"	دہلی	سنہ ۱۳۹۱ھ
۵۲	منیۃ المصلی	سید الدین الکاشغری	"	کانپور	سنہ ۱۳۰۳ھ
۵۳	المسلک المتقسط	ملا علی قاری	"	مصر	سنہ ۱۳۸۸ھ
۵۴	المنجد	لوئیس معلوف	"	"	سنہ ۱۹۶۰ء
۵۵	نزہۃ الخواطر جلد اول	عبد الحی	"	حیدرآباد	سنہ ۱۳۸۴ھ
۵۶	" جلد ثانی	"	"	"	"

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۵۷	نزہۃ الخواطر جلد ثالث	عبد الحئی	مطبوعہ	حیدرآباد	سنہ ۱۳۸۷ھ
۵۸	" جلد رابع	"	"	"	"
۵۹	" جلد خامس	"	"	"	"
۶۰	" جلد سادس	"	"	"	"
۶۱	" جلد سابع	"	"	"	"
۶۲	" جلد ثامن	"	"	"	"
۶۳	دانی	امین بن ابراہیم	"	مصر	
۶۴	ہدایہ	برہان الدین	"	لکھنؤ	سنہ ۱۳۹۳ھ

اردو ماخذ

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۶۵	الاستمداد	احمد رضا خاں	مطبوعہ	لاہور	سنہ ۱۳۹۶ھ
۶۶	امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں	یٰسین اختر	"	الہ آباد	سنہ ۱۹۷۷ء
۶۷	اصول فقہ اسلام	عبد الرحمٰن	"	کراچی	سنہ ۱۹۶۷ء
۶۸	الرد الناہر علی ذام النبی الحاجز	احمد رضا خاں	مخطوطہ کتب خانہ جامعہ منظر اسلام بریلی		سنہ ۱۳۲۶ھ
۶۹	اردو انسائیکلو پیڈیا	سید سبط حسن و احمد ندیم وغیرہ	مطبوعہ	کراچی	سنہ ۱۹۶۳ء
۷۰	القاموس المشاہیر	نظامی بدایونی	"	بدایوں	سنہ ۱۹۲۴ء
۷۱	اسباب بغاوت ہند	سر سید احمد خاں	"	کراچی	سنہ ۱۹۵۷ء
۷۲	ایام غدر	مسز ہورلسٹ انگلیسی ترجمہ ظفر حسن عاصی	"		سنہ ۱۹۲۳ء

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ/مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۷۳	انتصار الاسلام	محمد قاسم نانوتوی	مطبوعہ	دیوبند	سنہ ۱۳۸۰ھ
۷۴	آزاد کی کہانی	مرتب عبد الرزاق ملیح آبادی	"	دہلی	سنہ ۱۹۵۸ء
۷۵	احکام شریعت	احمد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۹۰۰ء
۷۶	الاعلام بحال البخور فی الصیام	"	"	"	سنہ ۱۳۱۵ھ
۷۷	اعلام الاعلام	"	مخطوطہ	کتب خانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	سنہ ۱۳۰۶ھ
۷۸	اذکی الاہلال	"	مطبوعہ	بریلی	سنہ ۱۳۰۵ھ
۷۹	اشرف السوانح	عزیز الحسن	"	لاہور	سنہ ۱۹۶۰ء
۸۰	باغی ہندوستان	تالیف فضل حق خیرآبادی ترجمہ عبد الشکور	"	بجنور	سنہ ۱۹۷۴ء
۸۱	بعض مکاتیب حضرت مجدد	احمد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۳۳۴ھ
۸۲	تاریخ ہند	سید محمد ہاشمی	"	حیدرآباد	سنہ ۱۳۳۹ھ
۸۳	تاریخ الفقہ	عبد السلام	"	اعظم گڈھ	سنہ ۱۳۸۶ھ
۸۴	تقویۃ الایمان	محمد اسماعیل دہلوی	"	کانپور	سنہ ۱۳۲۲ھ
۸۵	تاریخ علم فقہ	سید عمیم الاحسان	"	دہلی	سنہ ۱۹۶۲ء
۸۶	تذکرہ مشائخ دیوبند	عزیز الرحمن	"	بجنور	سنہ ۱۹۶۷ء
۸۷	تذکرہ اکابر اہلسنت	عبد الحکیم شرف	"	لاہور	
۸۸	تذکرہ علمائے اہلسنت	محمود احمد قادری	"	کانپور	سنہ ۱۳۹۱ھ
۸۹	تقدیس الوکیل	اقبال احمد	"	لاہور	
۹۰	تذکرۂ رضا	محمد احمد مصباحی	"	الہ آباد	سنہ ۱۹۷۵ء

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	مطبوعہ / مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۹۱	تذکرہ کاملانِ رامپور	حافظ احمد علی شوقی	مطبوعہ	دہلی	سنہ ۱۹۲۹ء
۹۲	جنگ آزادی ۱۸۵۷ء	خورشید مصطفیٰ	"	"	سنہ ۱۹۵۹ء
۹۳	جواہر البیان	نقی علی خاں	"	بریلی	سنہ ۱۹۱۷ء
۹۴	حدائق الحنفیہ	فقیر محمد	"		
۹۵	حیات شبلی	سید سلیمان ندوی	"	اعظم گڈھ	سنہ ۱۹۴۳ء
۹۶	حیات اعلحضرت	محمد ظفر الدین رضوی	"	کراچی	سنہ ۱۹۳۸ء
۹۷	حدائق بخشش حصہ اول	احمد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۳۰۵ھ
۹۸	" " حصہ دوم	"	"	"	سنہ ۱۳۸۹ھ
۹۹	خطبات آزاد	مرتب ملک رام	"	دہلی	سنہ ۱۹۷۴ء
۱۰۰	دہلی کی جانکنی	خواجہ حسن نظامی	"	"	سنہ ۱۹۶۴ء
۱۰۱	سبحان السبوح	احمد رضا خاں	"	لکھنؤ	سنہ ۱۳۰۷ھ
۱۰۲	سوانح اعلیٰ حضرت	بدر الدین احمد	"	"	سنہ ۱۹۶۳ء
۱۰۳	سید المرسلین	شاہ ولی اللہ ترجمہ عزیز بیگ	"	سرگودھا	سنہ ۱۹۵۶ء
۱۰۴	شمع توحید	ثناء اللہ	"	"	
۱۰۵	الشاہ احمد رضا	سرور القادری	"	بریلی	سنہ ۱۳۹۱ھ
۱۰۶	فتاویٰ رضویہ جزء اول	احمد رضا خاں	"	"	سنہ ۱۳۳۵ھ
۱۰۷	" جزء ثانی	"	"	"	سنہ ۱۳۵۰ھ
۱۰۸	" جزء ثالث	"	"	مبارکپور	سنہ ۱۹۶۱ء
۱۰۹	" جزء رابع	"	"	"	سنہ ۱۹۶۳ء
۱۱۰	" جزء خامس	"	"	بریلی	سنہ ۱۳۶۵ھ

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف	مطبوعہ مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۱۱	فتاوئی رضویہ جزو سادس	احمد رضا خاں	مخطوطہ	دار المطالعہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور	
۱۱۲	" جزسابع	"	"	"	"
۱۱۳	" جزثامن	"	"	"	"
۱۱۴	" جزتاسع	"	"	"	"
۱۱۵	" جزعاشر	"	"	کتابخانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۱۱۶	" الحادی عشر	"	"	"	"
۱۱۷	" اثنا عشر	"	"	"	"
۱۱۸	فتاوئی امجدیہ جزاول	امجد علی رضوی	"	دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی اعظم گڈھ	
۱۱۹	" جزثانی	"	"	"	"
۱۲۰	فتاوئی عزیزیہ	شاہ عبد العزیز	مطبوعہ	دہلی	سنہ ۱۳۱۰ھ
۱۲۱	فتاوئی افریقیہ	احمد رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۳۳۶ھ
۱۲۲	فتاوئی رشیدیہ حصہ اول	رشید احمد گنگوہی	"	دیوبند	
۱۲۳	فتاوئی رشیدیہ حصہ دوم	"	"	"	
۱۲۴	الفوائد البہیہ	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتابخانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۱۲۵	فاضل بریلوی اور ترک موالات	مسعود احمد	مطبوعہ	لاہور	سنہ ۱۹۷۷ء
۱۲۶	الفضل الموہبی	"	"	"	سنہ ۱۹۷۸ء
۱۲۷	قیصر التواریخ				سنہ ۱۸۹۳ء
۱۲۸	کیفر کفر آریہ	احمد رضا خاں	مخطوطہ	کتابخانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۱۲۹	گنجہائے گرانمایہ	رشید احمد صدیقی	مطبوعہ	لاہور	سنہ ۱۹۴۳ء
۱۳۰	الملفوظ حصہ اول	مرتب مصطفی رضا خاں	"	بریلی	سنہ ۱۳۳۸ھ

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف	مخطوطہ / مطبوعہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱۳۱	الملفوظ حصہ دوم	مرتب مصطفےٰ رضاخاں	مطبوعہ	بریلی	سنہ ۱۳۳۸ھ
۱۳۲	" حصہ سوم	"	"	"	"
۱۳۳	" حصہ چہارم	"	"	"	"
۱۳۴	مسلمانان ہند و پاک کی تاریخ تعلیم	سید نوشہ علی	"	کراچی	سنہ ۱۹۶۲ء
۱۳۵	معاشرتی و علمی تاریخ	معین الحق	"	"	سنہ ۱۹۶۵ء
۱۳۶	مذاہب الاسلام	نجم الدین خاں	"	لاہور	سنہ ۱۹۱۳ء
۱۳۷	موجِ کوثر	شیخ محمد اکرام	"	"	سنہ ۱۹۵۸ء
۱۳۸	مقالات یوم رضا	مرتبہ عبد النبی کوکب	"	"	سنہ ۱۹۷۰ء
۱۳۹	مسلمانان ہند کی سیاست ملی	محمد امین	"	آگرہ	
۱۴۰	ندم النصرانی و تقسیم الایمانی	احمد رضاخاں	"	پٹنہ	سنہ ۱۳۲۶ھ
۱۴۱	النہی الحاجز	،	مخطوطہ	کتابخانہ جامعہ منظر اسلام بریلی	
۱۴۲	النور	سلیمان اشرف	مطبوعہ	علی گڈھ	سنہ ۱۹۲۱ء
۱۴۳	وصایا شریف	حسنین رضاخاں	"	بریلی	سنہ ۱۹۲۲ء
۱۴۴	ہندوستان عربوں کی نظر میں	مسعود علی	"	اعظم گڈھ	سنہ ۱۹۶۰ء
۱۴۵	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت	سید مناظر احسن گیلانی	"	دہلی	سنہ ۱۳۶۳ھ
۱۴۶	یادگار بریلی	محمد ایوب قادری	"	کراچی	سنہ ۱۹۷۰ء

فارسی ماٰخذ

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف	مطبوعہ / مخطوطہ	مقام اشاعت	سن اشاعت
١٤٧	تذکرہ علمائے ہند	رحمٰن علی پوری	مطبوعہ	کانپور	١٩١٤ء
١٤٨	گلستاں	شرف الدین سعدی	"	دہلی	١٩٥٢ء
١٤٩	اکبرنامہ	ابو الفضل بن شیخ مبارک	"	لکھنؤ	١٣٤٨ھ
١٥٠	عالمگیرنامہ	کاظم منشی محمد بن محمد امین	"	کلکتہ	١٨٦٨ء

رسائل وجرائد

١ ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم سنہ ١٩٥٤ء

٢ المیزان امام احمد رضا نمبر بمبئی شمارہ ۷، ۸، ۹ اپریل، مئی، جون سنہ ١٩٧٦ء

٣ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ سنہ ١٣٧٩ھ

٤ ماہنامہ پاسبان الہ آباد۔ شمارہ مارچ و اپریل سنہ ١٩٦٢ء

٥ العلم سہ ماہی شمارہ اپریل تا جون سنہ ١٩٧٤ء

٦ ماہنامہ پاسبان الہ آباد۔ شمارہ نومبر، دسمبر سنہ ١٩٥٥ء

٧ ماہنامہ فیض الرسول براؤن شریف شمارہ مارچ سنہ ١٩٦٦ء

٨ اخبار "جمعیت" لاہور شمارہ فروری سنہ ١٩٥٧ء

٩ ماہنامہ الرضا بریلی شمارہ ربیع الاول سنہ ١٣٣٨ھ

اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد کے مزارِ اقدس کا بیرونی منظر

وہ حجرۂ اقدس جس میں اعلیٰ حضرت بیعت ہوئے تھے

وہ مکان جس میں اعلیٰ حضرت کی ولادت ہوئی

رضا مسجد کی دوسری منزل کا منظر

رضا مسجد کا بیرونی دروازہ

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد و جد امجد کا مزار

اعلیٰ حضرت کے مزار اقدس کا بیرونی منظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ما قولکم دام فضلکم فی من باع جلد اضحیتہ لیصرف ثمنہ فی وجوہ القرب کاعانۃ المدارس الاسلامیۃ وشراء حصر المساجد وزیت قنادیلہ وغیر ذلک من القربات التی لا تملیک فیہا فہل یجوز والصرف الی تلک الوجوہ سائغ ام لا بل یکون صدقۃ واجبۃ لا یصرف الا فی مصارفہا افیدونا رحمکم اللہ تعالی

الجواب

الحمد للہ وبہ نستعین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ما تقرب الی اللہ تعالی بالقرابین ثم اذا باعہ بالدراہم لا للمال یتمولہ ویحصلہ بل لیصرفہ الی وجوہ القرب وہو [illegible] جاز لہ ذلک وان لم یوجد تملیک ہنالک فان المطلوب فی الاضاحی مطلق التقرب دون خصوص التملیک من الفقیر ولذا جازت الاباحۃ ولو لغنی والمعنی المانع فی البیع انما ہو التصرف علی قصد التمول کما نص علیہ الائمۃ الاعلام قال فی الہدایۃ لا یشتری بہ ما لا ینتفع بہ الا باستہلاکہ کالخل والابازیر اعتبارا بالبیع بالدراہم والمعنی فیہ انہ تصرف علی قصد التمول اھ وفی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر لا بیعہ بالدراہم لینفق الدراہم علی نفسہ وعیالہ والمعنی انہ لا یتصرف علی قصد التمول اھ ومثلہ فی البنایۃ شرح الہدایۃ للعلامۃ البدر العینی وغیرہ من اسفار العلماء الغر وظاہر ان البیع للقرب لیس من التمول فی شیء فلا وجہ لمنعہ بل ہو قربۃ لکونہ فعلا لاجل قربۃ فیکون اطاعۃ للمطلوب الشرعی لا دخولا فی الوجہ المنہی الا تری الی ما قال الامام العلامۃ فخر الدین الزیلعی فی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق لو باعہما بالدراہم لیتصدق بہا جاز لانہ قربۃ کالتصدق اھ فانما علل الجواز بکونہ قربۃ وما نحن فیہ ایضا کذلک فیکون مثلہ فی حکم الجواز ویا لیت شعری من این یحکم بوجوب التصدق مع انہ لم یکن متعینا فی القربان اساسا ولا حدث آخرا ما یوجبہ عینا بخلاف ما

اعلیٰ حضرت کا اپنے دست گرامی سے تحریر کیا ہوا فتویٰ

اعلیٰ حضرت کا اپنے دست گرامی سے تحریر کردہ فتویٰ

اعلیٰ حضرت کا اپنے دستِ مبارک سے تحریر کیا ہوا حاشیہ طحاوی

اعلیٰ حضرت کا اپنے دستِ گرامی سے تحریر کیا ہوا فتویٰ